جنگ کے محاذ سے لوٹنے والے سب ہی فوجی کو سینوں پر تمغے سجائے
ہوئے نہیں لوٹتے۔ اس شخص کی کہانی جس سے جنگ نے زندگی کی سرخوشی
چھین لی تھی اور وہ پھر بھی زندہ رہا۔ معذور زندگی کا عذاب سہتے ہوئے

سُنہری قبر

بہت زیادہ محنت کرنے والے ایک بدنام بیٹے کی سرگزشت

تار کے مختصر مضمون سے کچھ معلوم نہیں ہوتا تھا اور جو بات اس میں نہیں لکھی تھی وہ نہ میں کہنا چاہتا تھا اور نہ خود تسلیم کرنے کو تیار تھا چنانچہ ثابت کرنے کا سوال ہی نہیں تھا مگر چیف انجینئر جواب کا منتظر تھا۔ "سر" میں نے کہا۔ "مجھے احساس ہے کہ کام بہت اہم ہے اور ابھی تین مہینے پہلے بھی میں نے چھٹی لی تھی لیکن آپ کو معلوم نہیں کہ میرے والد معذور ہیں۔ وہ بول نہیں سکتے۔ ان کے جسم کا نچلا حصہ مفلوج ہے اور ان کا ذہنی توازن بھی درست نہیں ہے۔ جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے انہیں اسی طرح دیکھ رہا ہوں کیونکہ دوسری جنگ عظیم میں وہ ریڈیو آپریٹر تھے اور بمباری کے دوران بری طرح زخمی ہوگئے تھے۔ بم کا ایک ٹکڑا ریڑھ کی ہڈی میں اور دوسرا سر کے پچھلے حصے میں پیوست ہوگیا تھا۔ اس وقت سے اب تک میں نے ان کی آواز نہیں سنی۔ انہیں اپنے پیروں سے چلتے نہیں دیکھا۔ آپ ہی بتایئے۔ میری ماں کو یہ لکھنے کی کیا ضرورت تھی کہ تمہارا باپ سخت بیمار ہے۔ کیا یہ بات مجھے معلوم نہیں۔۔۔؟ اصل بات کچھ اور ہے۔"

*

ابھی میں گھر سے بہت دور تھا کہ مجھے اصل بات کا پتا چل گیا۔ آدمی جس گھر کی دیواروں میں جنم لیتا ہے اور پھر زندگی گزار دیتا ہے اسکی ہر اینٹ سے دکھ سکھ کا رشتہ جوڑ لیتا ہے۔ گلی کے موڑ سے میں نے اپنے گھر کو دیکھا تو مجھے اس کے در و دیوار سرنگوں اور مغموم نظر آئے۔ یقیناً میرے والد کا انتقال ہوچکا تھا۔ میرے خدشات کی تصدیق گھر میں قدم رکھنے سے پہلے ہی ہوگئی۔

میرے والد کی صورت پر وہ سکون تھا جو میں نے کبھی ان کی زندگی میں نہیں دیکھا تھا۔ ماتھے کی شکنیں مٹ گئی تھیں۔ دکھ کا احساس مٹ گیا تھا۔ بے بسی کا کرب ختم ہوگیا تھا اور معذور زندگی کا عذاب ختم ہوگیا تھا۔ میں بہت دیر تک ان کے سرہانے خاموش کھڑا رہا جب وہ زندہ تھے تب بھی میں اسی طرح خاموش کھڑا رہتا تھا۔ فرق تھا تو صرف اتنا کہ وہ اپاہجوں والی کرسی پر نہیں بیٹھے تھے، ان کے سامنے وہ میز نہیں تھی جس پر ریڈیو ٹرانسمیٹر ریسیور اسپلی فائر وغیرہ رہتے تھے۔ ان کی انگلیاں ہمیشہ کی طرح بے چینی کے ساتھ "مورس کوڈ" پر نہیں چل رہی تھیں اور ان کے کانوں پر ہیڈ فون نہیں تھا۔ وہ اس نیم تاریک چھوٹے سے کمرے میں بھی نہیں تھے جس میں ان کی آدھی زندگی بیت گئی تھی۔ جسے کبھی کسی نے صاف نہیں کیا تھا جس کی چھت سے اور دیواروں سے بجلی کے تار اور مکڑی کے جالے لٹکے ہوئے تھے اور جہاں کوئی اگر جاتا تھا تو صرف اس لئے کہ انہیں زندہ رکھنے کے لئے کچھ کھانے کو دے آئے۔ وہ آج میری ماں کے صاف ستھرے کمرے میں اجلی چادر پر ساکت لیٹے ہوئے تھے۔ یہ ایسا منظر تھا جو بچپن سے اب تک میں نے نہیں دیکھا تھا۔

ابتدا میں مجھے اور میری ماں کو ان کے بہت جلد ختم ہوجانے کا یقین تھا۔ مگر وہ اپنی آدھی ادھوری زندگی سے چمٹے رہے۔ وہ عملی طور پر ۱۹۴۵ء کے بعد دنیا کو چھوڑ چکے تھے اور وہ دنیا جس سے کبھی ان کا تعلق تھا بدل چکی تھی۔ پھر انہیں کون یاد رکھتا۔ جو لوگ انہیں پہچانتے تھے وہ اجنبی بن گئے تھے۔ خود ہمارے لئے ان کا وجود گزرے ہوئے وقت کی ایک تلخ یاد بن گیا تھا۔ وہ وقت جب ہمارے گھر میں ان کا صحت مند وجود زندہ تھا وہ ہنستے تھے مجھے گود میں اٹھا کر اچھالتے تھے اور جب وہ ڈارک سوٹ پہن کر میری والدہ کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے گھومنے جاتے تھے تو مجھے یقین ہے لوگ ان دونوں پر رشک کرتے ہوں گے کیونکہ ایک قابل رشک تصویر برسہا برس سے زنگ خوردہ فریم کے گرد آلود شیشے کے پیچھے موجود ہے۔ ایک حسین و جمیل شرمیلی سی لڑکی اور ایک وجیہہ نوجوان کی تصویر۔ لوگ اسے میری تصویر سمجھتے ہیں اور مجھ سے اس لڑکی کے بارے میں پوچھتے ہیں اور جب میں ان کو اس تصویر کے موجودہ روپ سے متعارف کراتا ہوں تو وہ یوں خوفزدہ ہوجاتے ہیں جیسے میں نے مستقبل کے بارے میں ان کے تصورات کی سنہری روپہلی دنیا میں بم کا دھواں پھیلا دیا ہے۔ مگر جنگ کے محاذ سے لوٹنے والے کبھی تو اپنے سینے پر تمغوں کی جگمگاہٹ لئے نہیں لوٹتے۔

میرے ذہن میں اپنے ماضی کے نقوش اتنے دھندلے تھے کہ پہچانے نہیں جاتے تھے۔ میں نے تو اپنے باپ کو ہمیشہ کانوں پر ہیڈ فون چڑھائے ٹرانسمیٹر کے ڈائل پر نظریں جمائے مورس پر انگلیاں چلاتے خاموش دیکھا تھا۔ ایک چھوٹے سے کمرے میں جس کے دروازے پر سرخ رنگ کے حروف میں لکھا تھا "اسٹیشن جی ٹو۔ ایس ٹی او" آٹھ سال کی عمر سے میں ہر چیز کو اسی طرح دیکھ رہا تھا۔ بجلی کے تار۔ وہ عجیب و غریب آلات جن سے مضحکہ خیز آوازیں برآمد ہوتی تھیں اور کبھی میں ان سے کوئی سوال کر بیٹھتا تھا تو جواب میں ہمیشہ ایک چٹ ملتی تھی جس پر ہمیشہ ایک ہی جملہ لکھا ہوتا تھا "تم ابھی چھوٹے ہو بیٹے نہیں سمجھو گے۔" جب میں سمجھنے لگا تو مجھے اندازہ ہوا کہ لوگ انہیں خبطی سمجھتے ہیں اور ان پر ترس کھاتے ہیں اور میری ماں سے ہمدردی کرتے ہیں کہ ان کی خوبصورت زندگی ایک ذہنی و جسمانی طور پر معذور شخص کے ساتھ برباد ہوگئی اور مجھے باپ کے ہوتے ہوئے بھی یتیم جانتے ہیں۔ مگر میرے والد ان سب چیزوں سے بے نیاز تھے وہ ہر بات کا جواب لکھ کر دیتے تھے اور اپنے کام کے سوا کسی سے کوئی بھی مطلب نہیں رکھتے تھے۔ وقت کے ساتھ ساتھ مجھے اور بھی باتیں معلوم ہونے لگیں۔ وہ ہمیشہ کناڈا کے وائرلیس اسٹیشن تلاش کرتے تھے۔ کمرے کی دیوار پر لبراڈور کا ایک نقشہ تھا جو انہوں نے خود ہی معذوری کے دوران اپنے ہاتھوں سے بنایا تھا اور ان کے

پاس براڈور سے متعلق چند کتابیں تھیں جنہیں وہ ہمیشہ الٹتے پلٹتے رہتے تھے۔ براڈور میں ان کی غیر معمولی دلچسپی کا سبب جاننے کے لئے میں نے صرف ایک بار سوال کیا تھا اور مجھے یاد ہے ان کا رنگ متغیر ہوگیا تھا اور وہ بڑی دیر تک مجھے دیکھتے رہے تھے۔ ان کے جسم کے دونوں حصّوں میں بڑا بھیانک فرق تھا۔ یہ تقسیم بڑی بھیانک تھی۔ ان کے ہاتھ سلامت تھے مگر ٹانگیں بے کار تھیں۔ ان کی آنکھیں دیکھتی تھیں اور کان سنتے تھے مگر زبان کٹ گئی تھی۔ وہ بہت کچھ کہنا چاہتے تھے۔ شاید براڈور بھی جانا چاہتے تھے مگر زندگی کے اس دوسرے حصّے میں انہیں خاموشی اور معذوری ملی تھی۔ چنانچہ وہ میرے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں تھامے تکتے رہے اور کرب کے ان چند لمحوں سے گزر کر انہوں نے کاغذ پر چند حروف لکھ دیئے "یہ بڑی لمبی کہانی ہے بیٹے" وہ مجھے کچھ بتانا نہیں چاہتے تھے۔ ان کے پاس وقت کم تھا یا الفاظ نہیں تھے؟ مجھے نہیں معلوم۔

وہ بڑے پراسرار آدمی تھے۔ ان کی موت بھی پراسرار حالات میں ہوئی۔

تین مہینے پہلے ان پر دل کا دورہ پڑا تھا تو ڈاکٹر نے انہیں مکمل آرام کا مشورہ دیا تھا اور میری ماں کو بتا دیا تھا کہ وہ موت کی سرحد پر کھڑے ہیں۔ اگر وہ ایک قدم بھی چلے تو اس سرحد کو عبور کر جائیں گے مگر وہ لیٹے نہ رہ سکے۔ نہ جانے اس مختصر سے کمرے میں جہاں دروازے پر "اسٹیشن جی ٹو۔ ایس ٹی او" لکھا تھا ان کے لئے کونسی کشش تھی کہ انہیں اپنی زندگی کے آخری لمحات کو بستر پر لیٹ کر طویل تر کرنے کی کوئی خواہش نہ تھی۔ وہ بار بار اٹھ کر اپاہجوں والی کرسی پر اپنے وجود کو گھسیٹتے ہوئے وہاں پہنچ جاتے تھے اور موت سے پہلے آخری ہفتے کے دوران انہوں نے ایک لمحے کے لئے بھی اپنے کانوں سے ہیڈ فون کو الگ نہیں کیا۔ ایک سیکنڈ کے لئے بھی ٹرانسمیٹر کے سامنے سے نہیں ہٹے۔ دن رات جاگتے رہے اور حسب عادت ہاتھ میں پنسل سنبھالے ڈائری میں الٹی سیدھی باتیں لکھتے رہے۔ تصویریں بناتے رہے جن میں شیر کی شکل جگہ جگہ نمایاں تھی۔ اعداد و شمار سے آڑی ترچھی لکیریں بناکر ایک ہی بات۔ بے معنی جملے عجیب و غریب نام لکھ کر کاٹتے رہے۔ خود سوال کر کے خود ہی جواب دیتے رہے اور بہت سی کاپیاں بھر دیں۔ یوں جیسے کوئی اپنے آپ سے باتیں کرے۔

سب بے ربط۔ مجذوب کی بڑ۔ بے سروپا۔

"مجھے نہیں معلوم انہیں کیا ہوگیا تھا" میری ماں نے روتے روتے بتایا "میں نے ان کی بڑی منت سماجت کی مگر ان پر جنون سوار تھا۔ انہوں نے زندگی میں کبھی مجھ پر ہاتھ نہیں اٹھایا تھا مگر میں نے موت سے ایک دن پہلے انہیں زبردستی گھسیٹ کر باہر لانا چاہا تو انہوں نے مجھے اتنے زور سے دھکا دیا کہ میں دیوار سے جا کر ٹکرائی۔ پھر انہوں نے میز پر سے چیزیں اٹھا کر مجھ پر پھینکنا شروع کیں اور مسلسل مجھے باہر جانے کا اشارہ کرتے رہے۔ میرے سر میں سخت چوٹ آئی تھی۔ میں انہیں چھوڑ کر آگئی۔ صبح میں ان کے لئے ناشتا لے کر بھی نہیں گئی! انہیں کافی کا ایک کپ تک نہیں دیا۔ خدا مجھے معاف کرے۔ وہ بھوکے پیاسے اس کمرے میں بیٹھے رہے۔ دوپہر تک میرا غصّہ اتر گیا اور میں نے ان کے لئے آملیٹ بنایا اور سینڈوچ تیار کئے۔ ابھی کافی کا پانی نہیں ابلا تھا چنانچہ میں ایک منٹ کے لئے باورچی خانے سے باہر آئی اور میں نے ان کی آواز سنی۔ وہ مجھے پکار رہے تھے۔ صرف ایک بار انہوں نے میرا نام لیا مگر میں نے ان کی آواز کو پہچان لیا۔ پچیس سال بعد بھی ان کی آواز وہی تھی۔ مجھے اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا مگر میں بھاگی! اور میں نے دیکھا کہ وہ اپنی معذور ٹانگوں پر کھڑے ہیں اور دیوار پر لگے ہوئے نقشے تک پہنچنے کی زبردست جدوجہد کر رہے ہیں ان کا چہرہ سرخ تھا اور ہونٹ کانپ رہے تھے۔ کاش تم نے انہیں دیکھا ہوتا۔ لاکھ کوشش کے باوجود میں اس منظر کو فراموش نہیں کرسکتی۔ شاید چند سیکنڈ کی بات تھی۔ پھر وہ گرے اور ختم ہوگئے۔ میں نے ان کا ہیڈ فون سر سے اتارا اور انہیں گھسیٹ کر بستر تک لائی۔"

"کیا یہ معجزہ نہیں ہے ماں۔ آخر ایسی کیا بات تھی کہ قوتِ ارادی ان کی معذوری پر غالب آگئی؟" میں نے کہا "پچیس سال بعد ایک اپاہج اٹھ کھڑا ہوا۔ چند سیکنڈ کے لئے ہی سہی۔ اور اچانک بولنے بھی لگا؟"

"مجھے نہیں معلوم" میری ماں نے کہا "کوئی بات تھی ضرور جو وہ مجھ سے کہنا چاہتے تھے۔"

"سوچو ماں، وہ کیا بات تھی۔ کیا بات ہوسکتی ہے۔ یہ بات کہنے کے لئے انہوں نے جان کی بازی لگادی۔ یقیناً وہ کوئی انتہائی ضروری اور اہم بات ہوگی۔" میں نے کہا "اس کا نقشے سے تعلق ہوگا۔ انہوں نے کچھ سنا ہوگا۔"

"میں نے کہا نا مجھے نہیں معلوم" میری ماں نے روتے روتے اچانک چلّا کر کہا "مجھے تنگ مت کرو۔"

تجہیز و تکفین سے فارغ ہونے تک یہ سوال میرے ذہن میں گردش کرتا رہا کہ میرے باپ نے یہ جانتے ہوئے بھی کہ ڈاکٹر نے اُسے بستر پر لیٹے رہنے کو کہا ہے آخری ہفتے کے دوران اتنی محنت اور لگن سے کیا حاصل کیا۔ کیا وہ واقعی خبطی تھا، جنونی تھا اور پاگل تھا جیسا کہ اکثر لوگ سمجھتے تھے۔ یہ جو اس نے اپنی زندگی کی پرواہ بھی نہ کی اور مسلسل کام کرتا رہا۔ کھانا پینا سونا ترک کر دیا یہاں تک کہ کسی شدید اضطرابی کیفیت میں ناممکن کو ممکن کرنے کی کوشش کی اور اپنی جان سے گیا تو کیا یہ بھی دیوانگی تھی؟ جتنا میں اس کیفیت کا تجزیہ کرتا تھا مجھے یقین ہوتا جاتا تھا کہ انکی جدوجہد بے مقصد نہیں تھی اور مرنے سے پہلے انہیں کوئی ایسی کامیابی حاصل ہوگئی تھی یا وہ کسی ایسے نتیجے پر پہنچ

گئے تھے جس کی ان کے نقطۂ نظر سے انتہائی اہمیت تھی اور وہ چاہتے تھے کہ کسی صورت یہ بات دوسروں کو معلوم ہو جائے۔ وہ خوشی اور اضطراب یا خوف اور پریشانی کے کسی شدید جذبے کے باعث اپنے اعصاب پر قابو نہ رکھ سکے اور ختم ہو گئے۔

"اسٹیشن جی ٹو۔ ایس ٹی او" کسی مقبرے کی طرح سنسان پڑا تھا۔ میرے باپ کے غمگسار۔ ٹرانسمیٹر اور ریسیور اس کے سوگ میں خاموش تھے۔ اس کی کرسی میز کے سامنے ہونے کی بجائے کونے میں چپ چاپ کھڑی تھی۔ ہیڈ فون الٹا پڑا تھا اور پورے ماحول میں کسی اجنبی ویرانی کا احساس ہوتا تھا۔ میرے باپ کی عدم موجودگی کے علاوہ کوئی بات تھی جس نے بچپن کی جانی پہچانی جگہ کو میرے لئے ناآشنا بنا دیا تھا۔ پھر بات میری سمجھ میں آگئی۔ کمرہ بالکل صاف تھا۔ ہر چیز سمیٹ کر قاعدے قرینے سے رکھ دی گئی تھی اور میز پر پھیلے ہوئے کاغذات، نوٹ بکس اور کاپیاں۔ رسالے کتابیں اور وہ آلات اور اوزار جن سے میرا باپ ٹرانسمیٹرز اور ریسیورز کو زندہ رکھتا تھا درازوں میں بند کر دیئے گئے تھے۔ دیواروں پر ہر چیز اپنی جگہ تھی۔ اس جنگ کی یادگاریں جس نے اسے بھی ایک یادگار بنا دیا تھا۔ ایک کھنڈر۔ دیدۂ عبرت نگاہ کے لئے۔ میں ہوں اپنی شکست کی آواز۔ ایک ٹوپی۔ آر اے ایف۔ رائل ایئر فورس کی۔ ایک گروپ ان صورتوں کا جو خاک میں پنہاں ہو گئیں۔ چند ٹکڑے ان جہازوں کے جن کو اڑانے والے ان پر اپنے دستخط چھوڑ کر رفاقت کے ایک دور کی نشانی دے گئے اور دروازے کے اوپر ایک پرانے فریم میں اس عورت کی تصویر جس نے میرے باپ کو جنم دیا۔ میری دادی الیکزنڈرا ڈرکوکن کی۔ اس تصویر کے نیچے میری دادی کے ذاتی استعمال کی چند چیزیں بھی بدستور وہیں تھیں۔ ایک ہیٹ۔ معماروں کے استعمال کا ایک آلہ۔ پتا نہیں کب مجھے معلوم ہوا تھا کہ یہ چیزیں شمالی کینیڈا کی ہیں۔ میرا خیال تھا مجھے کاغذات میں کوئی ایسی چیز مل جائے گی جس سے مجھے اپنے باپ کی موت سے پہلے پیش آنے والے واقعات کا علم ہو سکے گا۔ میز پر ایک پنسل موجود تھی۔ ممکن ہے اس نے آخری وقت میں کچھ لکھا ہو۔ درازوں سے میں نے وہ ڈائریاں نکالیں جنہیں میرے باپ نے "لاگ بک" کے طور پر استعمال کیا تھا۔ عام استعمال کی ڈائریاں۔ ان میں مختلف وائرلیس اسٹیشن نمبر لکھے تھے۔ وہ کس میٹر بینڈ پر کتنے کلو سائیکل پر کہاں کہاں سے۔ کس کس وقت پیغامات نشر کرتے ہیں۔ مختلف ممالک کے مقامی اور گرین وچ مین ٹائم کے مطابق نشریات کے اوقات۔ موسمیاتی وائرلیس اسٹیشن سے نشر ہونے والی پیشگوئیاں جہازوں کے پیغامات۔ کوئی بات کہیں کی کوئی کہیں کی۔ بے ترتیب۔ بے ربط۔ صفحے کے صفحے ایسی تحریروں سے بھرے ہوئے تھے جو اس کے ذہنی انتشار اور خیالات کی رو کے عکاس تھے۔ انتظار اور تنہائی میں خود کو مصروف رکھنے کے لئے بنائی ہوئی تصویریں۔ نامکمل نقشے دستخط۔ خاکے۔ ٹریفک کے نشانات۔ جو ڈائریاں مجھے ملیں وہ سب انہی چیزوں سے بھری پڑی تھیں۔ ان کی مدد سے ایک عام آدمی سوچے سمجھے بغیر صرف ایک ہی نتیجے پر پہنچ سکتا تھا۔ مگر میرا ذہن اس نتیجے کو قبول نہیں کرتا تھا کہ اس کا یہ شوق یا جنون دیوانگی کی علامت تھا۔ ان ڈائریوں میں ایک ذہین ریڈیو آپریٹر کی تمام فنی مہارت کا واضح ثبوت بھی تھا۔

بے خیالی میں میری نگاہ اپنی دادی کی تصویر کی طرف چلی گئی۔ میں نے سنا تھا میرے باپ کو اسی نے پالا تھا اور وہ شاید اسکاٹ لینڈ کی رہنے والی تھی۔ مجھے اس کی صورت یاد نہیں تھی مگر اس کا ایک دھندلا سا خاکہ تھا۔ ایک واقعے کا۔ وہ مجھ پر جھکی ہوئی تھی پھر شاید میری ماں آ گئی اور ان دونوں کی زبردست لڑائی ہوئی اور میں رونے لگا تھا۔ معلوم نہیں کتنی پرانی بات تھی کیونکہ اس کے بعد میں نے نہ اسے دیکھا نہ اس کا ذکر سنا۔ مجھے اس وقت نہ جانے کیوں یہ بات یاد آ گئی۔

ایک ایک کر کے میں نے ساری ڈائریاں دیکھ لیں۔ ان میں تاریخ وار تحریریں تھیں۔ ایک ایسی عادت کے مطابق جو پیشہ ورانہ جبلت کہی جا سکتی ہے۔ میرے باپ نے ہر پیغام کا وقت لکھا تھا۔ کہیں کسی تاریخ میں کچھ نہیں تھا تو پورا صفحہ بالکل اوٹ پٹانگ تصویروں اور تحریروں سے بھرا پڑا تھا۔ یہ سب گزشتہ دس سال کی ڈائریاں تھیں اس سے پہلے کی "لاگ بکس" یا تو اس نے خود ضائع کر دی تھیں یا میری ماں نے۔ اچانک مجھے ان ڈائریوں میں ایک نمایاں کمی محسوس ہوئی۔ میری ماں کے بیان کے مطابق میرے باپ نے اپنی زندگی کے آخری ہفتے میں اسٹیشن جی ٹو۔ ایس ٹی او سے باہر قدم نہیں رکھا تھا لیکن کسی لاگ بک میں اس ہفتے کی کوئی تاریخ نہ تھی۔ آخری لاگ بک آدھی غائب تھی۔ نئے سال کی جو ڈائری ملی ان میں آخری تاریخ پندرہ ستمبر کی تھی۔ اس پورے صفحے پر اس نے شیر کی متعدد تصاویر بنائی تھیں اور لکھا تھا "سی ٹو۔ سی ٹو۔؟ آخر یہ ہے کہاں؟" پھر ایک گیت کے بول تھے "تم نہ جانے کس جہاں میں کھو گئے" اس کے بعد چند عجیب و غریب نام تھے۔ "دنو کا پوشی ناکامو۔ اتی کوناک"

یہ نام بھی کئی بار لکھ کر کاٹ دیئے گئے تھے۔ میں نے یہ نام کبھی نہیں سنے تھے۔ صفحے پلٹنے سے مجھے اندازہ ہوا کہ ہر رات دس بجے اس نے ایک وائرلیس اسٹیشن کا نمبر لکھا تھا "وی او سی ایکس اے زیڈ" دو ایک جگہ نمبر کی بجائے یہ درج تھا کہ "حسب معمول لیڈر سے بات ہوئی۔ ہم کے بارے میں" لیڈر شاید وائرلیس اسٹیشن کے آپریٹر کا نام تھا اور بالآخر اس کی تصدیق ہو گئی جب میں نے رات کے دس بجے کے وقت کے ساتھ کبھی نمبر اور کبھی نام دیکھا۔ اس کی کتابوں میں ایک کتاب "ریڈیو کال بک" تھی۔ میں نے اسے کھولا تو تھوڑی سی محنت کے بعد مجھے اندازہ ہو گیا کہ نمبر سے کسی وائرلیس ریڈیو اسٹیشن کے محل وقوع کا پتا لگانا مشکل نہیں۔ اس میں دنیا بھر کے تمام ممالک کے نمبر دیئے ہوئے تھے

ایک ملک کے تمام اسٹیشن ایک ہی حرف سے شروع ہوتے تھے۔ مثلاً "جی" کا حرف برطانیہ کے لئے مخصوص تھا۔ "وی او" سیکس ایے زیڈ" تلاش کرنے سے مجھے معلوم ہوگیا کہ یہ نمبر سائمن "ینڈا" اتھل لیڈر معرفت ڈی او بی۔ گوزبے" کا ہے۔ گوزبے تو لبراڈور میں رہا ہے۔ میں نے سوچا۔ پھر میں نے دوا کے نقشے پر چند نشان دیکھے جو پنسل سے لگائے گئے تھے اور ان میں وہ اجنبی نام لکھے تھے: "ولو کالو۔ تشی ناکامو اور اتی کوناک" سینٹ لارنس کے جزیرے سے ایک سیدھی لکیر لبراڈور کے وسط تک کھینچی گئی تھی۔ اس کے اوپر لکھا تھا: "کیو این ایس ... ایل آر ..." نقشے میں اس لکیر کے درمیانی حصے کے اوپر ایک دائرہ تھا جس میں لکھا تھا "شیر والی جھیل۔ شیر۔ ؟" ڈائریوں میں شیے کے سرے ان گنت خاکے تھے، مکمل اور نامکمل۔ شکل یہ تھی کہ ڈائری کا زیادہ حصہ فضول باتوں سے بھرا ہوا تھا۔ وہ باتیں جو ایک تنہا آدمی کے ذہن میں آتی ہیں اور اگر آدمی کے ہاتھ میں پنسل ہو تو وہ بے ربط خیالات کے دوران بلا ارادہ کچھ نہ کچھ لکھتا رہتا ہے۔ نفسیات کے ماہرین ان بے ربط باتوں سے شاید سب کچھ اخذ کر لیتے لیکن میں انجینئر تھا۔ مجھے صرف اتنا معلوم ہو سکا کہ میرے باپ کی لبراڈور میں پرانی دلچسپی بے سبب نہیں تھی اور اس نے وہاں لیڈر نام کے کسی وائرلیس آپریٹر سے رابطہ قائم کر رکھا تھا۔ اچانک مجھے ایک خبر یاد آئی جس کا تعلق لبراڈور میں گم ہو جانے والی ایک مہم کے ارکان سے تھا۔

"ماں" اسی دن دوپہر کے کھانے کے وقت میں نے پوچھا "مجھے آخری لاگ بک پوری نہیں ملی۔"

"مجھے کیا معلوم۔" اس نے نظریں چراتے ہوئے جواب دیا۔ اس کے لہجے اور چہرے کے بدلتے ہوئے رنگ سے مجھے شبہ ہوا۔ میرے ذہن میں جو خبر تھی اب اس کا رشتہ لبراڈور کے وائرلیس اسٹیشن کے پیغام سے قائم ہو رہا تھا۔ "ماں۔ تم نے چھپائی ہے وہ ڈائری؟" میں نے ہاتھ روک کر پوچھا۔ "اس کا باقی حصہ۔"

"دماغ خراب ہے تمہارا۔ مجھے کیا ضرورت تھی۔" وہ جھلا کر بولی۔ "کھانا کھاؤ۔"

"ضرورت کی بات نہیں۔ تم نے باقی ڈائری چھپائی ہے یا نہیں۔ صرف اس بات کا جواب دو۔" میں نے سختی سے کہا۔ مجھے اس کے رویے سے یقین ہوگیا کہ وہ جھوٹ بول رہی ہے۔ "ماں۔ میرا خیال ہے اس ڈائری میں کوئی ایسا پیغام تھا جس نے میرے باپ کی جان لی۔ اور یہ پیغام لبراڈور سے موصول ہوا تھا۔" لبراڈور کے نام پر اس کا رنگ فق ہوگیا۔ "تمہیں کیسے معلوم ہوا؟" اس نے ہکلاتے ہوئے پوچھا۔

"مجھے یہ معلوم ہے کہ لبراڈور میں ایک مہم کے ارکان جہاز گرنے سے ہلاک ہو گئے تھے۔ کناڈا کی ایئر فورس ان کی تلاش میں ہے۔ کیا اس پیغام کا تعلق اس مہم سے تھا مگر پندرہ ستمبر کے بعد کے صفحات غائب ہیں؟"

"کیا پیغام کیسا پیغام؟" میری ماں نے اچانک کہا۔ "وہ پاگل

تھا اور پاگل جو چاہے سمجھے۔"

"تم اسے پاگل سمجھتی ہو تو بے شک سمجھو۔ لیکن مجھے معلوم ہے وہ فرسٹ کلاس ریڈیو آپریٹر تھا۔ آخری وقت تک اگر اسے کوئی ایسا پیغام ملا تھا تو وہ اس ڈائری میں ہوگا۔ ہوسکتا ہے اس کو مہم کے گمشدہ ارکان کے بارے میں کوئی سگنل موصول ہوگیا ہو۔ ابھی تک یہ معلوم نہیں ہوسکا ہے کہ مہم کے تین ارکان جہاز کے گرنے کے بعد زندہ بچے ہیں یا نہیں۔ اس پیغام سے ان کی زندگی یا موت کی خبر مل سکتی ہے۔"

"تم بھی اس کی طرح پاگل ہوگئے ہو کیا۔ وہ جو کچھ کہتا تھا اس کا کوئی مطلب نہیں ہوتا تھا۔" میری ماں نے کہا۔ "اسے تو دن میں خواب نظر آتے تھے۔ تم ...."

"اس کا کوئی مطلب نکالنا میرا کام ہے۔ تم سیدھی طرح بتاؤ وہ پیغام کیا تھا۔ باقی ڈائری کہاں ہے۔" میں نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ "ورنہ میں سارا گھر الٹ دوں گا اور خود تلاش کرلوں گا۔" میری ماں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پانچ منٹ بعد باورچی خانے میں برتنوں کے پیچھے سے ڈائری مل گئی۔ مجھے اندازہ تھا کہ اس نے باقی صفحات کو چھپانے میں زیادہ محنت نہیں کی ہوگی۔ اس کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ ہوگی کہ میں تجہیز و تکفین کے بعد اس چکر میں پڑ جاؤں گا۔ وہ سمجھ رہی ہوگی کہ چھٹی کے دو چار دن گزار کر میں واپس چلا جاؤں گا۔ شاید اسی لئے یہ صفحات جلنے سے بچ گئے۔

ان صفحات میں تحریر زیادہ تھی اور تصویریں کم۔ "تلاش جاری ہے" ایک جگہ لکھا تھا۔ دوسری جگہ "سی کیو۔ سی کیو۔ بچھتر میٹر بینڈ۔ برلیف۔" ۲۹ ستمبر۔ دو بجنے میں پانچ منٹ۔ آواز اتنی ہلکی کیوں ہے۔ دو بجکر دس منٹ۔ آخر وہ چپ کیوں ہے۔" پھر "اسٹیشن دی اوکس لے زنڈہ کی بات تھی۔" "سی تو کہ معرب۔ ہوگا تو تیس میل کے دائرے میں۔" اس سلسلے کی آخری تحریر تھی۔ "حالات بڑے سنگین ہیں۔ کوئی امید تو نہیں ہے۔ مگر یہ بیرڈ زخمی ہوا اور آگ سے نہیں، تو کیا آگ لگی ہی نہیں۔ سی کیو۔ سی کیو۔ ہاں ہاں۔ میں سن رہا ہوں۔ بولو۔ بولو۔ چھوٹی سی جھیل۔ ہاں آواز بہت مدھم ہے مگر میں سمجھ رہا ہوں۔ کیا؟ جھیل؟ ۔ چٹان جس کی شکل ۔" پیغام کی تحریر یوں ختم ہوتی تھی کہ آخری حرف بگڑ گیا تھا اور لکیر ترچھی ہوکر کاغذ کو پھاڑتی ہوئی نیچے تک چلی گئی تھی۔ میرے لئے یہ اندازہ کرنا مشکل نہ تھا کہ اس آخری لکیر کے ساتھ ہی میرے باپ کی زندگی بھی ختم ہوگئی۔ وہ پنسل لے کر کھڑا ہوگیا تھا اور نقشے کی طرف جاکر کچھ لکھنا چاہتا تھا پھر اسے اپنی معذوری کا احساس ہوا اور غیر ارادی طور پر اسکی زبان نے ایک معجزہ سر انجام دیا لیکن اسے کچھ کہنے یا لکھنے کی مہلت نہ ملی۔ میں نے دوپہر سے شام تک کا وقت اس تحریر کے معنی اخذ کرنے میں گزار دیا لیکن کسی قطعی نتیجے پر نہ پہنچ سکا۔ پھر میں نے ماں سے مدد لینے کا ارادہ کیا۔

"ماں۔ براڈ ورسے والد کا کیا تعلق تھا۔" وہ چونک پڑی۔

"کچھ..... کچھ نہیں۔ کچھ بھی تو نہیں۔" وہ ہکلاتے ہوئے بولی۔

"دیکھو ماں۔ تم جھوٹ نہیں بول سکتیں۔ یہ دلچسپی اسے کب سے تھی۔"

"جنگ سے پہلے سے۔" وہ نیچے دیکھتے ہوئے بولی۔ میں بھونچکا رہ گیا۔ "اس کا مطلب ہے اسکے معذور ہونے کے اسباب بھی وہ نہیں جو تم نے بتائے تھے۔" اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ مجھے حیرت زدہ چھوڑ کر چلی گئی۔

میرے ذہن میں اب واضح طور پر حاصل ہونے والے نتائج تھے۔ برلیف اس مہم پر جانے والے تین ارکان کی ٹیم کا لیڈر تھا جو لبراڈور میں کسی حادثے کا شکار ہوگئی تھی۔ عام خیال یہ تھا کہ وہ مارے گئے لیکن بچھتر میٹر بینڈ پر میرے باپ نے کوئی آواز سنی تھی جو بہت ہلکی تھی۔ یہ آواز کسی اور اسٹیشن پر بھی سنی جاسکتی تھی لیکن عین ممکن ہے اس وقت کسی نے اس میٹر بینڈ کو نہ لگا رکھا ہو۔ اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ باقی اسٹیشن ان کی طرف سے مایوس ہوجانے کے بعد رابطہ ختم کر بیٹھے تھے تو وہ یہ پیغام کیسے سن سکتے تھے۔ لیکن میرا باپ۔ جنونی۔ خبطی۔ معذور۔ شغل بے کاری میں اسی پیغام کا منتظر بیٹھا رہا ہو۔

میں نے ایمرجنسی پولیس کا نمبر ملایا لیکن میری ماں نے فون بند کردیا۔ "فرگوسن" میری ماں نے کہا۔ "کیوں اپنے باپ کی روح کو شرمندہ کرتے ہو۔ دنیا ہنسے گی۔"

"ہنسنے دو۔ بھنے دو اسے پاگل۔ ایک آدمی کی زندگی زیادہ اہم ہے۔" میں نے پھر نمبر ملایا۔ پولیس کو اپنی بات سمجھانے میں بڑی دشواری کا سامنا کرنا پڑا۔ دس منٹ بعد انہوں نے کہا کہ میں انتظار کروں۔ ایک گھنٹے بعد کناڈا کی ایئر فورس کے ایک فلائٹ لیفٹننٹ اور ایک پولیس انسپکٹر نے دروازے پر گاڑی روکی اور میں انہیں اندر لے آیا۔ اپنے باپ کی اوٹ پٹانگ باتوں سے بھری ہوئی ڈائریاں ان کے سامنے رکھتے ہوئے مجھے اپنی ماں کے الفاظ یاد آئے۔ "دنیا ہنسے گی۔" مگر میں مصمم ارادہ کرچکا تھا کہ انہی ڈائریوں کی مدد سے میں ثابت کردوں گا کہ یہ مجذوب کی بڑ نہیں ہے۔ وہ دونوں بہت دیر تک صفحات الٹتے رہے۔ جہاں تک ممکن ہوسکا میں نے بے مصرف باتوں سے کارآمد باتوں کو الگ کرکے واقعات کے تسلسل پر مبنی اپنے نظریے کو پیش کیا۔ انہوں نے بے تعلق سنجیدگی سے آخری تحریر کو پڑھا اور میری طرف دیکھے بغیر سر ہلاتے گئے۔ پھر انہوں نے اسٹیشن جی تو۔ ایس نو او دیکھا۔ وہ کمرہ جو زندگی کے آخری دور میں میرے باپ کا شریک زندگی رہا۔ ٹرانسمیٹرز ریسیورز چیک کئے۔ نقشے کتابیں اور رسالے دیکھے۔ "اور تو سب ٹھیک ہے مسٹر فرگوسن۔" بالآخر لیفٹننٹ نے کہا۔ "سوائے آپ کے والد کی ذہنی کیفیت کے۔ اس بارے میں جو اطلاعات ہمیں ملی ہیں۔ وہ .... ممکن ہے یہ ان کا وہم ہو۔"

"وہم۔؟" میں نے کہا۔ "آپ کا مطلب ہے انہیں سرے

کسی کی آواز ہی سنائی نہیں دی۔"

"نہیں۔ میرا مطلب ہے صرف انہیں ہی سنائی دی ہو۔" لیفٹننٹ نے کہا۔ "دنیا میں تو ہزاروں اسٹیشن ہیں۔"

"یہ کیا بکواس ہے۔" میں نے گرم ہوتے ہوئے کہا۔ "مسٹر فرگوسن۔ سائمن لیڈر اور آن بیوی ایتھل نے اسٹیشن "دی او کس لے زٹیہ" گوز بے میں قائم کر رکھا ہے اور وہ میک گورن کمپنی سے پیغامات کی مونٹریال کے ہیڈ آفس کو ترسیل کرتے ہیں۔ یہ کمپنی معدنیات تلاش کرتی ہے اور برلیف کی جماعت بھی ارضی جائزہ لینے گئی تھی۔"

"نے کہا۔ "لیکن انہیں مرے ہوئے ایک ہفتہ ہو گیا۔ بلکہ زیادہ۔"

"۲۴ ستمبر کو جہاز حادثے کا شکار ہوا۔ پائلٹ برٹ لاروش بڑی مشکل سے "آئرن اور کمپنی" کے کیمپ میں پہنچا اور اس نے بتایا کہ جب وہ چلا تھا تو ٹیم کے بقیہ دو ارکان مر چکے تھے۔ وہ خود پانچ دن تک برف میں چلتا رہا اور کیمپ میں پہنچا تو مرنے کے قریب تھا۔ آپ کے نظریے کے مطابق ۲۹ ستمبر کو یعنی اس وقت جب انہیں مرے ہوئے نو دن ہو چکے تھے آپ کے والد نے برلیف کی آواز سنی۔ یہ کیسے ممکن ہے؟" انسپکٹر نے مجھ سے سوال کیا۔

"یہ ایسے ممکن ہے کہ پائلٹ انہیں مردہ سمجھ بیٹھا ہو جب کہ وہ مرے نہ ہوں۔" میں نے کہا۔

"لاروش کا جہاز برف کے طوفان میں گھر گیا تھا اور وہ بڑا ماہر پائلٹ ہونے کے باوجود اترنے میں ناکام رہا۔ جہاز ایک جھیل میں ڈوب گیا لیکن وہ اپنے دونوں ساتھیوں برلیف اور ہیرڈ کو کنارے پر گھسیٹ لایا۔ جھیل کے کنارے ایک چٹان تھی اور اسی سے جہاز ٹکرایا تھا چنانچہ لاروش کے بیان کے مطابق ہیرڈ تو فوراً مر گیا تھا اور برلیف۔ بعد میں۔ بیس تاریخ کو لاروش روانہ ہوا اور پچیس کو۔۔۔۔"

"مجھے یہ بتاؤ۔ میرے باپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ جھیل کے کنارے ایک چٹان ہے۔ برلیف اور ہیرڈ زخمی ہیں اور پائلٹ غائب ہے۔" میں نے کہا۔ "اور اس آخری تحریر کا کیا مطلب ہے۔"

"مگر اس وقت برلیف اور ہیرڈ زندہ تھے ہی نہیں جب تمہارے والد نے ان کی آواز سنی۔" انسپکٹر نے کہا۔ "یہ سب ان کے تصور کی پیداوار تھی۔"

"یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو۔ کیا تم نے دنیا کے تمام آپریٹرز سے معلوم کر لیا ہے؟" میں نے ناراض ہوتے ہوئے کہا۔

"اگر کسی آپریٹر نے یہ بات سنی ہوتی تو ضرور اطلاع دیتا۔ حادثے کا ذکر تو ہر اخبار میں تھا۔" لیفٹننٹ نے کہا۔ "اس کے علاوہ برلیف کے پاس جو ٹرانسمیٹر تھا اس کی آواز جہاں تک سنائی دے سکتی ہے یہ جگہ اس ٹرانسمیٹر کے دائرہ کار سے دو ہزار میل باہر ہے۔ بلکہ دو ہزار چار سو چالیس میل وہ پرانا سیٹ اڑتالیس نمبر کا تھا جو برطانیہ کے اٹھارہ نمبر سیٹ کی طرح ہے۔ اسے پیچھے ہیڈ بینڈ پر استعمال کے قابل بنا لیا گیا تھا اور ہاتھ سے چلنے والے جنریٹر کی مدد سے استعمال ہوتا تھا۔ اسی مجبوری کی بنا پر وہ اپنے پیغامات سائمن لیڈر کو دیتے تھے اور وہ انہیں مونٹریال ارسال کرتا تھا چنانچہ عملی طور پر یہ ناممکن ہے۔ اس کے علاوہ چار طیارے ایک ہفتے تک انہیں تلاش کرتے رہے۔"

"کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ اس چھوٹے سے اسٹیشن کی آواز یہاں تک پہنچ گئی ہو۔ ایسا ہوتا ہے۔ اور اس کی بہت سی وجوہ ہوتی ہیں۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ جہاز انہیں نہ دیکھ پائے ہوں۔"

"یہ تو ٹھیک ہے۔ برقی مقناطیسی طوفان یا فضا کی بالائی سطح کے تغیرات کی وجہ سے کبھی کبھی وہ اسٹیشن جس کی آواز سو میل سے آگے نہیں جاتی ہزاروں میل دور سنائی دے جاتی ہے لیکن یہ محض اتفاق ہوتا ہے۔ ہم سارے ریڈیو آپریٹرز سے معلوم کر رہے ہیں۔ اور ایک فی صد سے بھی کم امکان اس بات کا ہے کہ جہاز انہیں تلاش نہ کر سکے ہوں لیکن مسٹر فرگوسن۔ میں کہتا ہوں ایک منٹ کے لئے بھول جائیے کہ وہ آپ کے والد تھے۔ اگر آپ میری جگہ ہوتے تو کیا کناڈا کی حکومت کو ان ڈائریوں کی مدد سے قائل کر سکتے تھے کہ وہ دوبارہ تلاش شروع کرے؟ خصوصاً ان حالات میں کہ۔۔۔۔۔۔ خیر میں آپ کے جذبات مجروح نہیں کرنا چاہتا لیکن جب حقائق کی شہادت خلاف ہو تو۔۔۔۔" وہ جاتے وقت آخری ڈائری واپس کے وعدے پر لے گئے۔

ان کے جانے کے بعد مجھے احساس ہوا کہ میری ماں ٹھیک کہتی تھی۔ دو دن بعد جبکہ میری واپسی میں ایک دن رہ گیا تھا مجھے ایک رجسٹرڈ پارسل ملا اور اس میں سے ڈائری کے علاوہ معذرت آمیز الفاظ میں انکار برآمد ہوا تو مجھے اپنی حماقت کا مزید احساس ہوا۔ "ہمارے ماہرین کی رائے میں۔۔۔۔ ماہرین نفسیات اور ذہنی امراض کے ماہرین کی رائے کے مطابق۔۔۔۔ انجینئرز کی رائے۔۔۔۔" میں نے خط کو پھاڑ کر پھینک دیا۔ نہیں چاہئے مجھے کسی گدھے کی رائے۔ میں ہی پاگل کا بچہ ہوں۔ یہ سب افلاطون کی اولاد ہیں۔

میں ڈیوٹی پر واپس جانے کے لئے گاڑی میں سوار ہوا تو مجھے اپنی ماں کو تنہا چھوڑتے ہوئے دکھ ہوا۔ وہ جیسا بھی تھا اس کا ٹوٹا پھوٹا وجود ایک علامت تو تھا۔ رفاقت کی تکمیل کی اور ماضی سے وابستگی کی۔

"بیٹے۔" اس نے گاڑی کی روانگی سے پہلے ڈرتے ڈرتے کہا۔ "جو کچھ ہوا اسے بھولنے کی کوشش کرنا۔ لبراڈور کے چکر میں مت پڑنا۔ نہ تمہارے باپ کا اس سے کوئی تعلق تھا اور نہ تمہارا ہے۔" میں نے صرف سر ہلایا جس کا کوئی مطلب نہیں تھا۔

*

میں چاہتا تھا اس بات کو بھول جاؤں۔ میرا باپ پاگل تھا یا نہیں تھا اب اس سے فرق بھی کیا پڑتا ہے۔ مگر سفر لمبا تھا اور میں نے جلدی میں کوئی چیز پڑھنے کے لئے نہیں لی تھی چنانچہ میرا خالی ذہن انگریزی محاورے کے مطابق شیطان کا کارخانہ بن گیا۔ میں نے اپنے سوٹ کیس میں سے تمام ڈائریاں نکالیں اور پنسل لے کر بیٹھ گیا۔ ایک انجینئر کی طرح میں نے حقائق کا تجزیہ کیا اور اس بے ترتیب اور الجھی ہوئی تحریر سے ایک ایسی مہم کی داستان کا خاکہ ابھرنے لگا جو ہزاروں میل دور لبراڈور کے برفانی

سمندر میں ختم ہو چکی تھی۔ ڈائری میں ۲۷ جگہ مختلف تحریریں تھیں ان میں سے ۱۲ تو پڑھی ہی نہیں جاتی تھیں۔ سات کو میں نے اس لئے نظرانداز کر دیا کہ کسی صورت میں بھی ان کا مہم سے کوئی تعلق معلوم نہیں ہوتا تھا۔ باقی ۵۴ حوالوں سے میں نے اپنے لئے ایک کہانی کا تانا بانا تیار کر لیا اس سے مقصد تو معلوم نہ ہوا لیکن یہ پتا چل گیا کہ بریف غالباً جولائی کے آخر میں روانہ ہوا تھا کیونکہ ۱۰ اگست کی تاریخ میں ایک جملہ لکھا ہوا تھا۔ "آج ون سے لے ٹو۔ یہ لے ٹو کہاں ہے"۔ تین دن بعد کی تاریخ میں "سی پی دریا سے لے تھری" لکھا تھا چنانچہ اے ٹو کا مطلب تھا سی پی نام کے

کسی دریا پر دوسرا کیمپ جہاں سے مہم کے ارکان تیسرے کیمپ پہنچے اس کے بعد ٹیم کے ارکان نے جہاں جہاں کیمپ قائم کئے انہیں بی ون بی ٹو اور بی تھری کا نام دیا گیا تھا۔ بعد کے حوالوں سے مجھے معلوم ہو گیا کہ "لے تھری" یعنی مہم کا تیسرا کیمپ "مادنی رینیڈ" کے قریب تھا اور بی ٹو "ایچ بی پوسٹ" کے قریب تھا۔ اس کے آگے لکھا تھا: "دنی کا پو۔ بالکل صحیح سمت ہے۔" ۹ ستمبر کو مہم کے ارکان نے اسٹیشن نمبر سی ون قائم کیا جو ایک جھیل کے پاس تھا۔ اس جھیل کو مقامی زبان میں "تالوکی کی جھیل" کہا جاتا تھا۔

مہم کے بارے میں سب سے پہلا حوالہ ۳ اگست کا تھا۔ "وی اوسکس اے زیڈ۔ رات کے دس بجے۔ بات دلچسپ ہے۔ ارضی جائزہ؟" اگلے دن اسی وقت پھر اسٹیشن کا نمبر تھا اور اس کے بعد موٹے موٹے حروف میں لکھا گیا تھا: "میک گورن کمپنی معدنیات کی تلاش کے لئے ارضی جائزہ لے رہی ہے۔ غالباً یہ انہی کا اسٹیشن ہے۔" اس سے اگلی تاریخ میں تھا۔ "رات کے دس بجے بیس میٹر بینڈ" اس کے بعد "یہ کوڈ کی بجائے صاف بات کیوں نہیں کرتے۔" پھر بریف کا نام دس بار لکھ کر کاٹ دیا گیا تھا۔ اور ایک سوال تھا: "آخر یہ بریف کون ہے۔" اگلی تحریر تھی: "پچھتر

میٹر بینڈ۔ صحیح فریکوئنسی تین ہزار سات سو اسی کلو سائیکل۔" دوسری جگہ صرف "لاردش" کا نام تھا۔ آگے لکھا تھا: "کوئی آواز نہیں۔ تین ہزار سات سو اسی۔" ۱۳ ستمبر میں درج تھا۔ "موسم بہت خراب ہے۔ جہاز کی پرواز میں تاخیر۔؟" پھر "بریف دو پروازوں پر مصر ہے۔" اس سے آگے "سی ٹو اگر سی ون کے شمال میں ہے تو یہ لوگ صحیح سمت میں جا رہے ہیں۔" ۱۴ ستمبر کو جہاز کا حادثہ پیش آیا تھا اور اس تاریخ میں لکھا تھا "جہاز واپس نہیں لوٹا۔ سات بجکر پینتالیس منٹ۔ آخر کیا مصیبت آن پڑی ہے۔ پچھتر میٹر بینڈ کی نشریات مسلسل سننی پڑیں گی۔ پونے نو بجے۔ جہاز کا کچھ پتا نہیں۔" اس کے بعد تھا: "پونے دس۔ وی اوسکس وی اوسکس۔" اس سے معلوم ہوتا تھا کہ اسٹیشن وی اوسکس اے زیڈ جو رات کے دس بجے باقاعدگی سے پیغامات بھیجتا تھا۔ اب پندرہ منٹ کے وقفے سے مسلسل پیغام دے رہا تھا: "سوا دس بجے شب۔ جہاز واپس آ گیا۔ موسم سخت خراب ہے پھر بھی بریف کی پرواز؟ صرف ایک گھنٹے میں؟" اس کے بعد صبح کے پونے تین بجے تک صرف وقت

درج تھا۔ ہر پندرہ منٹ بعد پونے چار بجے لکھا تھا: "آخر اس بے وقوف کو جلدی کس بات کی تھی۔" اس کے بعد کام کی بات کوئی نہیں تھی بلکہ لکھا تھا جو ہر تصویر اور بے معنی تحریر میں جھلک رہا تھا۔ دائرے اور تکون۔ شیر کی صورت۔ مچھلی کی تصویر۔ جو بھی اس کے دماغ میں آیا۔ ۱۵ ستمبر کو وہی تحریر تھی جو میں نے سب سے پہلے دیکھی تھی "سی ٹو۔ سی ٹو۔ آخر یہ ہے کہاں۔" اور اس گیت کے بول "تم نہ جانے کس جہاں میں کھو گئے۔" اور تین غیر مانوس نام اور بے کار باتیں۔ ماہرین کی رائے

اور اکھڑ کھڑا ہوا۔ مجھے اس کی صورت دیکھ کر حیرت ہوئی۔ شاید یہ فیصلہ اس کی توقعات کے برعکس تھا۔ "عجیب معاملہ ہے۔" اس نے آہستہ سے کہا: "خیر کل صبح ساڑھے سات بجے۔"

اس رات مجھے نیند نہیں آئی۔ میں سگریٹ سے سگریٹ سلگاتا گیا اور کمرے میں ٹہلتا رہا۔ فیرو نے ٹھیک کہا تھا۔ معاملہ واقعی عجیب ہے۔ میری ماں نے بھی ٹھیک کہا تھا۔ دنیا ہنسے گی۔ لبراڈور کے چکر میں مت پڑنا۔ میرا ذہن تائید و تردید کی رزم گاہ بنا ہوا تھا۔ اعتماد کی عمارت متزلزل تھی اور یقین میں رخنے نمودار ہو رہے تھے۔ انجام کا خوف غالب آ رہا تھا۔ وہ انجام جو ساری دنیا کے لئے متوقع ہے۔ ننانوے فیصد کو۔ مگر میں ایک فیصد امکانات کے پیچھے بھاگ رہا تھا اور ساری دنیا جیسے تماشائی بن گئی تھی۔ پاگل پاگل۔

لیکن اس کے باوجود میں صبح ساڑھے پانچ بجے ہی کمپنی آفس پہنچ گیا اور سات بجے تک دوسرے جہازوں کو آتے جاتے دیکھتا رہا۔ سات بجے میں فیرو کے اور جہاز کے عملے کے ہمراہ چار انجنوں والے طیارے کی سمت روانہ ہوا۔ یہ مال بردار طیارہ تھا۔ میرے ارد گرد سامان کے ڈھیر تھے اور جہاز کے فرش کے علاوہ بیٹھنے کی کوئی جگہ نہ تھی۔ دروازہ بند ہونے کے چند منٹ بعد میں نے ایک ایک کر کے

"میں مان لیتا ہوں کہ تم نے جو کچھ بتایا ہے درست ہے مگر ایک بات میری سمجھ میں کبھی نہیں آئی۔ بریف کے اڑتالیس نمبر ٹرانسمیٹر کی آواز اپنی حد سے ڈھائی ہزار میل آگے کیسے چلی گئی۔ وہ تو چھوٹا سا سیٹ ہے۔ اس کی نشریات کا دائرہ بہت محدود تھا۔"

"مخصوص موسمیاتی اور فضا کے بالائی طبقوں کے تغیرات میں ایسا ہوتا ہے۔ یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں۔ چند گھنٹے یا چند دن تک ریڈیو سگنل ادھر سے ادھر ہو جاتے ہیں۔" میں نے کہا۔

فیرو نے سر ہلایا اور کاغذ پھر اٹھا لیا: "تو تم چاہتے ہو میں لیڈر سے بات کروں۔" پھر اس نے مجھ سے اتنے سوال کئے کہ مجھے شک ہونے لگا کہ کہیں وہ مجھے بھی میرے باپ کی طرح خبطی تو نہیں سمجھ رہا ہے پھر وہ بہت دیر تک خاموش بیٹھا رہا۔

"فرگوسن۔ میرا خیال ہے تمہیں خود گوز بے جانا چاہیئے۔" بالآخر اس نے کہا۔

"کیا۔؟" میں نے حیرت سے کہا: "مجھے خود۔ وہ کیسے؟ کس لئے۔"

"اگر تمہیں یقین ہے کہ تمہارا باپ پاگل نہیں تھا تو تمہیں یہ بات ثابت کرنی پڑے گی ورنہ کوئی تمہاری بات نہیں سنے گا۔ ہربرٹ اپنے ساتھ لے جاؤ۔ سمجھے۔؟ کل صبح ساڑھے سات بجے میرے ساتھ چلو۔ شام چار بجے ہم گوزبے پہنچ جائیں گے۔ میں فون کر دوں گا کہ لیڈر تم سے ہوائی اڈے پر مل لے اور تمہیں اطمینان سے بات کرنے کے لئے دو گھنٹے مل جائیں گے۔" فیرو نے کہا۔

"میری نوکری کا کیا بنے گا۔؟" میں نے کہا۔ میرے دماغ میں ہلچل مچی ہوئی تھی اور میں فوری طور پر سب کچھ طے کرنے کے قابل نہ تھا۔

"کیا بنے گا۔ جمعہ کو تم واپس پہنچ جاؤ گے۔ پاسپورٹ ہے؟"

"ہے مگر برطانوی۔" میں نے کہا "کسٹم والے....."

"وہ میں کر لوں گا۔ تم بتاؤ چلنا ہے یا نہیں؟" وہ چڑ کر بولا۔

میں خاموش بیٹھا رہا۔ تذبذب، کشمکش۔ نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن۔ دنیا ہنسے گی۔

"فرگوسن اگر تمہیں خود ان نتائج پر اعتماد نہیں جو تم نے اخذ کئے ہیں تو سوچو دوسرے کیسے قائل ہو سکتے ہیں۔ یہ بہت مشکل کام ہے تمہارا کہنا یہ ہے کہ یا تو لاروش نے غلطی سے ان کو مردہ سمجھ لیا یا وہ عمداً جھوٹ بول رہا ہے۔ یہی بات ہے نا۔ اگر تم نے یہ ثابت نہ کیا تو یہ ثابت کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی کہ تمہارا باپ بھی پاگل تھا اور......" اس وقت صرف ایک لمحے کے لئے میرے تصور میں اپنے باپ کی موت کی تصویر آئی۔

"میں تمہارے ساتھ چل رہا ہوں۔" میں نے اسکی بات کاٹ دی۔

اب میری سمجھ میں آنے لگی تھی۔ ان صفحات میں جو الٹی سیدھی چیزیں درج تھیں وہ ایک پاگل کے ذہن سے منسوب کرنے میں کوئی دقت نہیں لگتی لیکن مجھے کار آمد باتوں کو الگ کر کے کسی واضح نتیجے پر پہنچنے میں کئی گھنٹے لگ گئے تھے۔ کس کے پاس اتنی فرصت ہے کہ ایک معقد پاگل کی باتوں کا کوئی مطلب نکالے۔ جو ساری رات جاگتا رہا اور کانوں پر ہیڈ فون چڑھائے بیٹھا رہا۔ وہ خبطی ریڈیو آپریٹر۔ مگر اس نے جو کچھ سنا وہ غلط نہیں تھا۔ غلطی ان کی تھی جنہوں نے کچھ نہیں سنا یا سننے کی کوشش نہیں کی۔ مہم کے ارکان میں تین افراد کے نام آتے تھے۔ بریف اور بیرڈ۔ تیسرا نام لاروش تھا جس کے بارے میں لکھا تھا "لیڈر کا لاروش سے رابطہ قائم ہے۔" دو دن بعد لاروش کا نام موٹے حرف میں کئی بار لکھا گیا تھا اور یہ کہ "ایسا نہیں ہو سکتا۔ میرا دماغ خراب ہو گیا ہے۔" اس سے آگے کی تحریر تھی "سی ٹو سے مہم کے باقی تین ارکان حفاظت کے ساتھ واپس آ گئے۔" آگے پھر وہی بے ربط تحریر۔

۲۲ ستمبر۔ پانچ بجکر پانچ منٹ پر اسٹیشن وی او ایکس ایل اے زیڈ سے بات ہوئی۔ "دو دن بعد۔" پانچ بجکر انیس منٹ۔ "تلاش جاری ہے۔" اس کے بعد پھر بے ربط تحریر۔ اخباروں کے حوالے۔ ریڈیو بلیٹن کے اقتباسات۔ ۲۶ ستمبر تک اس کے ذہنی انتشار کی پیداوار کی صورت میں ہر چیز تھی۔ اور صرف ایک بات کام کی تھی "سب ختم۔ وہ دونوں تو مارے گئے۔" دوپہر کے ایک بجے "لیڈر سے بات ہوئی۔" پانچ بجکر چودہ منٹ "لاروش بچ گیا؟ لاروش بچ گیا؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ناممکن۔ ناممکن۔ قطعی ناممکن۔ جے الیف الیف۔"

گاڑی کے برسٹول پہنچنے تک یہ بات ثابت ہو گئی تھی کہ میرے باپ نے ابتدا ہی سے مہم میں دلچسپی لینی شروع کر دی تھی اور آخری وقت تک ان کے بارے میں تمام معلومات حاصل کی تھیں۔ یہاں تک کہ اس نے اسٹیشن وی او ایکس ایل اے زیڈ سے براہ راست رابطہ بھی قائم کر لیا تھا بے شک ان تمام حقائق کو تسلسل کے ساتھ ایک رشتے میں جوڑنا کوڑے کے ڈھیر سے موتی چن کر ہار بنانے کے مترادف تھا لیکن مجھے خوشی تھی کہ میری محنت رائگاں نہیں گئی۔ مجھے اس بات کا اطمینان ہو گیا کہ میرے باپ کا ذہن آخری وقت تک صحیح کام کر رہا تھا اور جو کچھ اس نے سنا وہ دیوانے کا خواب نہیں کہلا سکتا کیونکہ نام اور واقعات کی تصدیق ہو چکی تھی

کاش یہ محنت میں نے پولیس کو طلب کرنے سے پہلے کی ہوتی۔ پھر مجھے اپنی ماں کی بات یاد آئی: "براڈور کے چکر میں مت پڑنا۔" کیوں۔۔؟ وہ ایسا کیوں چاہتی تھی۔ براڈور کے نام سے وہ کیوں خائف تھی؟ ایرپورٹ پہنچنے تک میں انہی خیالات میں غرق رہا۔ بات یقیناً اہم تھی ورنہ وہ اتنی محنت کیوں کرتا اور میری ماں کو یہ بات ضرور معلوم ہوگی۔

شام کے چھ بج چکے تھے اور کمپنی کا دفتر بند تھا۔ میں کلب کے بار میں جا بیٹھا۔ وہاں میرے بہت سے شناسا موجود تھے جنہوں نے رسمی طور پر اظہار افسوس کیا اور میں ان کا رسمی طور پر شکریہ ادا کر کے کاؤنٹر کے سامنے ایک اونچے اسٹول پر بیٹھ گیا۔ ساتھ والے اسٹول پر فیرو بیٹھا تھا جو کینیڈا کا رہنے والا تھا اور پائلٹ تھا۔ "ہلو۔" اس نے میری طرف رخ کرتے ہوئے خوش مزاجی سے کہا۔ "کیا بیچ گئے؟ سنا ہے تمہارا باپ مرگیا۔ سوری۔ وہسکی؟ یا کچھ اور۔۔؟"

"کچھ بھی ہو۔" میں نے کہا۔ "میں تم سے ایک اور بات کرنا چاہتا ہوں۔ براڈور کی مہم کے بارے میں۔"

"اس کی اب کیا بات کرنی۔ ان کی تلاش تو ہفتہ بھر پہلے ختم ہو چکی۔ صرف پائلٹ لاز دش بچا ہے۔" فیرو نے کہا۔

"مجھے معلوم ہے۔ یہ بتاؤ۔ تم گوزبے جاتے ہو۔" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔ کل کی پرواز کے دوران ذرا سی دیر کے لئے رکوں گا۔ ویسے جاتا رہتا ہوں۔"

"سائمن لیڈر نام کے تم کسی ریڈیو آپریٹر کو جانتے ہو۔ پتہ ہے معرفت ڈی او ٹی۔"

"ڈپارٹمنٹ آف ٹرانسپورٹ۔ نام تو نہیں سنا لیکن امریکہ کی طرف ہوگا۔ کیوں۔۔؟" اس نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا بارمین نے ہمارے سامنے وہسکی کے دو پیگ رکھ دیئے۔ "گوزبے میں تم کل کس وقت اترو گے۔ اگر ممکن ہو تو میرا ایک پیغام دے دینا اسے۔"

"میں رات نو بجے پہنچوں گا۔ پیغام کیا ہے۔"

"اس لئے۔۔۔۔" میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ بات کہاں سے شروع کروں۔ "برطانیہ میں ایک اسٹیشن سے بات کی تھی۔ اسٹیشن جی ٹو ایس ٹی او۔ لیڈر معدنیات تلاش کرنے والی ایک کمپنی اور بریف کی ٹیم کے درمیان رابطے کا کام کرتا تھا اور حکام نے تحقیقات کے دوران اس سے اسٹیشن "جی ٹو ایس ٹی او" سے رابطے کی تفصیلات طلب کی تھیں۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا؟" اس نے اچانک سوال کیا۔ "اور تمہارا کیا تعلق ہے اس سے؟"

"مجھے۔۔۔۔ مجھے۔۔۔۔ میرے ایک دوست نے بتایا تھا۔" میں نے کہا لیکن مجھے اندازہ ہوگیا کہ پوری بات بتائے بغیر کام نہیں چلے گا۔ چنانچہ میں نے تفصیل سے سب کچھ بتا دیا۔ ان نتائج کے بارے میں بھی جو میں نے اخذ کئے تھے اور گاڑی کے سفر کے دوران جتنے حوالے ایک کاغذ پر لکھے تھے وہ بھی اس کے سامنے رکھ دیئے۔ اس کے ماتھے پر سوچ کی گہری شکنیں نمودار ہوگئیں اور وہ کاغذ پر نظریں جمائے بیٹھا رہا۔

"تمہارا کیا خیال ہے۔ یہ ایک پاگل کا کارنامہ ہے۔ کوئی شخص ثابت کرسکتا ہے کہ وہ پاگل تھا۔" فیرو نے کوئی جواب نہیں دیا

"سرکاری حکام نے میری بات نہیں مانی۔" میں نے کہا۔ "لیکن۔"

چاروں انجنوں کے اسٹارٹ ہونے کی آواز سنی پھر تھوڑی سی حرکت محسوس ہوئی اور جب شور انتہا کو پہنچ کر اچانک کم ہوگیا تو میں سمجھ گیا کہ جہاز پرواز کرنے لگا ہے۔ دس بجے مجھے عملے کے ایک رکن نے سینڈوچ اور کافی لا کر دی۔ "ساڑھے گیارہ بجے جہاز آئس لینڈ میں اترے گا۔" اس نے مجھے مطلع کیا۔ جہاز کی حرکت کے ساتھ اوپر نیچے ہونے میں میری حالت غیر ہوگئی تھی چنانچہ ایک گھنٹے کے قیام کے دوران میں نے باہر نکل کر برف پر پھیلی ہوئی چندھیا دینے والی دھوپ کی حرارت کو جسم میں جذب کیا اور ہوائی اڈے کی اجڑی ہوئی عمارت میں زندگی سے بیزار مسافروں کو انتظار میں مبتلا دیکھا۔ اس ایک گھنٹے میں جہاز نے تیل لیا اور پھر پرواز کر گیا۔ گرین لینڈ پر شدید طوفان کے آثار تھے لیکن جہاز اوپر سے نکل گیا۔ میری گھڑی میں نو بجکر بیس منٹ ہوئے تھے جب فیرو نے پیغام بھیجا کہ میں براڈور کا فضائی نظارہ کرنا چاہوں تو آگے اس کے کیبن میں آجاؤں۔ کیبن میں پہنچ کر میں نے باہر دیکھا تو دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔ بادلوں کے بڑے بڑے ٹکڑے نیچے تیر رہے تھے اور ہر طرف برف تھی۔ بادل اور برف اور دھوپ۔ ہر چیز سفید، خیرہ کر دینے والی سفیدی جس کی سرحد سے سیاہی مائل نیلا آسمان ملتا تھا۔

"ایک انجن میں گڑبڑ ہے۔ میرا خیال ہے رات کو رکنا پڑے گا۔ تمہیں دو گھنٹے سے کہیں زیادہ وقت مل جائے گا۔" فیرو نے کہا۔ انجن کی خرابی کا ذکر سن کر میں تھوڑا سا ڈرا لیکن عملے کے پرسکون چہروں کو دیکھ کر میرا اعتماد بحال ہوگیا۔ براڈور۔ میرے مرحوم باپ کے خوابوں کی سرزمین میرے سامنے نہ پہاڑ تھے نہ کھائیاں۔ بس برف کی زمین تھی جو اس طرح بلند ہوتی جارہی تھی کہ لگتا تھا افق کی سرحد پر آسمان سے جا ملی ہے۔ معلوم ہوتا تھا اس کے آگے کچھ نہیں ہے۔ "یہ گوزبے کا علاقہ ہے۔ یہ ریت کا نہیں برف کا صحرا ہے۔ یہاں بھی سمت کا تعین نہیں ہوتا اور ہر مقام ایک جیسا لگتا ہے۔" فیرو نے کہا۔ میں خاموشی سے باہر دیکھتا رہا۔ جہاز نیچا ہونے لگا پھر اس نے زمین کو چھوا۔

"میں تمہارے لئے ٹی سی اے ہوٹل میں کمرے کا بندوبست کر دوں گا۔ اب ہم اترنے والے ہیں۔ اس لئے اپنی گھڑی ٹھیک کر لو۔ پانچ بجکر بیس منٹ ہوئے ہیں۔ حیرانی کی بات نہیں۔ ساڑھے چار گھنٹے کا فرق ہے انگلینڈ اور گوزبے میں۔" فیرو نے کہا۔ جہاز رک گیا اور فیرو باہر نکلا۔ "کیپٹن فیرو۔" کسی نے کہا۔ "میرا نام سائمن لیڈر ہے۔"

"ان سے ملو۔ یہ تم سے ملنا چاہتے تھے۔" اس نے جواب میں میری طرف اشارہ کیا اور چل پڑا۔ میں نے سائمن سے ہاتھ ملایا۔

"فرمایئے۔" اس نے مختصراً کہا۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ بات کہاں سے
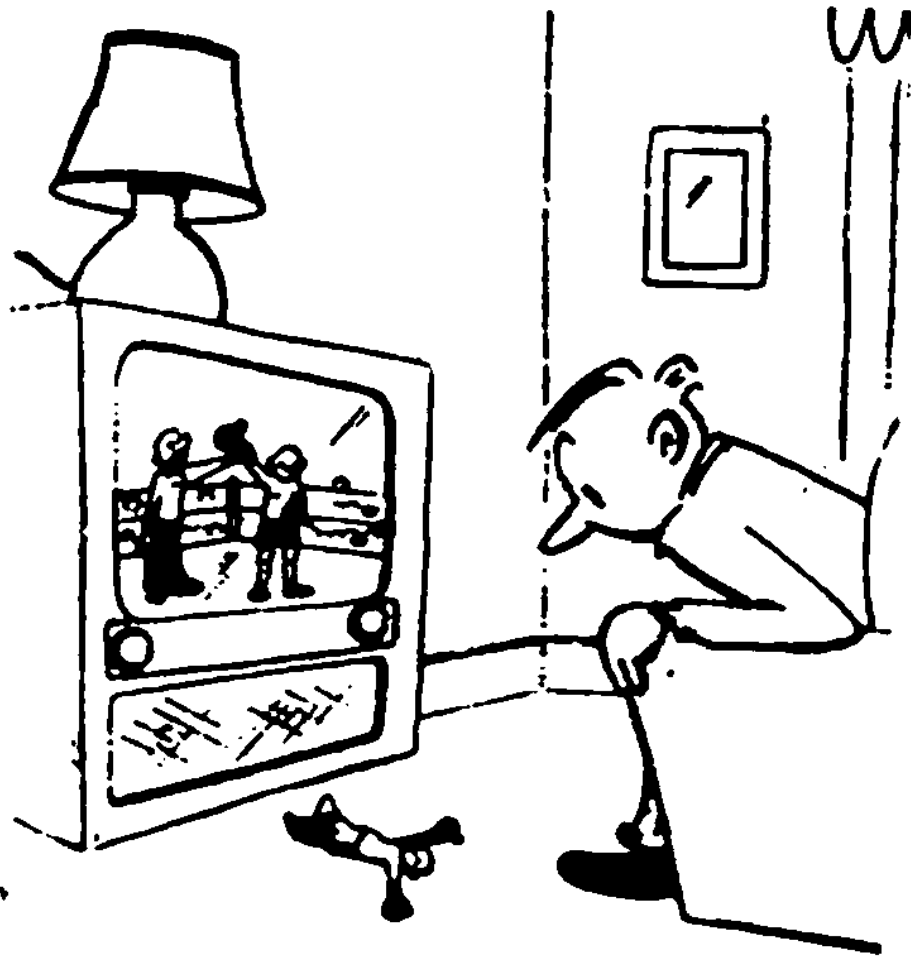
شروع کروں۔ وہ خاموش کھڑا مجھے دیکھ رہا تھا اور جواب کا منتظر تھا۔
"آپ جیمس نیلے فرگوسن کے نام سے واقف ہیں" میں نے پوچھا۔
"وہ ۱۹۰۰ء کی مہم میں شریک تھے نا" اس نے پوچھا۔

"نہیں۔ اسٹیشن جی ٹو ایس ٹی او" میں نے کہا "آپ کا۔ کال نمبر وی او ٹکس لے زیڈ ہے" سائمن نے اثبات میں سر ہلایا "آپ کو کیسے معلوم ہوا۔۔؟"
"آپ کا اسٹیشن جی ٹو ایس ٹی او سے کتنی بار رابطہ قائم ہوا" میں نے کہا "گزشتہ ہفتے میں"
"چھ بار۔ مگر آپ کیوں پوچھ رہے ہیں۔ آپ کا تعلق ایر فورس یا پولیس سے ہے؟"
"مجھے آپ سے چند سوال کرنے ہیں" میں نے ادھر اُدھر دیکھا۔ "اگر بیٹھنے کی کوئی جگہ ہو تو۔۔۔۔"
"سوال؟ کیسے سوال" وہ اچانک بھڑک اٹھا "اس حرامزادے نے کہیں مرتے مرتے یہ کہہ دیا کہ اسے برلیف کی آواز سنائی دی ہے۔ وہ تو بعد میں معلوم ہوا کہ وہ پاگل تھا لیکن اس نے میرے لئے خاصی مشکل پیدا کر دی ہے۔ مجھے پوری رپورٹ دینی پڑی۔ تمہیں جو کچھ دیکھنا ہے اس رپورٹ میں دیکھ لو"
مجھے سخت غصہ آیا مگر میں پی گیا "تمہارا مطلب ہے اس نے جو سنا وہ غلط تھا"
"ظاہر ہے۔ ایک آدمی کو مرے ہوئے ہفتہ ہو گیا۔ اب کیا اس کی روح پیغام نشر کر رہی تھی"
"اس آدمی کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ وہ مرگیا" میں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

"کیا مطلب؟" وہ بوکھلا گیا "تمہارے خیال میں وہ زندہ ہے؟"
"میرا مطلب یہ ہے کہ ممکن ہے وہ مرا نہ ہو اور جس وقت ۲۹ تاریخ کو اس نے پیغام دیا تو کوئی بھی پچیتر میٹر بینڈ۔ تین ہزار سات سو تی کلو سائیکل پر اس کی آواز سننے نہ بیٹھا ہو۔ تم بتاؤ تم نے اس دن دو بجے برلیف کی آواز سننے کی کوشش کی تھی۔؟" میں نے کہا۔
"دو بجے۔ یا ساڑھے نو بجے۔؟"
"یہاں ساڑھے نو بجے ہوں گے۔ ساڑھے چار گھنٹے کا فرق نکال دو۔ بتاؤ تم نے کوشش کی تھی۔؟"
"اس کی ضرورت ہی کہاں تھی۔ تلاش کا کام اس سے تین دن پہلے ہی ختم کر دیا گیا تھا اور برلیف کی موت کے بارے میں کسی قسم کے شبہ کی گنجائش نہیں تھی"
"لاش دیکھے بغیر۔؟ کیوں؟ اس لئے کہ لارڈش نے جو کچھ کہا اسے سچ مان لیا گیا۔؟"
"تمہارا مطلب ہے وہ جھوٹ بول رہا ہے۔ تمہارا دماغ خراب ہے"
"ہاں میرا دماغ خراب ہے کیونکہ میں اس حرامزادے کا بیٹا ہوں۔ پاگل کا بیٹا" میں نے گرم ہوتے ہوئے کہا "دوسروں کی بات چھوڑو۔ یہ بتاؤ جب وہ تم سے بات کرتا تھا تو کیا اس کی باتوں سے اندازہ ہوتا تھا

کہ وہ پاگل ہے۔ تم نے اُسے دیکھا نہیں لیکن گفتگو سے ضرور اندازہ کیا ہوگا۔" وہ ہونچکا رہ گیا۔ میرے الفاظ نے وقتی طور پر اس کے اوسان خطا کر دیئے تھے۔ وہ جواب دینے کی کوشش کرتا رہا۔" نہیں..... دیکھئے مجھے معلوم نہیں تھا..... میں سمجھا تھا آپ پولیس کے آدمی ہیں۔"

"میں نے تمہاری گالیوں کا برا نہیں مانا۔ صرف اتنا بتا دو کہ کیا اس کے بارے میں پولیس کے ذریعے کچھ جاننے سے پہلے بھی کبھی تمہیں احساس ہوا تھا کہ دوسری طرف سے بات کرنے والا پاگل ہے؟"
اس نے نفی میں سر ہلایا۔" اس کے چند سوال مجھے کچھ عجیب ضرور لگے تھے مگر.....؟"

"مسٹر سائمن۔" میں نے کہا۔" میرا باپ بھی تمہاری طرح ریڈیو آپریٹر تھا۔ کیا تم اسے پاگل کہہ سکتے ہو۔ کیا تمہارے ذہن میں ان کے بارے میں یہی تاثر ہے۔"

"مسٹر فرگوسن۔ میں نے کبھی ان کی صورت نہیں دیکھی ان کی آواز نہیں سنی۔ میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ وہ مورس کوڈ میں گفتگو کرتے تھے۔ براہ راست بات چیت ہو تو۔ خیر۔ چلئے میں آپ کو وہ رپورٹ دکھا دوں میرے پاس اس کی ایک کاپی پڑی ہے۔ گھر پر۔"
"گھر پر۔؟" میں نے کہا۔" میں سامان ہوٹل میں چھوڑ کر آتا ہوں۔"
"میرا گھر ہوائی اڈے کے ختم ہوتے ہی ہے۔" سائمن لیڈر نے چلتے چلتے کہا۔" میں انتظار کروں گا۔" کیپٹن فیرو نے کسٹم اور پاسپورٹ کے معاملات طے کرائے پھر مجھے ٹرک میں سوار کرایا اور کہا کہ میں اگلے دن صبح پہنچ جاؤں۔ ہوٹل پہنچ کر میں نے اپنا سامان کمرے میں کھا اور گرم پانی سے غسل کیا۔ یہ ہوٹل کیا تھا لکڑی کی بیرک نما عمارت تھی مگر اندر سے کمرے آرام دہ تھے۔ ساڑھے سات بجے میں کھانا کھا کے فارغ ہوا اور لیڈر کے گھر کی طرف چل پڑا۔ اس وقت تک سردی بہت بڑھ گئی تھی۔

لیڈر نے خود دروازہ کھولا اور مجھے اندر لے گیا۔ کمرہ بہت گرم تھا وہاں دو عورتیں بھی موجود تھیں۔ ان میں ایک جو عمر میں کم تھی سائمن لیڈر کی بیوی تھی اور دوسری کوئی ملنے والی۔ میں ان کی موجودگی میں بات نہیں کرنا چاہتا تھا اور غالباً سائمن نے اس بات کو سمجھ لیا۔ مسز سائمن نے مجھے کافی کے لئے روکنا چاہا لیکن میں سائمن کے ساتھ ریڈیو روم کی طرف روانہ ہو گیا۔ دوسرے کمرے میں فرش سے نیچے کی طرف ایک زینہ جاتا تھا۔ زینہ جس کمرے میں ختم ہوتا تھا وہ پورا کباڑ خانہ تھا اور اس میں ہر غیر ضروری چیز پھینک دی گئی تھی۔ صرف ایک کونا ایسا تھا جہاں میز پر ریڈیو ٹرانسمیٹر اور ریسیور رکھے تھے۔" کیا یہی اسٹیشن وی او ہکس لے زیڈ ہے۔" میں نے کہا۔
"ہاں۔" اس نے سامان سمیٹتے ہوئے کہا۔ مجھے اپنے باپ کا وہ کمرہ یاد آیا جس کے باہر سرخ حرف سے لکھا تھا" اسٹیشن جی ٹو ایس ٹی

اور" ان دونوں کمروں میں کوئی فرق نہ تھا لیکن ان میں بیٹھ کر باتیں کرنے والوں کے درمیان بحر الکاہل حائل تھا۔ ڈیپارٹمنٹ آف ٹرانسپورٹ کے وائرلیس اسٹیشن اور ایک مخبوط الحواس معذور شخص کے اسٹیشن کا معیار ایک ہی تھا۔ چند کاغذات پر مشتمل ایک رپورٹ نکال کر اس نے میرے سامنے رکھ دی جس پر موٹے حروف میں لکھا تھا" برطانیہ کے اسٹیشن جی ٹو ایس ٹی او سے رابطے کی رپورٹ۔"
"ممکن ہے تمہیں اس رپورٹ پر اعتراض ہو لیکن اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔ ایک تو میں سب کی طرح ذہنی طور پر بریف کی موت کو تسلیم کر چکا تھا دوسرے مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہ تمہارے والد ہیں۔ ہمیں ویسے بھی صرف اسٹیشن کے کال نمبر سے واسطہ پڑتا ہے کسی شخص سے نہیں۔" اس نے معذرت آمیز لہجے میں کہا۔ میں رپورٹ پڑھنے لگا۔
"۱۰ اگست کو میرے والد نے تم سے بریف کے ٹرانسمیٹر کی فریکوئنسی اور نشریات کا وقت پوچھا تھا۔ چھتر میٹر بینڈ۔ تین ہزار سات سو اسی کلو سائیکل؟ پھر میں نے اسے لاگ بک میں یہی فریکوئنسی دکھائی۔ اس نے تائید کی۔
"یہ تو ٹھیک ہے لیکن انگلینڈ اس اڑتالیس نمبر ٹرانسمیٹر کی نشریات کی حد سے ڈھائی ہزار میل دور ہے۔"
"رپورٹ میں تم نے لکھا ہے کہ اس کے امکانات کم ہیں مگر یہ ممکن ہے اور ایسا ہوتا ہے۔" میں نے کہا۔" یہ عام مشاہدے کی بات ہے۔"
"مگر تم امکانات کو تو دیکھو۔" سائمن لیڈر نے کہا۔" اول تو بریف کے زندہ رہنے کے بالکل امکانات نہیں ایک فیصد سمجھ لو۔ پھر بریف کی نشریات کے انگلینڈ پہنچنے کے امکانات ایک فیصد۔ ایک فیصد کا ایک فیصد۔ دس ہزار میں سے ایک۔ پھر یہ کہ عین اسی وقت ساری دنیا کے آپریٹرز کو چھوڑ کر تمہارے والد کے اس سگنل کو وصول کرنے کے امکانات۔ دس لاکھ میں سے ایک۔" اس نے نفی میں سر ہلایا۔
"مسٹر سائمن۔ میرا باپ معذور تھا۔ اپاہج اور اس کے پاس وقت گزارنے کا کوئی اور مشغلہ نہیں تھا۔ وہ چوبیس گھنٹے ریسیور لئے بیٹھا رہتا تھا۔ چنانچہ ان امکانات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ ساری دنیا میں صرف وہی ایک شخص تھا جس نے بریف کا پیغام سن لیا۔ پھر میں نے اسے تفصیل سے اپنے باپ کی موت کے بارے میں بتایا اور اسے تمام لاگ بکس دکھائیں۔ ان ڈائریوں کو لاگ بک کہنا ہی غلط تھا مگر میرے باپ کے پاس اسٹینڈرڈ لاگ بک نہیں تھی۔ میں رپورٹ پڑھنے لگا۔ سائمن لاگ بکس دیکھتا رہا۔ رپورٹ میں اس نے لکھا تھا:
"۱۰ ستمبر کو اس نے مجھ سے پوچھا کہ کیا بریف نے کبھی شیر والے جھیل کا ذکر کیا ہے اور میں نے کہا نہیں۔ پھر اس نے سی ون ایریا کی تفصیل مانگی۔ یہ بھی میں نے نہیں دی۔ اس کے بعد وہ مصر تھا کہ میں

لاروش سے جھیل کے بارے میں پوچھوں۔ ۱۵ تاریخ کو اس نے تصدیق چاہی پھر اس نے سی ٹوکیپ کے محل وقوع کے بارے میں سوال کیا لیکن میں نے کچھ نہیں بتلایا۔ ۲۲ ستمبر کو اس نے پوچھا کہ کیا میں کینیڈا کے ان ماہرین سے جو مہم میں شریک ہیں ۱۹۰۰ء کی مہم کے بارے میں معلوم کر سکتا ہوں۔ دو دن بعد اس نے پھر یہی پوچھا تو میں نے اسے مشورہ دیا کہ وہ اٹاوہ میں محکمہ معدنیات سے رجوع کرے۔ آخری بار اس نے مجھ سے بریف کے ٹرانسمیٹر کی فریکونسی پوچھی اور میں نے بتا دیا کہ چھبیس میٹر بینڈ تین ہزار سات سو اسی کلو سائیکل کی فریکونسی درست ہے اور بریف اسی پر پیغام نشر کرتا ہے۔"

"یہ سی ٹوکیپ اتی کوناک کے علاقے میں تھا۔؟" میں نے کہا۔

"ہاں کیا تمہیں معلوم ہے کہ اسے شیر والی جھیل میں کیوں اتنی دلچسپی تھی۔ براڈور سے اس کا کیا رشتہ تھا۔" میں نے نفی میں سر ہلایا۔ "یہ بڑی لمبی کہانی ہے بیٹے۔ مجھے اپنے باپ کی بات یاد آئی۔" مجھے اگر اس کا نام پہلے معلوم ہو گیا ہوتا تو شاید میں ان سوالات کو اہمیت دیتا۔" سائمن نے کہا۔

"نام سے کیا فرق پڑتا ہے نام تو کچھ بھی ہو سکتا تھا۔" میں نے حیرت سے کہا۔

"۱۹۰۰ء کی مہم میں اتی کوناک کے مقام پر جو شخص مارا گیا تھا وہ بھی فرگوسن تھا۔" سائمن نے کہا۔ "جیمس فنلے فرگوسن۔ کیا تمہیں یہ بات نہیں معلوم۔؟"

"نہیں۔" میں احمقوں کی طرح اس کی شکل دیکھتا رہا۔ مجھے اس انکشاف نے سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رکھا تھا۔ میرا ذہن ماضی کی طرف پرواز کر رہا تھا۔ میرے باپ کی دلچسپی۔ میری ماں کا خوف۔ دادی کی تصویر اور وہ چیزیں جو شمالی کینیڈا سے آئی تھیں۔ براڈور کے متعلق کتابیں اور نقشے اور میری ماں کی وہ بات کہ میں براڈور کے چکر میں نہ پڑوں۔ یہ سب ایک ہی زنجیر کی کڑیاں تھیں۔ مجھے یوں لگا جیسے ان سب نے مل کر میرے خلاف سازش کر لی تھی اور مجھے اپنے خاندان کے اس راز میں شریک نہیں کیا تھا۔

"تمہارے والد نے بتایا تو ہو گا کہ وہ تمہارے رشتہ دار تھے۔" سائمن نے کہا۔

"وہ۔؟ ہاں۔ وہ میرے دادا ہوں گے۔ کیونکہ میرے والد کا چچا تایا کوئی نہیں تھا۔" میں نے کہا۔ پھر مجھے یاد آیا کہ میرے باپ کی پرورش میری دادی نے کی تھی۔ یقیناً اسی نے میرے باپ کا نام جیمس فنلے فرگوسن رکھا ہو گا۔ وہی جو میرے دادا کا نام تھا کیونکہ میرا باپ ۱۹۰۰ء ہی میں پیدا ہوا تھا۔

"۱۹۰۰ء کی مہم کے بارے میں تمہیں اور کیا معلوم ہے۔" میں نے پوچھا۔

"زیادہ نہیں۔ بس اتنا کہ اس مہم میں دو افراد شریک تھے۔ ٹم بیرڈ اور جیمس فنلے فرگوسن جس نے سرمایہ فراہم کیا تھا۔ فرگوسن مارا گیا اور ٹم بیرڈ لوٹ آیا۔ مگر کمال ہے تمہیں کچھ نہیں معلوم۔ وہ تمہارا دادا تھا تمہیں اس کے بارے میں زیادہ علم ہونا چاہیے۔ ایک طرف تم کہتے ہو اسے براڈور سے انتہائی دلچسپی تھی دوسری طرف۔"

"میں نے کہا نا کہ میرا باپ معذور تھا۔ یہ بتاؤ مہم کا مقصد سونا وغیرہ تلاش کرنا تو نہیں تھا۔" میں نے سوال کیا۔ مجھے یاد آیا کہ ماں نے جب بھی میرے دادا کا ذکر کیا تو اسے لالچی کہا اور مجھے ہمیشہ یہ بتایا کہ لالچ کرنے والے کا انجام برا ہوتا ہے۔ ایک بہت پرانی تصویر میرے ذہن میں ابھری۔ میری دادی مجھ پر جھکی ہوئی مجھے کچھ بتا رہی تھی۔ میری ماں نے احتجاج کیا تھا اور پھر ان کے درمیان تلخ کلامی ہوئی تھی۔ کیا وہ مجھے دادا کی موت کے بارے میں کچھ بتا رہی تھی۔؟ میری ماں براڈور کے نام سے چڑتی تھی۔ اس کی بھی شاید یہی وجہ تھی۔

"مجھے یہ نہیں معلوم۔ تم نے کچھ بتایا بھی نہیں۔" سائمن نے کہا۔ "میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔" سائمن لیڈر کو نہیں مگر مجھے یقین تھا کہ اس مہم کا مقصد سونے کی تلاش ہی ہو گا۔ کاش میں نے اپنے باپ کی زندگی میں کبھی اس کہانی کو سن لیا ہوتا جس کے بارے میں اس نے کہا تھا کہ یہ بڑی لمبی کہانی ہے۔ شاید وہ مجھے بتانا ہی نہیں چاہتا تھا۔ کیوں؟ اس لیے کہ میری ماں نے اس سے حلف اٹھوا لیا تھا یا کوئی اور مجبوری تھی۔؟ کیا وہ خود بھی نہیں چاہتا تھا کہ میں اپنی زندگی برباد کروں؟ میری ماں نے کیوں کہا تھا کہ میں براڈور کے چکر میں نہ پڑوں۔ سائمن ابھی تک لاگ بکس کے اندراجات کو دیکھ رہا تھا۔

"ان لاگ بکس کے اندراجات بالکل بے معنی نہیں ہیں۔ یہ جو تصویریں اور آڑی ترچھی لکیروں سے جیومیٹری کی اشکال بنی ہوئی ہیں یہ بھی کوئی ایسی بات نہیں۔ اس کے بغیر وقت نہیں گزرتا۔ میں تب پنسل چلاتا رہتا ہوں۔ ہر ریڈیو آپریٹر جب کانوں پر ہیڈ فون چڑھا لیتا ہے تو ساری دنیا کو چھوڑ کر صرف ایک فریکونسی کا ہو جاتا ہے اور تمہارا باپ تو یوں بھی اپاہج تھا اور تنہا تھا۔"

یہ بات سن کر میرے دل میں سائمن لیڈر کے لیے پہلی بار دوستی کے جذبات پیدا ہوتے اور جو کدورت اپنے مرحوم باپ کے لیے اس کے منہ سے گالیاں سن کر پیدا ہوئی تھی ختم ہو گئی۔ اس میں قصور سائمن کا نہیں تھا۔ اس پیشے کا تھا جس میں کسی کے لیے ذاتی جذبات اور تعلقات کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ ہر شخص ایک نمبر ہوتا ہے۔ ایک فریکونسی وہ کون ہے کیسا ہے۔ یہ کوئی نہیں جانتا۔

"یہ لاروش کیسا آدمی ہے۔" میں نے کہا۔

"اچھا آدمی ہے۔ آدھا فرانسیسی خون آدھا کینیڈین۔ مگر

مجھے اس سے کم واسطہ پڑا ہے۔ میرا تعلق بل بیرڈ سے رہتا تھا جو ٹم بیرڈ کا بھائی ہے۔ وہ کیمپ منیجر تھا۔ مہم کے ارکان کے لئے ضروریات کی فراہمی اسی کے سپرد تھی۔" سائمن نے ڈائری کے صفحے پلٹتے ہوئے کہا۔
"تم نے آخری الفاظ پر غور کیا۔؟ چٹان جس کی شکل.... یہ جملہ نامکمل ہے مگر ڈائری میں شیر کا منہ جگہ جگہ بنا ہوا ہے اور اس نے مجھ سے شیر والی جھیل کے بارے میں بھی پوچھا تھا۔ کیا یہ جملہ مکمل ہوتا تو یوں نہ ہوتا" چٹان جس کی شکل شیر کی طرح ہے۔" یہی بات میرے ذہن میں بھی تھی۔ ہم دونوں ٹھیک سمجھے تھے اور ایک ہی نتیجے پر پہنچے تھے۔
"اس نے نقشے میں ایک دائرہ بنا کر لکھا تھا "شیر والی جھیل" میں نے کہا اور یہ جگہ اتی کوناک اور ہملٹن کے درمیان ہے۔ یہی ٹو اور سی تھری کے درمیان۔"
"ٹھیک ہے۔" اس نے ٹرانسمیٹر آن کیا۔" ابھی معلوم ہو جاتا ہے۔ میں مونٹریال سے بات کرتا ہوں۔ شاید تمہارے مطلب کی کوئی بات معلوم ہو جائے۔" پھر اس نے کانوں پر ہیڈ فون چڑھا لیئے۔
میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ یہ پہلی کامیابی تھی۔ ایک ایسا شخص جس کا رویہ ابتدا میں دوستانہ نہیں تھا اب تعاون پر آمادہ تھا۔ مگر اس کے باوجود مجھے یوں لگتا تھا جیسے میری تمام جدوجہد کا کوئی واضح مقصد نہیں ہے۔ کامیابی کے امکانات نہ ہونے کے برابر تھے اور میں شدید مایوسی کے سمندر میں ہاتھ پیر مار کر کوئی ایسا تنکا تلاش کر رہا تھا جس کا سہارا لے سکوں۔ کون جانے اب تک وہ زندہ ہے یا اسی دن مر گیا جس دن اسکی آواز ہزاروں میل دور انگلینڈ میں مدد کی پکار بن کر ایک معذور شخص کے کانوں تک پہنچی۔ او ایس ہیس ملاحی تو کسے جو خود مدد کا محتاج تھا۔ جو خود ڈوب رہا ہو اس سے دوسرا ڈوبنے والا کیا مدد مانگ سکتا ہے۔ مگر بریف کو یہ سب کہاں معلوم تھا کہ وہی ایک شخص اپنی جان پر کھیل کر اسکی جان بچانے کی تگ و دو کر رہا ہے لیکن یہ بات اتنی پرانی ہو چکی تھی کہ اگر اس وقت بریف کی زندگی کے امکانات بہت کم تھے تو اب بالکل نہیں تھے تاہم میں نے قدم آگے بڑھا دیا تھا اور واپسی کا کوئی سوال نہ تھا۔ سائمن نے ہیڈ فون اتار دیئے۔
"میں نے کمپنی کے ہیڈ آفس کو پیغام دے دیا ہے کہ اسٹیشن جی ٹو ایس ٹی او سے بریف کی گفتگو کے امکانات کو قطعی نظر انداز نہ کیا جائے۔ فرگوسن کا بیٹا ضروری اور اہم معلومات لے کر آرہا ہے۔"
"سائمن۔ میں تمہارا شکر گزار ہوں۔ دنیا میں کسی نے میری بات کو اہمیت نہیں دی۔ سب مجھے پاگل سمجھتے رہے۔" وہ ہنسا۔
"سارے ریڈیو آپریٹر پاگل ہوتے ہیں۔ فرق صرف نقطۂ نظر کا ہے۔ اگر تمہیں کسی بات پر پورا یقین ہو تو تم یقین نہ کرنے والوں کو پاگل کہو گے۔ پاگل تو ہم سب کسی نہ کسی زاویے سے ضرور نظر آئیں گے۔ مجھے جس وقت بھی جواب موصول ہوا میں تمہیں مطلع کر دوں گا۔"

"سائمن۔ ایک بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ آخر اڑتالیس نمبر ٹرانسمیٹر کی آواز اتنی دور کیسے پہنچ گئی۔" میں نے کہا۔
"ویسے تو یہ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔ یوں سمجھ لو کہ شارٹ ویو کی تمام نشریات زمین سے آسمان کی طرف ایک خاص بلندی تک جاتی ہیں اور منعکس ہو کر زمین پر پہنچتی ہیں۔ زمین سے ٹکرا کر دوبارہ آسمان کا رخ کرتی ہیں اور پھر منعکس ہوتی ہیں اور یہ سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوتا۔ مگر اس عمل میں آواز کی لہریں کمزور پڑتی جاتی ہیں اور ایک خاص زاویے سے منعکس ہونے کے باعث وہ دنیا کے گرد گھوم جاتی ہیں۔ اب زمین پر کوئی شخص عین اس مقام پر بیٹھا ہو جہاں آسمان سے منعکس ہونے والی لہریں ٹکراتی ہیں تو وہ اس آواز کو سن لے گا لیکن ان دو مقامات کے درمیانی فاصلے میں جہاں سے یہ لہریں منعکس ہو کر واپس آسمان کی طرف جاتی ہیں کچھ سنائی نہیں دے گا۔ شارٹ ویو نشریات اسی اصول پر دنیا بھر میں سنی جاتی ہیں۔ اگر ٹرانسمیٹر طاقتور ہو تو آواز ہر جگہ پہنچ جاتی ہے ورنہ صرف مقام انعکاس پر سنائی دیتی ہے۔ آسمان کو جہاں سے ٹکرا کر یہ لہریں زمین کی طرف لوٹتی ہیں "آئنو اسفیئر" (IONOSPHERE) کہتے ہیں۔" اس نے کاغذ پنسل کی مدد سے مجھے یہ بات آسانی سے سمجھا دی۔ جو شکل بنی وہ دس بارہ کونوں والے ستارے کی سی تھی جس کے وسط میں زمین کا دائرہ تھا۔ کچھ کچھ سورج مکھی کے پھول کی طرح۔
"صبح تم فریڈ کے ساتھ مونٹریال چلے جاؤ۔ میں نے کمپنی سے درخواست کا جواب مانگا ہے۔ میرا خیال ہے صبح تک آجائے گا۔" سائمن نے کہا۔ اوپر سے اسکی بیوی نے آواز دی کہ اس کی ہیلی چلی گئی ہے اور کافی تیار ہے۔ ہم اوپر آ بیٹھے اور مجھے سائمن نے مہم کی دوسری تفصیلات بتائیں۔" ۱۱ ستمبر کو بریف نے "مایوسی کی جھیل" یا سی ون کیمپ سے سی ٹو کیمپ جانے کے لئے جہاز مانگا تھا۔ اتی کوناک دریا کے کنارے۔ مہم کے پانچ ارکان میں سے تین کو پہلی پرواز سے اور باقی دو کو دوسری پرواز سے جانا تھا۔ ۱۲ ستمبر کو موسم خراب تھا اور لارڈش نے پرواز ملتوی کر دی۔ ۱۴ ستمبر کو بھی موسم خراب رہا مگر لارڈش نے پرواز کی اور میں نے اپنے سامنے اسے روانہ ہوتے دیکھا۔ اس دوران مواصلاتی رابطہ جنریٹر پر برف جم جانے کی وجہ سے عارضی طور پر منقطع ہوا۔ ساڑھے بارہ بجے بریف نے بتایا کہ پہلی پرواز سے تین آدمی اور آدھا سامان جا چکا ہے۔ سہ پہر تین بجے اطلاع ملی کہ جہاز کا کوئی پتا نہیں لیکن پانچ بجے جہاز لوٹ آیا۔ موسم خراب رہا اور لارڈش کے انتباہ کے باوجود بریف نے رات ہونے سے پہلے پہلے بقیہ سامان سمیت کیمپ سی ٹو پہنچنے کا فیصلہ کیا۔ میں تمہیں موسمیاتی رپورٹ دکھاتا ہوں۔" اس نے کاغذات کو پلٹا اور ایک جگہ سے پڑھنے لگا۔" موسم تیزی سے بدل رہا ہے۔ بادل صرف ایک ہزار فٹ اوپر ہیں۔ پانچ سو فٹ سے

آگے راستہ نظر آنے کا امکان ہے۔ دیگر پروازوں کا رخ تبدیل کیا جا چکا ہے اور ہوائی اڈہ بند کر دیا گیا ہے۔ براڈور کے علاقے میں برفباری ہوگی۔ سخت دھند اور ہوا کا رخ مشرق کی طرف بیس ناٹ سے چالیس ناٹ ہو جائے گا۔" اس نے رپورٹ رکھ دی۔" اس کے باوجود وہ پرواز پر مصر تھا۔"

یہ ساری داستان میرے باپ کی ڈائری میں تاریخ وار موجود تھی لیکن ماہرین صرف ماہرین ہوتے ہیں اور کوئی بیٹا انہیں یقین نہیں دلا سکتا کہ اس کا پاگل باپ اگر دن کو دن کہہ رہا ہے تو ٹھیک کہہ رہا ہے دیوانگی اور فرزانگی کی سرحدوں کے درمیان کوئی حدِ فاصل ہے کہ نہیں۔ یہ کوئی ماہر نہیں بتا سکتا۔

"کیا لارورش واپس نہیں آ سکتا تھا۔؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔ ہوا مخالف ہوتی اور جہاز بھٹک جاتا۔ تیل بھی کم پڑ جاتا۔ لہٰذا اس نے آگے جانے کو ترجیح دی۔" سائمن نے کہا۔" اگلے دو دن موسم اتنا خراب رہا کہ تلاش کا کام شروع نہ ہو سکا۔ سی ٹو کیمپ سے تین ارکان کو کناڈا کی ایر فورس کے ہیلی کوپٹر بچا لائے۔ حادثہ کا شکار ہونے والوں کی کہانی تمہیں معلوم ہے۔" تھوڑے تامل کے بعد اس نے کہا:" اور یہ کہانی تمہارے باپ کو بھی معلوم ہو گئی تھی۔" "ہاں یہی بات مجھے تسلیم کرانی ہے۔" میں نے سائمن کا شکریہ ادا کیا اور ہوٹل کی طرف روانہ ہو گیا۔ باہر ایک سرد سیاہ رات کا پہرہ تھا۔ یخ بستہ ہوا اندھیرے میں دور تک پھیلے ہوئے ویران ایرپورٹ پر بھٹک رہی تھی اور سناٹے میں اس کی آواز ایک معذور شخص کی سسکیوں کی طرح سنائی دے رہی تھی۔" مائی سن۔ مائی بوائے یہ بڑی لمبی کہانی ہے۔" "نہیں ڈیڈی۔ کہانی لمبی نہیں تھی بس تمہاری زندگی مختصر تھی۔ زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا۔ تمہی سو گئے داستاں کہتے کہتے۔ اسی وقت جیسے میری ماں نے کہا:" بیٹے۔ براڈور کے چکر میں مت پڑنا۔"

"اب میں تمہیں کیسے سمجھاؤں ماں۔ یہ تو تقدیر کے چکر ہیں۔" میں نے کہا۔

صبح میری آنکھ پونے سات بجے کھلی تو میں گھبرا کر بستر سے نکل آیا۔ فیرو مجھے گالیاں دے رہا ہوگا۔ آدھے گھنٹے کے اندر اندر میں نے تیار ہو کر ناشتے سے فراغت حاصل کی اور فیرو کے کمرے کی طرف گیا مگر وہ مزے سے سو رہا تھا۔ دروازہ کھلنے کی آواز سے وہ جاگا اور تکیے کے نیچے سے گھڑی نکال کر دیکھی۔

"گڈ مارننگ۔ میں تو سمجھا تھا مجھے دیر ہو گئی۔" میں نے کہا۔ وہ مسکرایا۔ جماہی لی اور اٹھ کھڑا ہوا۔" ابھی چلتے ہیں۔ تم بیٹھو۔" جلدی مجھے بھی نہیں تھی کیونکہ رات سائمن نے جو پیغام مونٹریال بھیجا تھا اس کا جواب ابھی تک نہیں آیا تھا۔ ساڑھے نو بجے جہاز نے پرواز کی تب بھی میں پُر امید تھا لیکن وقت گزرتا گیا اور مایوسی بڑھتی گئی۔ مجھے پڑی ہے کہ گڑے مردے اکھاڑے۔ مرنے والے مر گئے۔ دنیا والوں کے نزدیک ایک پاگل اور اپاہج ریڈیو آپریٹر اور ایک جیالوجسٹ کا وجود ختم ہو گیا۔ دیکھا جائے تو وہ جیالوجسٹ بریف بھی پاگل تھا جو گھر کے گرم کمرے میں نرم بستر پر لیٹ کر رومانی ناول پڑھنے کی بجائے خون کو منجمد کر دینے والی سردی میں ——— برف کے طوفان سے لڑتا ہوا مارا گیا۔ نہ جنازہ اٹھا نہ مزار بنا۔ کیا اس نے اپنی زندگی کی اتنی قیمت لگائی تھی جو ماہ بہ ماہ اسے تنخواہ یا معاوضے کی صورت میں ادا ہوتی تھی۔ نہیں اس نے اپنی زندگی فروخت نہیں کی تھی۔ بات قیمت کی نہیں۔ یہ تو فقط ایک جذبہ تھا جو زندگی کو ارزاں کر دیتا ہے۔ اس جذبے کے ان گنت نام ہیں۔ لگن۔ شوق۔ عشق۔ سودا۔ جنون۔ وحشت۔ ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے۔ منصور اور سقراط اور فرہاد یا بریف۔ نام میں کیا رکھا ہے۔

ریڈیو آپریٹر نے میرے ہاتھ میں کاغذ کا ایک پرزہ تھما دیا۔" میک گورن کمپنی کے صدر مسٹر فرگوسن سے سینٹ لارنس میں مل سکتے ہیں۔" "سینٹ لارنس میں۔؟" یہ نام مانوس سا لگتا تھا۔" مبارک ہو۔ ایک رات میں اتنی کامیابی بہت ہے۔" فیرو نے چلا کر کہا۔ پھر مجھے یاد آ گیا ایک لکیر جو سینٹ لارنس سے سیدھی براڈور تک گئی تھی۔ ایک نقشے پر جو" اسٹیشن جی ٹو ایس ٹی او میں" آویزاں تھا۔ یہ وہ لکیر تھی جو میرے باپ نے نقشے پر بنائی تھی۔" پہلے سینٹ لارنس چھوٹا سا گاؤں تھا۔" فیرو ہنسا۔" پرانی بات ہے۔ کناڈا کی آئرن اور کمپنی یہاں سے براڈور تک ریلوے لائن بچھا رہی ہے۔" سینٹ لارنس سے براڈور تک اس لکیر کو اب کون دیوانگی کہہ سکتا ہے مگر میں کس کس کو بتاؤں۔ میں نے سوچا۔ یہاں تو سب ہی دیوانے ہیں۔ ہم چھ ہزار چھ سو فٹ کی بلندی پر پرواز کر رہے تھے اور نیچے دریائے ہملٹن ایک پتلی سی لکیر کی طرح نظر آ رہا تھا۔

"بڑی دلچسپ جگہ ہے۔ انجینئرز کے لئے۔ اتنا بڑا منصوبہ ہے اور اس کے لئے سارا سامان ہوائی جہاز سے جاتا ہے۔ سیمنٹ تک۔" فیرو نے اونچی آواز میں کہا۔" میں تمہیں وہاں اتار تو سکتا ہوں مگر انتظار نہیں کر سکتا۔ آگے جو اللہ نے تمہارے مقدر میں لکھا ہے کامیابی یا ناکامی۔ فیصلہ کر لو۔ اسی وقت تاکہ میں جہاز کا رخ موڑ دوں۔" فیصلہ اتنا آسان نہیں تھا۔ وقت بہت کم تھا اور کینیڈا میں بے یار و مددگار رہ جانے کا تصور تھا۔ میں دشتِ تنہائی میں اکیلا مسافر کس سراب کا سہارا لوں۔ مایوسی کے سمندر میں امید کا ایک تنکا تھا جو مجھے ڈوبنے سے بچا سکتا تھا۔ کیا میں اسے بھی چھوڑ دوں۔ کہہ مرے سینے پہ کلیم میرے آگے۔" فرگوسن۔ یا تو تم نے گھر سے نکل کر حماقت کی تھی یا اب

اتنی دور آکے پچھتا رہے ہو تو اس سے بڑی حماقت کر رہے ہو۔ مجھے اگر تم نے غلط فیصلہ کیا تو ساری زندگی ایک پچھتاوا بن جائے گی۔" فیرو نے میرے کان میں چلا کر کہا۔ شاید مجھے اسی سہارے کی ضرورت تھی۔ "تھینکس فیرو۔ تم نے مجھے بھٹکنے سے بچالیا ہے۔" میں نے کہا۔ "میں واپس نہیں جاؤں گا۔ مجھے وہ زندگی قبول نہیں جس میں ندامت کے آنسو ہوں اور پشیمانی کے داغ۔"

بیس منٹ بعد فیرو نے مجھے سینٹ لارنس پر آتار دیا۔ "گڈ لک" بولا۔ "اگر میرا نام ایک آدمی کی زندگی بچانے والوں کے ساتھ آگیا تو میں اس پر ہمیشہ فخر کروں گا۔ کل دوپہر تک میں مونٹریال سے لوٹوں گا۔" میں نے باہر چھلانگ لگائی اور دروازہ بند ہوگیا۔ چند قدم دور رک کر میں نے جہاز کو روانہ ہوتے دیکھا۔ ونڈ شیلڈ سے فیرو نے ہاتھ ہلایا۔ ذرا فاصلے سے میں نے جواب دیا۔ پھر جہاز آہستہ آہستہ بلند ہوا اور آسمان پر ایک سیاہ نقطہ بن کر غائب ہوگیا۔ میرے ہاتھ میں سوٹ کیس، جیب میں چند پونڈ اور دل میں امید کا اجالا تھا۔ کوئی مجھے لینے نہیں آیا تھا تو کیا۔

*

میرے اردگرد کسی اجنبی دنیا کا نقشہ تھا۔ مینگر سامان سے بھرے پڑے تھے۔ بڑے بڑے کریٹ۔ ٹائروں کے ڈھیر۔ بے ہنگم مشینیں جو زمانہ قبل از تاریخ کے عجیب جانوروں کی طرح نظر آتی تھیں۔ کچھ سامان ایک ڈکوٹا جہاز سے اتارا جارہا تھا۔

"مجھے میک گورن کمپنی کے صدر سے ملنا ہے۔" میں نے قریب پہنچ کر ایک شخص سے کہا جو سامان کی فہرست لئے کھڑا تھا۔

"کون سی کمپنی۔؟" اس نے تعجب سے کہا۔

"میک گورن کمپنی جو معدنیات تلاش کرتی ہے۔ ارضی طبعیاتی ......"

"کیوا این ایس اینڈ ایل آر سے معلوم کرو۔" دوسرے شخص نے کہا جو دروازے میں کھڑا تھا۔

"اس سے کیا بنتا ہے۔" میں نے پوچھا۔ یاد آیا جنون گم گشتہ۔ ہاں وہی خواب معتبر تھے جو خیال تک نہ پہنچے۔ وہی خواب ایک دیوانے کا۔ "کیوبک نارتھ شور اینڈ لبراڈور ریلوے۔" کسی نے کہا مگر میں کچھ اور سوچ رہا تھا کیونکہ یہ وہی الفاظ تھے جو اسٹیشن جی تو ایس بی ڈی او کے دیوانے ریڈیو آپریٹر نے سینٹ لارنس سے لبراڈور تک لکیر کھینچ کر لکھے تھے۔ مگر وہ نقشہ تو اسی دیوار پر آویزاں ہے۔ یہاں سے ہزاروں میل دور ایک چھوٹے سے کمرے میں۔

ان میں سے ایک شخص میرے ساتھ چل پڑا۔ دونوں طرف ریلوے کے سلیپر۔ لوہے کی پٹڑیوں کے ٹکڑے۔ کیل کانٹے اور پتھروں کے ڈھیر تھے۔ "میں پہلے فوج میں تھا۔ ڈرائیور۔ پھر میں نے ایک سڑک کی تعمیر میں حصہ لیا اور اب اس ریلوے لائن کو بچھانے میں لگا ہوا ہوں معلوم نہیں کیوں میں نچلا نہیں بیٹھ سکتا۔ کام کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اور اس قسم کے کام بھی خوب ہوتے ہیں۔ جب کہیں پہلی اینٹ رکھی جاتی ہے اور عمارت کو آسمان تک لے جانا ہوتا ہے۔ یا پہلا سلیپر ڈالا جاتا ہے اور ریلوے کو سینکڑوں میل تک پہنچانا ہوتا ہے۔ یہ کس طرح ہوتا ہے کوئی نہیں جانتا۔ مگر ہو جاتا ہے۔ جیسے پودے کو دیکھو تو بڑھتا ہوا نظر نہیں آتا مگر درخت بن جاتا ہے۔" وہ ہنسا۔ "اور جب کامیابی کی منزل آتی ہے تو بس ایک لمحے کی مسرت ہوتی ہے جس کی کوئی قیمت نہیں ہوتی مگر آدمی اس کے لئے مسلسل جدوجہد کرتا ہے۔ پاگل پن۔ یہی پاگل پن زندگی ہے۔ اس کے بغیر زندگی نہیں آدمی مرجاتا ہے۔"

معلوم نہیں وہ کس کی بات کر رہا تھا مگر میں اس سے بالکل متفق تھا۔ "وہ رہا دفتر۔" اس نے انگلی کے اشارے سے کہا۔ "میں آگے جارہا ہوں۔"

"مجھے میک گورن کمپنی کے صدر سے ملنا ہے۔" میں نے آفس میں ملنے والے پہلے شخص سے کہا۔ وہ رک کر میری صورت دیکھنے لگا۔ "میں انگلینڈ سے آیا ہوں۔ مجھے انہوں نے بلوایا تھا۔"

"ملازمت کے لئے۔؟" اس نے پوچھا۔ میں نے سوچے سمجھے بغیر سر ہلا دیا۔ "یہاں اس نام کی کوئی کمپنی نہیں۔" وہ باہر نکل گیا۔ "سوری۔" میری سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ مجھے ہنسنا چاہیے اس ستم ظریفی پر یا رونا چاہیے اس لمحے کو جب میں نے اپنی ماں کی نصیحت کو نظر انداز کیا۔ اس بات کو بھی بھول گیا کہ دنیا میں لاروش اور سائمن جیسے لوگ بھی ہیں۔ فیرو جیسے بھی اور اس شخص جیسے بھی جو ابھی ایک لمحے پہلے مجھے یہاں تک لے آیا تھا۔ راہنما اور راہزن۔ کسی نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ "مایوس ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔" میں نے پلٹ کر بات کرنے والے کا شگفتہ چہرہ دیکھا۔ "میرا نام ایلکس اسٹیفن ہے۔" میں نے اس سے ہاتھ ملایا۔ ایک کاؤنٹر سے اس نے نہ جانے کہاں کہاں فون کئے۔ میں پر امید نظروں سے دیکھتا رہا اور سگریٹ کے کش لے کر اپنے تھکے ہوئے اعصاب کو سکون پہنچانے کی شعوری کوشش کرتا رہا۔ بالآخر اس نے فون بند کیا۔ "گڈ لک مسٹر میک گورن رات ہی مونٹریال سے پہنچے ہیں مگر کانفرنس میں ہیں۔ "آئرن اور کمپنی" سے مجھے بل لینٹ نے بتایا ہے کہ تم اس حادثے کے سلسلے میں آئے ہو۔ وہ وہاں یہی کام کرتا ہے۔ ان جماعتوں سے متعلق جو سروے کے لئے جاتی ہیں۔ میں پرسنل منیجر ہوں۔ مجھے بھی بریف کی موت کا بہت افسوس ہے۔ اچھا آدمی تھا۔ برڈ بھی۔ لیکن وہ آخری آدمی بھی مارا جاتا تو مجھے زیادہ افسوس ہوتا۔ یا میلا غریب کا کیا بنتا۔ یہ لو بل آگیا۔" اس نے شیشے سے جھانکتے ہوئے کہا۔ اسی وقت ایک شخص اندر داخل ہوا۔ اس نے گرمجوشی سے ہاتھ ملایا۔

"مسٹر میک گورن فارغ ہونے والے ہیں۔ میں نے لاروش کو بھی بلوالیا ہے۔ چلو۔" اس نے کہا اور میں نے اسٹیفن سے رخصت لی اور

اس کا شکریہ بھی ادا کیا۔
"لاروش نہیں ہے۔؟" میں نے راستے میں پوچھا۔
"ہاں۔ تم میں اگر اتنا اعتماد ہے کہ ایک آدمی کو اس کے منہ پر جھوٹا کہہ سکو؟" اس نے کنکریٹ کے ایک چھوٹے سے بلاک میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ "تو ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔"
"میں کب ڈرتا ہوں۔ یہ غلط فہمی تمہیں کیسے ہوگئی؟" میں نے سخت لہجے میں کہا۔
"مسٹر میک گورن سے ملے ہو کبھی۔ نہیں ملے نا۔ ابھی معلوم ہو جائے گا کہ غلط فہمی کیسے تھی۔ بہتر ہے میں تمہیں پہلے ہی بتا دوں ورنہ تمہیں شدید صدمہ ہوگا۔ مسٹر مک گورن کا خیال ہے کہ تمہارا....."
"مجھے قبل از وقت کسی کی رائے جاننے کی خواہش نہیں۔" میں نے اس کی بات کاٹ دی۔ "بیٹھو۔" اس نے اپنے کمرے میں پہنچ کر کہا۔ "برٹ لاروش کے ساتھ میں نے ہزاروں میل کی پرواز کی ہے۔ ۱۹۴۷ء سے جب اس علاقے میں سب سے کے ذخائر کی تلاش کا آغاز ہوا۔ ہم اکٹھے رہے ہیں۔ وہ دنیا کا بہترین پائلٹ ہے۔" اس نے سگریٹ کا پیکٹ آگے بڑھایا۔ "مسٹر میک گورن ابھی فارغ ہو جاتے ہیں تمہیں تھوڑا سا انتظار کرنا پڑے گا۔" میں نے سگریٹ لے لیا۔ جیب سے لائٹر نکالا اور دونوں سگریٹ سلگائے۔
"پامیلا کے جذبات کے مجروح ہونے کا تمہیں کوئی احساس نہیں۔" اس نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔
"پامیلا۔؟ وہ کون ہے۔"
"تمہیں اسٹیفن نے نہیں بتایا۔ خیر۔ وہ بریف کی بیٹی ہے اور یہیں کام کرتی ہے۔ اس کی لاروش سے شادی ہونے والی تھی۔ بلکہ ہو جاتی اب تک اگر یہ حادثہ نہ ہوتا۔ جانتے ہو تمہاری بات کا انجام کیا ہوگا۔ وہ اپنے باپ کی موت کے جس صدمے کو بھول چکی ہے وہ تازہ ہو جائے گا۔ وہ اس بے بنیاد امید کے عذاب میں گرفتار ہو جائے گی اور..... اور لاروش کے بارے میں۔ ضروری نہیں مگر ممکن ہے اس کے خیالات بدل جائیں۔ ان کا ازدواجی مستقبل ایک شبہ کی پرچھائیں تباہ کردے۔" وہ کہہ رہا تھا۔ میں خلا میں دیکھتا رہا۔ ہر شخص نے خوشی کی ایک چھوٹی سی دنیا آباد کر رکھی ہے پھر میں کیا کروں۔ کسے بچاؤں۔ کس کی خوشی کا خیال کروں۔
"کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ یہ بات یہیں ختم ہو جائے۔" اس نے مجھ سے براہ راست سوال کر دیا۔
"کیوں۔؟" میں نے کہا۔ "آخر کیوں۔؟ کیا سچ کی زندگی کے لئے جدوجہد کرنا جرم ہے۔؟" اس نے جن نگاہوں سے مجھے دیکھا وہ دوستانہ جذبات سے عاری تھیں۔ "تم اسے کوئی بھی نام دے لو۔" اس نے کہا۔ "جدوجہد یا تضیع اوقات یا مرنے والوں کے لئے زندہ رہنے والوں کی خوشی قربان کرنے کی کوشش۔ اب بریف کی موت کے بارے میں ایک فیصد شبہ کی گنجائش بھی نہیں ہے ایک چشم دید گواہ ہے جس کا ذہنی توازن....."
"بس۔" میں نے سگریٹ کو ایش ٹرے میں مسل دیا۔ "میں مسٹر مک گورن سے بات کرنے آیا ہوں تم سے نہیں۔" اگلے دس منٹ خاموشی میں گزر گئے۔ پھر مجھے اندر طلب کیا گیا۔
میک گورن زبردست شخصیت کا مالک تھا۔ مقناطیسی۔ متاثر کرنے والی اور مخاطب پر چھا جانے والی۔ طویل قامت۔ وجیہہ۔ خوش لباس اور روشن مسحور کر دینے والی آنکھوں کے ساتھ وہ نفاست سے سجے ہوئے کمرے میں تنہا بیٹھا تھا۔ اٹھے بغیر اس نے مجھ سے ہاتھ ملایا اور میں میز کے دوسرے کنارے پر اس سے چار فٹ دور بیٹھ گیا۔
"میں نے صرف اس لئے تمہیں ملاقات کا وقت دیا ہے کہ مجھے یقین تھا انگلینڈ سے براڈ ورتک سفر کرنے والا تمہارے جیسا نوجوان کسی مقصد کسی ٹھوس ثبوت کے بغیر نہیں آسکتا۔" اس نے کہا۔ "جو واقعات اب تک پیش آچکے ہیں ان کی تفصیلی رپورٹ مجھے مل چکی ہے۔ کوئی نئی بات ہے تو بتاؤ۔ جو میں نے نہ سنی ہو۔" پھر اس نے گھومنے والی کرسی کی پشت کا سہارا لیا۔ میں ہکا بکا بیٹھا رہا۔ نئی بات۔؟ مجھے کیسے معلوم ہوگا کہ اس نے کیا سنا ہے کیا نہیں سنا۔
"مسٹر میک گورن۔ میرے والد کی موت....." میں نے کہنا شروع کیا۔
"وہ مجھے معلوم ہے کن حالات میں ہوئی۔" اس نے پائپ سلگاتے ہوئے بات کاٹی۔ "رات کو سائن لیڈر نے جو پیغام ارسال کیا تھا وہ کیوں کیا تھا۔؟"
"میں یہ بات نہیں سمجھ سکا کہ نئی بات سے آپ کی کیا مراد ہے؟" میں نے کہا۔
"دیکھو نوجوان۔" وہ آگے جھک کر بولا۔ "میں نے تمہارے والد کے پیغام۔ ان کی موت کے اسباب۔ لاروش کی رپورٹ تلاش کے ہر مرحلے کی رپورٹ۔ سب کی تفصیلات کا غور سے مطالعہ کیا ہے۔ اگر ساری دنیا میں ایک بھی ریڈیو آپریٹر تصدیق کر دیتا کہ جو کچھ تمہارے والد نے سنا وہ..... وہ اس نے بھی سنا ہے۔"
"یہ بات آپ بھول گئے مسٹر میک گورن کہ دنیا کے سارے ریڈیو آپریٹر پاگل نہیں تھے۔ مفلوج نہیں تھے۔ ان کے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ وہ چوبیس گھنٹے ایک ہی پیغام کو سننے کے لئے ہیڈ فون لگائے بیٹھے رہیں۔ ان کے پاس ان کی مصروفیات تھیں۔ زندگی کے اور بھی

معرف تھے. لیکن میرا باپ پاگل تھا۔ دنیا اسے پاگل ہی کہتی تھی۔ وہ بیٹھا رہا اور اس کا بیٹھنا بے مصرف نہیں تھا۔ یہ دیکھئے۔ یہ فریکوئنسی اسے کہاں سے ملی۔ تین ہزار سات سو اسی " میں نے لاگ بک اس کے سامنے پھینک دی۔ اس نے لاگ بک اٹھالی۔

"یہ بتاؤ۔ جب تم گھر پہنچے۔ اس کی موت کے بعد۔ تو ٹرانسمیٹر پر یہی فریکوئنسی تھی۔ ۔ ؟" اس نے پوچھا۔ "چیسٹر میٹر بینڈ لگا ہوا تھا۔"

"میں نے نہیں دیکھا تھا۔" اب مجھے احساس ہوا کہ مجھ سے کتنی بڑی غلطی ہوئی۔ ایک بہت بڑا ثبوت جو میں شہادت کے طور پر فراہم کرسکتا تھا میرے پاس نہیں تھا۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"خیر۔" اس نے دراز سے کاغذوں کا ایک مختصر سا پلندہ نکالا۔ "لاروش کے آنے سے پہلے تم یہ رپورٹ پڑھ لو۔ اگر کوئی بات رہ گئی ہے تو مجھے بتاؤ۔ اپنے باپ کے مقابلے میں لاروش کی بات کو غلط ثابت کرنے کے لئے عقل سے کام لو۔ جذبات سے نہیں۔"

"میں جذباتی نہیں ہو رہا ہوں۔ بہت سوچ سمجھ کر میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے۔" میں نے کہا۔

"کیسا نتیجہ۔" "یہ کہ لاروش جھوٹ بول رہا ہے۔ کیا رشتہ تھا تمہارا بیرڈ سے یا بریف سے جو تم بٹ لاروش پر کیچڑ اچھالنے آپہنچے ہو۔ الزام لگانا جتنا آسان ہوتا ہے۔ ثابت کرنا بہت مشکل۔ اکثر چاند پر تھوکنے سے اپنا ہی چہرہ بگڑ جاتا ہے۔ اس کے بعد تمہیں جو کہنا ہے لاروش کے سامنے کہنا ہے۔" وہ باہر نکل گیا۔ اس کے ہر لفظ کے ساتھ میرا پارہ چڑھ رہا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی مجھے احساس تھا کہ واقعی جذبات سے کام نہیں لینا ہے چنانچہ میں اس خواہش سے لڑتا رہا کہ میں اٹھ کر میک گورن کا گلا دبا دوں۔ باہر غالباً برٹ لاروش بیٹھا تھا کیونکہ میں نے میک گورن کی آواز سنی۔ "ہلو برٹ۔ ہاں۔ وہ اندر ہے۔ بس ایک منٹ۔"

رپورٹ وہی تھی جو میں نے گزشتہ شب پڑھی تھی۔ اس میں صرف ایک ماہر نفسیات کی رائے کا اضافہ تھا۔ "ذہنی مریضوں کی ایک قسم ایسی بھی ہے جو خود کسی حادثے کا شکار ہو جانے کے بعد باقی زندگی تصورات کی ایسی دنیا میں رہتے ہیں جہاں وہ ہیرو بن لوگوں کو اسی نوعیت کے حادثات سے بچاتے ہیں جس نے انہیں معذور کیا تھا۔ وہ ایسے واقعات ترتیب دے لیتے ہیں اور ان کی صحت پر مکمل اعتقاد رکھتے ہوئے ....."

احمق۔ میں نے رپورٹ اٹھا کر پھینک دی۔ یہ سب مجھے کیسے قائل کریں گے۔ یہ لوگ مجھے بھی پاگل قرار دے کر بند کرا دیں تو اور بات ہے۔ چند منٹ بعد مجھے اچانک اپنے دادا کی موت یاد آئی۔ میں نے لاگ بک سے تمام حوالوں کو ایک نظر دیکھا تو مجھے احساس ہوا کہ رپورٹ میں لاروش کا بیان شامل نہیں ہے اور میرے باپ نے یہ لکھا تھا کہ لاروش بچ گیا۔ ناممکن۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ "کیوں ناممکن ہے؟ ہوائی حادثات میں لوگ بچ بھی جاتے ہیں۔ یہ تو نہیں کہ میرا باپ اسے زندہ دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔ لاشعور میں دبی ہوئی خواہش جو الفاظ کے پردے سے جھانک رہی تھی۔ میرے ذہن میں ایک نئے خیال نے سر اٹھایا مگر میں نے اسے جھٹک دیا۔ شاید۔ شاید۔ میں نے سوچا۔ بل لینڈ نے مجھے صحیح مشورہ دیا تھا۔ مجھے اپنے مردہ باپ کے لئے ایک ایسی لڑکی سے ازدواجی زندگی کی خوشیاں چھیننے کا کیا حق ہے جس کا باپ پہلے ہی اس سے چھن چکا ہے۔

میک گورن اکیلا ہی واپس آیا۔ "ہاں۔ دیکھ لی تم نے رپورٹ۔ کوئی کام کی بات جو اس میں نہ ہو۔"

"یہ طے کرنا تو آپ کا کام ہے کہ وہ بات کام کی ہے یا نہیں۔ مجھے ماہرین نفسیات کی اس رپورٹ سے اختلاف ہے۔ جو یہ سمجھتے ہیں کہ میرا باپ خاموش تماشائی تھا۔"

"کیوں۔ ۔ ؟"

"انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ ۱۹۰۰ء کی مہم میں میرا دادا بھی مارا گیا تھا۔" میں نے کہا۔

"تو سر جیمس فنلے فرگوسن تمہارا دادا تھا۔" میک گورن نے بے یقینی کے لہجے میں کہا۔ "جب مجھے اور لاروش کو تمہارے باپ کا نام معلوم ہوا تھا تو ہمیں بھی شبہ ہوا تھا۔ تم تیسری نسل سے تعلق رکھتے ہو مگر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ نہ وہ عورت کچھ ثابت کرسکی تھی نہ تم کرسکو گے۔" اچانک وہ میز پر جھک گیا اور اس نے میز پر ہاتھ مارا۔ "یہ بات تم نے پہلے کیوں نہیں بتائی۔ اس لئے کہ تم ڈرتے تھے۔ ڈرتے تھے کہ لوگ جو تمہارے باپ کو پہلے ہی پاگل سمجھتے ہیں قائل ہو جائیں گے کہ وہ اپنے ماضی کی دنیا میں رہتا تھا اور حال سے اس کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ خود تم اس کے ساتھ بہت کم رہے۔ تم اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔"

"شٹ اپ۔" میں نے کھڑے ہوتے ہوتے دھاڑ کر کہا۔ "مجھے یہ بات کل رات معلوم ہوئی ہے۔ اور اب تم نے یا کسی اور نے میرے باپ کو پاگل کہا تو میں اس کا سر توڑ دوں گا۔ وہ مرتے وقت تک فرسٹ کلاس ریڈیو آپریٹر تھا اور مجھے معلوم ہے وہ پاگل نہیں تھا۔ کسی باپ کے بارے میں اس کے بیٹے سے زیادہ کوئی نہیں جانتا۔"

"اچھا۔ !" وہ مجھے دیکھتا رہا۔ میرے دھاڑنے کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ "پھر تمہارا واقعی کوئی قصور نہیں۔" اس نے کہا۔ "مگر اس سے بہر حال یہ ثابت نہیں ہوتا کہ بریف زندہ ہے اور نہ میں اس پر یقین کرسکتا ہوں کہ واقعی تمہارے والد نے بریف کی آواز سنی۔ میں لاروش کو بلواتا ہوں۔ اس کا بیان تم اسی کی زبان سے سن لو۔" وہ پھر باہر نکل گیا۔ باہر سے میں نے ان کی سرگوشی سنی۔ وہ چپکے چپکے باتیں کر رہے تھے آخر اس نے لاروش کے بیان کا حصہ رپورٹ سے الگ کیوں کیا تھا۔ اب

میک گورن لاروش کو کیا پٹی پڑھا رہا ہے۔ بات شک کی تھی مگر کیا تھی۔ کاش مجھے معلوم ہو سکتا۔

لاروش اندر داخل ہوا۔ تعارف کے بغیر میں نے اسے پہچان لیا۔ اس کی دائیں آنکھ سے ذرا اوپر پیشانی سے سر کے اوپر تک زخم کی ایک لکیر تھی اور گرد کے بال کاٹ دیئے گئے تھے اور زخم مندمل ہونے کے قریب تھا۔ وہ دبلا پتلا طویل قامت شخص تھا جس کے چہرے کے نقوش بڑے تیکھے تھے اور آنکھیں کسی عقاب کی آنکھوں کی طرح تھیں۔ وہ مسکرایا تو مجھے اس کے سفید دانتوں کی قطار نظر آئی۔

"اب کہو جو کہنا ہے۔" میک گورن نے کہا۔ "تمہارے پاس کیا جواز ہے اپنے والد کی بات پر یقین کرنے کا؟"

"جواز ۔ ؟" میں نے کہا۔ "یقین نہ کرنے کا کیا جواز ہے میرے پاس۔ آخر وہ میرا باپ تھا۔"

"بریف میرا بھی دوست تھا اور برٹ لاروش کی شادی اس کی بیٹی سے ہونے والی تھی۔ اگر ہمیں ایک نکتہ بھی مل جائے تلاش دوبارہ شروع کرنے کے لئے تو ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ ہم تو چاہتے ہیں اور خدا کرے کہ وہ زندہ ہو مگر محض چاہنے سے کیا ہوتا ہے۔" میک گورن بولتا گیا۔

"بے شک ابتدا میں غلطی کا امکان تھا لیکن اب ...." وہ میرے سامنے میز پر بیٹھا تھا۔

"مسٹر میک گورن، سوائے مسٹر برٹ لاروش کے بیان کے مجھے سب معلوم ہے۔" میں نے اس کی بات کاٹ دی۔ "اور یہ بیان میں آپ کی زبان سے سننا نہیں چاہتا۔" پل بھر کے لئے اس کے چہرے کا رنگ بدلا۔ وہ اٹھ کر میز کی دوسری طرف جا بیٹھا۔

"مسٹر فرگوسن۔" لاروش نے کہا۔ "۱۳ ستمبر کو ساڑھے چھ بجے میں سی ٹو آریا کے لئے روانہ ہوا اور میرا خیال تھا آدھے گھنٹے میں جہاں وہاں پہنچ جائے گا مگر بادل اتنے نیچے آ گئے کہ مجھے کچھ نظر نہ آیا۔" حیرت انگیز طور پر اس کی آواز جذبات سے عاری تھی اور وہ نہ میری طرف دیکھ رہا تھا نہ میک گورن کی طرف۔ "ہوا تیز تھی اور لہروں نے ہر جھیل کی سطح کو متحرک کر دیا تھا۔ ویسے بڑی جھیلیں تو سب ایک جیسی نظر آتی رہیں اور چھوٹی جھیلیں غائب ہو گئیں۔ میرے لئے صحیح جگہ اترنا مشکل ہو گیا۔ سورج غروب ہونے کے ساتھ ساتھ تاریکی بھی دھند میں شامل ہونے لگی اور بیس منٹ تک ایک ہی دائرے میں گردش کرتے رہنے کے باوجود مجھے وہ جگہ نہ ملی جہاں میں نے پہلی بار جہاز اتارا تھا۔ کمپاس اور فلائنگ ٹائم کی مدد سے میں نے اتنی کوشش کی بار بار کوشش کی اور جہاز کو صرف پانچ سو فٹ اوپر رکھا لیکن مجھے اس جگہ کے آثار تک دکھائی نہ دیئے۔ رہی سہی کسر برف باری نے پوری کر دی اور میرے لئے اترنے کے سوا چارہ نہ رہا۔ میں نے اندازے سے جہاز کا رخ موڑا۔ جہاز کے نیچے ہموار سخت برف سے دو بار ٹکرائے جو وزن اور رفتار کی وجہ سے تڑخ گئے جہاز

> تاریخ واقعات کو اس طرح بیان کرتی ہے جیسے کہ وہ حقیقتاً ہیں، مگر شاعری انہیں اس طرح بیان کرتی ہے جیسا کہ انہیں ہونا چاہیئے۔
>
> ——— ارسطو

گھوم کر ایک چٹان سے ٹکرایا اور میرا سر ونڈ شیلڈ سے۔ ہوش آیا تو مجھے جہاز کا ڈھانچہ آدھا پانی کے اندر اور آدھا باہر نظر آیا۔ میں بڑی مشکل سے اٹھ کر اندر گیا جہاں بیرڈ مرا پڑا تھا۔ اس کی کھوپڑی چور چور ہو گئی تھی اور دھات کا ایک تیز ٹکڑا گردن سے گزر کر ڈھانچے میں پھنس گیا تھا۔ بریف زندہ تھا مگر شدید زخمی تھا۔ میں نے چٹان کی اوٹ میں آگ جلانے کے لئے جہاز کے ٹوٹے ہوئے ڈھانچے سے لکڑی نکالی لیکن ماچس گیلی ہو چکی تھی اور لائٹر غائب تھا۔ پھر بھی اسے زندہ رکھنے کے لئے میں نے جہاز میں سے کمبل اور کھانے پینے کی چیزیں نکال لیں لیکن طوفان دو دن جاری رہا۔ تیسرے دن اس کی شدت میں کمی ہوئی مگر اس سے اگلے دو دن پھر شدید برفباری اور تیز ہواؤں کی نذر ہو گئے چنانچہ بریف مر گیا۔ پھر میں مغرب کی طرف چل پڑا۔ اس امید میں کہ میں ریلوے لائن تک پہنچ جاؤں گا۔ پانچ دن اور پانچ راتیں میں نے چلتے چلتے گزار دیں۔ جہاں میں تھک جاتا تھا گر پڑتا تھا اور ہوش آتا تھا تو آگے روانہ ہو جاتا

تھا۔ پھر میں دو سو بہتر میل کے نشان پر جانکلا جہاں ریلوے لائن بچھانے والا عملہ کام کر رہا تھا۔ یہ میری خوش قسمتی تھی۔"

اس کے جذبات سے عاری سپاٹ لہجے میں نہ دکھ تھا نہ ہمدردی نہ ندامت تھی۔ وہ ٹیپ کی طرح بج رہا تھا اور اس کی زبان سے ادا ہونے والے کسی لفظ کی تردید کے لئے میرے پاس بھی سوائے جذبات کے کچھ نہ تھا۔

"مسٹر لاروش۔ آپ نے جہاز میں سے جہاں اور چیزیں نکالیں تو وہ ٹرانسمیٹر بھی نکالا تھا۔"

"نہیں۔ میرا خیال ہے وہ جہاز کے ڈوبے ہوئے ڈھانچے میں تھا اور ڈوب گیا۔"

"خیال ہے یا یقین ہے۔" میں نے کہا۔ "بریف کے بارے میں بھی جو آپ نے کہا ہے اس کی بنیاد کس چیز پر ہے۔ خیال پر یا یقین پر۔" میں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سوال کیا۔ مجھ سے نظریں چرا کر لاروش نے بے بسی سے میک گورن کی طرف دیکھا۔

"اس میں خیال کا تذکرہ نہیں تھا۔ غالباً تم نے دھیان سے نہیں سنا۔" میک گورن نے برہم ہوتے ہوئے کہا۔

"روانگی سے قبل تم نے لاشوں کو دفن کیا تھا۔۔؟" میں نے میک گورن کی طرف دیکھے بغیر پوچھا۔

"تمہارا دماغ خراب ہے۔۔؟" میک گورن کی بجائے بل لینڈ نے کہا۔

"مسٹر بل۔" میں نے مشتعل ہوتے ہوئے کہا۔ "سوال آپ سے نہیں کیا گیا تھا اور اگر آپ کو بات کرنے کی تمیز نہیں تو چپ رہئے۔"

"بات یہ ہے مسٹر فرگوسن۔" لاروش نے دھیمے لہجے میں کہا۔ "خیال تو مجھے آیا تھا لیکن میں خود زخمی تھا اور مجھ میں اتنی ہمت نہیں تھی۔ میں نے بعد میں لاشوں کی تلاش کے لئے حکومت کینیڈا سے پورا تعاون کیا مگر شاید آپ کو نہیں معلوم یہاں ہزاروں جھیلیں ہیں۔"

"ہوں گی۔" میں نے ٹرمپ کارڈ نکالتے ہوئے کہا۔ "مگر شیر والی جھیل صرف ایک ہو گی۔" میں نے اپنی بات کا واضح اور شدید ردعمل دیکھا۔ "اس نام کی صرف ایک ہی جھیل ہے۔" میں نے لاروش کی طرف دیکھا۔

"نام سے کیا فرق پڑتا ہے۔" میک گورن نے کہا۔

"تمہیں معلوم تھا کہ وہ شیر والی جھیل ہے۔" میں نے بدستور لاروش کی طرف رخ رکھا۔ "معلوم تھا یا نہیں۔۔؟"

"مجھے نہیں معلوم۔ اس وقت برفباری جاری تھی۔" لاروش نے کہا۔

"اس جھیل کے درمیان ایک چٹان ہے جس کی شکل شیر کی طرح ہے۔ ہے یا نہیں۔ برفباری رک جانے کے بعد جب تلاش کا کام شروع ہوا تو۔۔۔ "اس وقت تم نے یہ بات کیوں نہیں بتائی۔" میں نے کہا۔

"مجھے نہیں معلوم تھا۔ میں نے غور نہیں کیا تھا۔" وہ گھبرا کر بولا۔

"تم جھوٹ بولتے ہو۔ تم نے رپورٹ پڑھی ہے۔ اس میں میرے باپ کے اس پیغام کا ذکر ہے جو بریف نے شیر والی جھیل سے دیا۔" میں نے کہا۔

"تم قیاس آرائی کی بنیاد پر الزام تراشی کر رہے ہو۔" میک گورن نے کہا۔ "تمہارے باپ نے صرف یہ لکھا تھا کہ ایک چٹان جس کی شکل۔۔۔۔ اس سے کچھ ثابت نہیں ہوتا۔" میک گورن نے کہا۔

"آخری چند لفظ لکھنے سے پہلے وہ مر گیا۔" میں نے میز پر ہاتھ مار کر کہا۔ "لیکن نقشے میں شیر کی جھیل کا نشان ہے۔ لاگ بک میں شیر کی شکلیں بنی ہوئی ہیں۔ تمہاری تردید کے باوجود یہ حقیقت نہیں بدل سکتی اور ایک بچہ بھی یہ نتیجہ اخذ کر کے جملہ مکمل کر سکتا ہے کہ وہ چٹان جس کی شکل شیر جیسی ہے۔ یہی بات۔"

"ٹھیک ہے۔ فرض کر دیہی بات تھی۔ تمہیں معلوم ہے یہ جھیل کہاں ہے۔۔؟" میک گورن نے کہا۔

"ہاں۔ اٹی کوناک دریا کے علاقے میں۔" میں نے کہا۔ میک گورن نے مدافعت جاری رکھی۔ "لیکن اسی علاقے کے تیس میل کے دائرے میں تلاش کے باوجود یہ جھیل نہیں ملی اور یہاں ہزاروں جھیلیں ہیں۔"

"ہزاروں جھیلوں میں شیر والی صرف ایک جھیل ہے مسٹر میک گورن۔" میں نے چلا کر کہا۔

"میں اس کے وجود سے انکار نہیں کر رہا ہوں۔ اس کا تذکرہ نقشوں میں ہے۔ کتابوں میں ہے۔" میک گورن نے کہا۔ "تمہارے باپ نے اگر اس کا نام سن لیا تھا تو اس میں حیرت کی کیا بات ہے۔"

"آپ لوگ بات سمجھنا نہیں چاہتے۔ مجھے شبہ ہو رہا ہے کہ آپ کو اس کی تلاش سے دلچسپی ہی نہیں ہے۔" میں نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"آپ میرے باپ کو پاگل قرار دے کر بات ختم کرنا چاہتے ہیں۔" لاروش کا رنگ اڑ گیا۔

"تلاش کا کام دوبارہ شروع کرنے کے اختیارات میرے پاس نہیں ہیں۔ کینیڈا کی حکومت کے پاس ہیں اور انہیں قائل کرنے کے لئے جذبات کی نہیں دلائل کی ضرورت ہے۔"

"کیا یہ دلیل کافی نہیں۔" میں نے میز پر جھک کر کہا۔ "پہلے آپ نے کسی سراغ کے بغیر تلاش کی تھی۔ اب میں آپ کو شیر والی چٹان کا سراغ دے رہا ہوں مگر آپ لوگوں کے لئے کسی انسان کی زندگی کی کوئی وقعت نہیں۔ میرا باپ تو مر چکا۔ میں صرف بریف کی زندگی بچانے نکلا تھا۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ میرے اس جذبے کا یہ حشر ہو گا۔ میں لعنت بھیجتا ہوں آپ سب پر۔" میں نے مزید بات کئے بغیر دروازہ کھولا اور باہر نکل گیا اور اپنے پیچھے دروازے کو زور سے بند کیا۔ بل میرے پیچھے پیچھے آیا۔

"مسٹر فرگوسن۔ مجھے افسوس ہے آپ مایوس لوٹ رہے ہیں۔ آپ کا جہاز تو کل لوٹے گا۔ اگر آپ مونٹریال جانا چاہیں تو ہم آج ہی بھجوا سکتے ہیں۔ شام کو ایک جہاز جا رہا ہے۔ جانے سے پہلے آپ غروب آفتاب

کا ایک ایسا منظر دیکھتے جائیں جو آپ کو کہیں اور دیکھنے کو نہیں ملے گا۔"
کوئی جواب نہ پاکر وہ لوٹ گیا۔ میں آگے چلتا گیا۔ پھر کسی ارادے کے بغیر میں نے پلٹ کر دیکھا۔ بل ایک لڑکی سے بات کر رہا تھا۔ وہ دونوں میری طرف دیکھ رہے تھے۔

کیو این ایس اینڈ ...نے کے دفتر سے اپنا سوٹ کیس اٹھا کر میں باہر نکلا تو غروب آفتاب کا منظر میرے سامنے پھیل گیا۔ آسمان کا رنگ افق تا افق دہکتے ہوئے الاؤ کی طرح زرد پھر نارنجی ہو گیا۔ اب اس میں سرخی نمایاں ہوتی جارہی تھی۔ بدلتے ہوئے رنگوں کا یہ تماشا سیاہی کے غالب آنے سے ختم ہو گیا۔ نہ جانے کب تک میں وہیں مبہوت کھڑا رہا۔

"مسٹر فرگوسن!" ... عورت کی آواز سن کر میں چونکا۔ یہ وہی عورت تھی جو بل لینڈ سے گفتگو کر رہی تھی۔ کسی تعارف کے بغیر میں نے اندازہ کر لیا کہ وہ پامیلا برایٹ ہے۔

"مس پامیلا برایٹ! مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکا۔" میں نے کہا۔

"کس نے کہا تھا تم سے مدد کے لئے؟" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ میں بھونچکا رہ گیا۔

"مس پامیلا۔ میں اپنے والد کو نہیں آپ کے والد کو بچانے نکلا تھا۔"

"میرا باپ مر چکا ہے۔ سنا تم نے۔ وہ مر چکا ہے۔ مر چکا ہے۔"

وہ دیوار کی طرف منہ کرکے کہنی کے سہارے سر رکھ کر رونے لگی۔

"دیکھئے۔ مس پامیلا!" میں نے کہا۔ "آدمی امید کا دامن کبھی نہیں چھوڑتا۔ یہ تو ایک آدمی کی زندگی کا سوال تھا۔"

"سوال اس آدمی کی زندگی کا نہیں تھا۔" وہ پلٹ کر بولی۔ "سوال تمہاری عزت کا تھا جس پر حرف آرہا تھا۔ تمہاری ساری جدوجہد کا مقصد یہ ہے کہ تم اپنے باپ کو دیوانگی کے الزام سے بچا سکو۔ حالانکہ وہ پاگل تھا سو فیصد پاگل۔ تم سمجھتے ہو تم دنیا کو قائل کر لوگے۔ دنیا تمہیں پاگل قرار دے گی۔ تم نے مجھے برٹ سے برگشتہ کرنے کی ذلیل کوشش کی۔ مگر مجھے تمہارے کہے ہوئے ایک لفظ پر بھی یقین نہیں کیونکہ برٹ جھوٹ نہیں بول سکتا۔" وہ رو دی تھی۔

"میں نے اسے جھوٹا نہیں کہا۔" میں نے نرمی سے کہا۔ "میں نے صرف غلطی کی بات کی تھی جو کسی سے بھی ہو سکتی ہے۔ وہ میرا باپ ہو یا برٹ۔ میرا باپ تو مر چکا۔ اور غلطی اس نے اگر کی تھی تو صرف یہ کہ تمہارے باپ کے لئے اپنی جان دی۔ مجھے یقین تھا کہ کوئی آدمی جب اپنی جان دیتا ہے تو بے وجہ نہیں دیتا۔ اس نے تمہارے باپ کی آواز سنی تھی اور کوئی کچھ بھی کہے میرا یقین اپنی جگہ ہے کہ سنی تھی۔ مس پامیلا۔ جتنا تم اپنے باپ کے بارے میں جانتی ہو اتنا ہی میں بھی جانتا ہوں۔ وہ پاگل نہیں تھا۔"

"وہ آواز اس نے کہاں سے سنی تھی۔ عالم ارواح سے؟" وہ تلخ لہجے میں بولی۔

"نہیں شیر والی جھیل سے۔ جس کے وجود کو بھی کوئی تسلیم کرنے کو

تیار نہ تھا۔ اور اب تسلیم کرنا ہے تو کوئی تیار نہیں کہ اسے ایک بار اور تلاش کرے۔ ایک پاگل کی بات ہی سہی مگر جہاں کسی کی زندگی کا سوال ہو وہاں

ایک کوشش کی ناکامی کا ذکر کیا۔" میں نے اس کے چہرے پر حیرت کے آثار دیکھ کر بات کو جاری رکھا۔ "تم نے صرف لارڈش کا بیان سنا ہے اور چونکہ تم اس سے محبت کرتی ہو اس لئے اس لئے نہ کسی اور کی بات پر یقین کرنے کو تیار ہو نہ تمہیں حقائق کا علم ہے۔ تم نے سائمن لیڈر کی رپورٹ دیکھی ہے۔؟ نہیں۔ ظاہر ہے۔ تم خود ہی اندھی ہو رہی ہو تو تمہیں کچھ دکھانے کا کیا فائدہ۔ شاید نہ دکھانے میں کچھ لوگوں کا فائدہ ہو۔"

"نہیں۔" وہ خوفزدہ ہو کر پیچھے ہٹی۔ "ایسا نہیں ہو سکتا۔۔۔۔ میں تمہاری باتوں میں نہیں آ سکتی۔۔۔۔" پھر وہ پلٹی اور دوڑتی ہوئی غائب ہو گئی۔ مجھے معلوم تھا میں نے اس کے اعتماد کی عمارت کو ہلا دیا ہے۔ مگر میں بے بس تھا۔ مجھے اس پر ترس آیا اور ایک لمحے کے لئے میں نے محسوس کیا کہ میں اور وہ ایک ہی کشتی میں سوار ہیں جو سمندر کی بیکراں وسعت اور تاریکی میں موجوں سے نبرد آزما ہے اور آسمان پر صرف ایک ستارہ ہے جو منزل کا نشاں دے سکتا ہے۔ شیر والی جھیل ابھی وقت پر بینڈ نے مداخلت کی۔ اس کی جیپ میرے سامنے آکر رکی۔

"مونٹریال جانے والا جہاز آپ کا منتظر ہے۔" اس نے اترے بغیر کہا۔

٭ ٭ ٭

"مگر میں مونٹریال نہیں جا رہا ہوں مسٹر بل۔ اس وقت تک جب تک میں حقیقت حال کو دریافت نہیں کر لیتا۔" میں نے اعتماد سے کہا۔

"حقیقت حال؟" اس کا چہرہ بگڑ گیا۔ "ابھی کسر باقی تھی۔" وہ نیچے اتر آیا۔ "تم نے پامیلا سے کچھ کہا ہے۔؟"

"ہاں۔ مجھے الہام ہوا ہے۔ مجھے ایک لڑکی کی مدد کرنی ہے جسے حقیقت حال کا علم نہیں۔" میں نے کہا۔ اس نے سوٹ کیس میرے ہاتھ سے چھین کر جیپ میں پھینک دیا۔ "مسٹر فرگوسن۔ تم اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتے۔ اب تم جتنی جلد یہاں سے چلے جاؤ تمہارے حق میں بہتر ہے سمجھے۔؟" اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ میں نے محسوس کیا کہ میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ میں جیپ چپ چاپ جیپ میں بیٹھ گیا۔ "ٹھیک ہے۔ جہاز تک تفریح ہی سہی۔ مگر مسٹر بل تم مجھے پیک کر کے مال کی طرح ارسال نہیں کر سکتے۔" اس نے جیپ روک لی۔ "حماقت مت کرو۔ یہ تمہارے لئے اجنبی ملک ہے۔ تمہیں فاقے کرنے پڑے تو ساری سراغرسانی بھول جاؤ گے۔"

"اس کی نوبت نہیں آئے گی۔ میں انجینئر ہوں۔ الیکس اسٹیفن مجھے ملازم رکھ سکتا ہے۔" میں نے کہا۔

"الیکس کیا اس ملک میں تمہیں کوئی نوکری نہیں دے گا۔" اس نے یوں کہا۔ جیسے وہ مجھے دھمکی دے رہا ہے۔ "تمہیں جانا پڑے گا۔" جیپ ایک جھٹکے سے اسٹارٹ ہو گئی۔

"اس سے بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ میں نے پامیلا پر لیف کو قائل کر لیا ہے کہ میں حقیقت حال سے باخبر ہوں۔ یہ خلش اسے خود میرے پاس لے آئے گی۔" میں نے کہا۔ جیپ ایک جہاز کے قریب رک گئی۔

"شٹ اپ۔ اینڈ گیٹ آؤٹ۔" اس نے مجھے خونخوار نظروں سے دیکھا۔ "یہ ہے وہ جہاز جس سے تمہیں جانا ہے اور اس جہاز کے جانے کے بعد میں نے تمہیں یہاں پایا تو تمہاری لاش جائے گی۔" اس نے میرا سوٹ کیس باہر پھینکا اور میرے اترتے ہی جیپ موڑ کر لے گیا۔ پھر ذرا فاصلے پر جیپ روک کر اترا اور میری طرف آیا۔ اتنی دیر میں ایک نئے خیال نے مجھے قائل کر لیا کہ میرا یہاں رہ کر مخاصمت مول لینا بے کار ہے۔ مجھے مونٹریال میں حکام اعلیٰ سے مدد لینی چاہیئے۔

"مسٹر بل۔ مجھے کچھ پیسوں کی ضرورت ہے۔" میں نے مظلومیت سے کہا۔ "کل دوپہر تک کے لئے۔"

"کتنے۔" اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا۔ "بیس ڈالر کافی ہیں۔" میں نے سر ہلایا۔ "میں واپس کر دوں گا۔" میں نے کہا۔ مگر بل کا رویہ میرے رویے کے ساتھ ہی بدل گیا تھا۔ "اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں جذباتی قسم کا آدمی ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ تمہاری بے وقوفی کا خمیازہ پامیلا اور برٹ کو بھگتنا پڑے۔ انہیں زندگی ایک ساتھ گزارنی ہے۔" اس نے مجھے ایک شخص کے حوالے کیا کہ وہ جہاز کی روانگی تک مجھے اپنے ساتھ رکھے اور میری مدد کرے۔ پھر ہاتھ ملا کر رخصت ہو گیا۔ جہاز کی روانگی میں ایک گھنٹہ تھا۔ میں ٹہلتا ہوا ہینگر میں چلا گیا جہاں بہت سے افراد ڈکوتا جہاز پر سامان لاد رہے تھے۔ یہ سب ریلوے لائن بچھانے والے لوگ تھے۔ کسی شخص نے کہا کہ ٹوٹو فور پر نیا انجینئر بھیجا جا رہا ہے۔ ٹوٹو فور سے اس کی مراد دو سو چوبیسویں میل سے ہو گی۔ سوچے سمجھے بغیر میں اس ہجوم میں شامل ہو گیا۔ "سخت برف پڑ رہی ہے وہاں۔" ایک شخص نے میری طرف دیکھے بغیر کہا۔ "یہ لائن جہنم کی طرف جاتی تو کیا تھا۔" "بکواس مت کرو کام کرو۔" دوسرے شخص نے چلا کر کہا۔ پھر ایک ایک کر کے وہ سب جہاز میں سوار ہونے لگے اور دروازے میں کھڑا ہوا ایک شخص ان کے نام کی فہرست پر نشان لگاتا گیا۔ صرف میں رہ گیا۔

"تمہارا کیا نام ہے؟" اس نے فہرست پر نظر ڈالی۔ سارے ناموں پر نشان لگے ہوئے تھے۔ "فرگوسن۔ نیا انجینئر جسے ٹوٹو فور بھیجا جا رہا ہے۔" میں نے کہا۔

"ٹوٹو فور۔ جہاز تو ون تھری فور جا رہا ہے۔" اس نے کہا۔ "اور تمہارا نام بھی اس میں نہیں ہے۔"

"میں آج ہی پہنچا ہوں۔ الیکس اسٹیفن سے پوچھ لیں آپ۔" مجھے معلوم تھا وہ دفتر بند کر کے جا چکا ہے۔

"فلائٹ پاس کدھر ہے۔" اس نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔

"مسٹر بل مجھے یہاں چھوڑ گئے تھے ایک صاحب کے پاس۔" میں نے کہا۔ "معلوم نہیں کیا نام ہے ان کا۔"

"اوہ۔ ایڈگر۔" وہ چل پڑا۔ میرا دل بیٹھ گیا۔ میں اس کے پیچھے روانہ ہوگیا۔

"انہیں تو مونٹریال جانا ہے۔" ایڈگر نے کہا۔

"مونٹریال۔ وہاں کیا رکھا ہے؟" میں نے جیب سے پاسپورٹ نکالا۔ "آج صبح تو میں مونٹریال سے یہاں پہنچا ہوں نوکری کے لئے۔ میں انجینئر ہوں۔"

"اس انجینئر کی جگہ جو زخمی ہو کر واپس پہنچا ہے۔" ایڈگر نے کہا۔

میں نے اثبات میں سر ہلایا۔

"تم صبح مجھے ملے تھے۔" ایک شخص نے کہا۔ یہ وہ تھا جس سے میں نے صبح سب سے پہلے میک گورن کمپنی کا پتا پوچھا تھا اور اس نے مجھ سے پوچھا تھا کہ میں ملازمت کے لئے آیا ہوں۔ اس کی تصدیق نے مسئلہ حل کر دیا۔

"مسٹر بل غلطی سے مونٹریال کہہ گئے ہوں گے۔ میں نے سنا نہیں ورنہ......"

"اوکے۔ اوکے......" اس نے فلائٹ پاس پر سے مونٹریال کاٹ کر ون تھری نور لکھ دیا۔ "بل نے تو تمہیں مروا دیا تھا۔ اترتے تو پتا چلتا دنیا گول ہے۔" وہ ہنسا۔ اندر قدم رکھنے سے پہلے میری نظر ایک جیپ پر پڑی جس میں لاروش بیٹھا تھا مگر دروازہ بند ہوگیا اور جہاز کے انجن گرجنے لگے۔ میرا دل زیادہ تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ ابھی ایک منٹ میں ایڈگر اسے بتا دے گا کہ میں مونٹریال جانے والے جہاز میں نہیں ہوں۔ مگر جہاز چل پڑا تھا اور آہستہ آہستہ اس کی رفتار بڑھ رہی تھی۔ دس منٹ بعد میں براڈور کی طرف محو پرواز تھا۔ میرے ارد گرد مزدور تھے اور دوسری جنگ عظیم کا تھکا ہوا جہاز اندر سے بھی اتنا ہی ٹھنڈا تھا جتنا باہر سے۔

ایک گھنٹے کی پرواز کے بعد میں نے جس دنیا میں قدم رکھا وہ میرے لئے کولمبس کی نئی دنیا سے زیادہ حیرت انگیز اور سنسنی خیز تھی۔ وہ زمین جس پر انسان کے قدموں کے نشان تازہ تھے اور جو ابھی تک اسی حالت میں تھی جس حالت میں دست قدرت نے اسے تخلیق کیا تھا۔ انسان اور مشین دونوں نے اس کے حسن کو مجروح نہیں کیا تھا۔

ہم سب کی رگوں میں خون منجمد ہونے کے قریب تھا اور ہم تیز تیز قدموں سے کیمپ آفس کی طرف جا رہے تھے جہاں ڈیزل آئل کے بھبکے نما ہیٹر دہک رہے تھے۔ ایک بار پھر حاضری ہوئی آخر میں میرا نام پکارا گیا۔ "مسٹر آئن فرگوسن۔"

"یس۔" میں نے کہا۔

"آپ کے لئے ایک پیغام ہے۔ ریڈیو سے موصول ہوا ہے۔" میرے ہاتھ میں کاغذ کا ایک ٹکڑا پکڑا دیا گیا۔

"میں ایک ضروری بات کے لئے کل صبح آٹھ بجے کی گاڑی سے پہنچ رہا ہوں۔ انتظار کرو۔ لاروش۔"

شبہے کی کوئی گنجائش نہ تھی کہ ضروری بات محض روکنے کا ایک بہانہ ہے۔ "پیغام مل گیا آپ کو۔ گڈ۔ آپ مسٹر لاروش کے دوست ہیں۔ انگریز معلوم ہوتے ہیں؟" میں نے گفتگو کرنے والے کو دیکھا۔ وہ چھوٹے سے قد کا پھرتیلا آدمی تھا۔ میں نے اثبات میں سر ہلایا۔ "میرا اگمر لنکاشائر میں ہے۔ پیٹ کی خاطر یہاں ٹھٹھر رہا ہوں۔ آیا تھا تو تمہارے برابر تھا سکڑتے سکڑتے یہ حال ہوگیا۔ خیر اندر آؤ۔ ایک سے دو بھلے۔" وہ ہنسا۔ میں اس کے پیچھے ایک گرم کمرے میں داخل ہوا۔ "میں ریڈیو آپریٹر ہوں۔ آباب پرکنز۔ چائے چلے گی۔ کافی نے تو مجھے بیزار کر دیا ہے۔ تم لاروش کو کیسے جانتے ہو۔ یہ تو وہی ہے نا جس کا جہاز گرا تھا۔" وہ سخت باتونی آدمی تھا اور جواب کا موقع دیئے بغیر بولتا جاتا تھا۔ "مجھے یہاں پہنچے جمعہ جمعہ آٹھ دن بھی نہیں ہوئے۔ پانچ دن ہوئے ہیں۔ پہلے میں دو سو نوے پر تھا۔ وہیں سے لاروش کو اٹھایا تھا ہم نے۔" اپنے ہیٹر پر سے ابلتے ہوئے پانی کی کیتلی اٹھائی۔

"کس نے دیکھا تھا اسے سب سے پہلے؟" میں نے کہا۔

"معلوم نہیں۔ وہ تو بھوت کی طرح جھاڑیوں میں سے نکل آیا۔ بری حالت تھی اس کی۔ ایک انجینئر ہے کیا نام ہے۔ اس کا۔ ہاں۔ رے ڈارک رے ڈار۔" وہ ہنسا۔ "وہ سوتر لیٹھ پر۔ اس نے ہمیں وائرلیس پر پیغام دیا کہ جہاز تیار رکھیں اور ایک گھنٹے میں بیس میل ڈرائیونگ کر کے اسے یہاں لے آیا۔ وہ بھی خوب چیز ہے۔" اس نے چائے کا مگ میرے سامنے رکھا۔ "ڈارک یا رے ڈار۔ دونوں ناموں سے چڑتا ہے۔ آیا تھا مہینہ بھر کے لئے اور سال بھر سے یہیں پڑا ہے۔ مجھے اے مگر مستوری کرتا ہے۔ اس سڑک پر ایک گھنٹے میں بیس میل جیپ چلانا بھی کمال ہے اور اس کی جیپ اس سے بڑھ کر ہے۔ معلوم نہیں کیسے وہ صحیح سالم پہنچ گیا۔" وہ بولتا رہا اور میں سنتا گیا۔ اس سے کارآمد باتیں بھی معلوم ہوئیں۔ کیمپ ٹوٹو فور خاصی بڑی جگہ تھی اور میرا وہاں چھپ کر رہنا ناممکن تھا۔ اس سے بیس میل آگے پٹڑی بچھانے کا کام چل رہا تھا۔ اس سے آگے کیمپ ٹو سکس تھرٹی تھا جو زیر تعمیر تھا۔ دونوں کے درمیان کسی قسم کا رابطہ نہ تھا۔ پرانے جنگل صاف کئے جا رہے تھے۔ برف جو ازل سے موجود تھی بل ڈوزروں کے آہنی پنجوں کے سامنے دم توڑ رہی تھی اور لوہے کی پٹڑی کنواری دھرتی کے سینے پر سانپ کی طرح بل کھاتی آگے بڑھتی جا رہی تھی۔

"اس سارے علاقے میں کیمپ ٹو نائن زیرو ڈھنگ کی جگہ ہے۔ جھیل کے کنارے ایک چھوٹا سا رن وے ہے۔ ہیلی کوپٹر ہے۔ ٹیلی فون ہے۔ وہ لوگ عیش کرتے ہیں۔" عیش کے اس تصور پر مجھے ہنسی آئی۔ جنگل میں منگل لے کرتے ہیں ورنہ زندگی تو ہر کیمپ میں ایک ہی طرح سے گزرتی ہے۔ وہی یخ بستہ ہوائیں اور برف۔ اور مہذب

پرآسائش زندگی کے خواب دیکھتے ہوئے لوگ۔" اسی ہیلی کوپٹر میں لاروش نے اپنے دونوں ساتھیوں کی لاشیں تلاش کی تھیں۔ میں نام بھول گیا ان کے۔ وہ دو دن بعد آیا تھا۔ پائلٹ دوسرا تھا۔ بین بالٹ۔ مگر لاروش اس کے ساتھ رہا حالانکہ اس کی حالت خراب تھی۔"

"اس کے ساتھ میک گورن نام کا بھی کوئی شخص تھا؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔ اکیلا ہی تھا وہ۔"

"بب۔ مجھے ابھی کیپ ٹوبکس کھتری جانا ہے۔ تمہارے اس دوست ریے ڈارک سے ملنے۔"

"مگر لاروش۔" اس نے تعجب سے کہا۔ "اور میاں شہزادے یہ کوئی آسان کام نہیں ہے۔"

"لاروش کو مارو گولی۔ میں تو کمپنی کی طرف سے اس انجینئر کی جگہ جا رہا ہوں۔ کیا نام تھا اس کا۔"

"ولیٹ۔ بچارے کا ہیرکٹ گیا تھا۔ مگر تمہیں اتنی جلدی کیا ہے۔ پیدل جاؤ گے۔"

"ہاں۔ لاروش سے کہنا میرا انتظار کرے۔ میں ٹوبکس کھتری سے رابطہ قائم کر لوں گا۔"

"تمہاری مرضی۔؟" اس نے کہا۔ پھر اسے کچھ یاد آیا۔ "ایک منٹ میں معلوم کر لوں۔" اس نے کہیں فون کیا۔ "قسمت اچھی ہے تمہاری گاڑی لیٹ جا رہی ہے۔ رات دو بجے۔ مگر تمہیں تکلیف نہیں ہوگی۔ میں نے تمہارا بندوبست کنڈکٹر گارڈ کے ساتھ کر دیا ہے۔ تم سو جاؤ ابھی۔"

"میں واقعی سو جاؤں۔" میں نے سوچا۔ صبح مجھے ڈاروِن پورٹ پر فیرو سے ملنا تھا۔ اپنی ماں کو مطلع کر دینا بھی بہتر تھا۔ صبح معلوم نہیں کیا ہو جائے۔ نیند سے بھی میرا برا حال تھا۔ برسٹول میں میری نوکری کو خطرہ تھا۔ "باب۔ تمہارا وائرلیس ٹھیک ہے۔ مجھے ایک پیغام دینا ہے اسٹیشن وی او ایکس ایل زیڈ۔"

"بولو۔" اس نے کہا۔ "فریکوئنسی بتاؤ اور پیغام لکھا دو۔"

"لکھو۔" میں نے کہا۔ "کمپنی میں کسی نے میری بات نہیں سنی۔ براڈ ورمیں شیر والی جھیل کی تلاش میں جا رہا ہوں۔ کیپٹن فیرو کو بتا دو۔ وہ واپسی پر مسٹر ہیڈ وچیف انجینئر ران دے کنسٹرکشن کمپنی کو اور مسز فرگوسن کو ایک سو انیس لینس ڈاؤن روڈ لندن این ڈبلیو ون پر بتائے۔ اسے کہو تار سے مجھے مطلع کرے کہ شیر والی جھیل کہاں ہے۔ معرفت ریڈیو آپریٹر باب پرکنز۔" اس نے پیغام پڑھا اور ایک نظر مجھے دیکھا۔ اس نگاہ میں نہ جانے کتنے سوال تھے۔ مگر میں صرف اقرار کر سکتا تھا۔ "باب یہ میری زندگی اور موت کا سوال ہے۔ میں تمہارے رحم و کرم پر ہوں۔ اسے اپنے تک محدود رکھنا۔" وہ ساری بات اگر نہیں سمجھا تو آدھی ضرور سمجھ گیا۔ "اگر تم انگریز نہ ہوتے تو۔ مگر خیر جاؤ باہر ٹرک کھڑا ہے۔ میرے کیپ میں میرے بستر پر جا کر سو جاؤ۔ میں کچھ کرتا ہوں۔ رات ڈیڑھ بجے تک سو لو۔" پھر وہ میرے قریب آیا۔ "اور اگر میں رات کو ڈیڑھ بجے آ کر تمہیں نہ جگاؤں تو سمجھ لینا کہ پیغام گیا۔ اور مسٹر لاروش سے تب وہی کہو گا جو تم نے کہا تھا۔" وہ قہقہہ مار کر ہنسا۔

گاہک (ہوٹل کے مالک سے): "کیا چھت سے ہمیشہ اسی طرح پانی آتا رہتا ہے؟"

مالک: "نہیں جناب، صرف اسی وقت جب بارش ہو رہی ہو۔"

اٹالین ٹرک ڈرائیور نے پانچ منٹ بعد مجھے لکڑی کی چھوٹی سی عمارت کے سامنے اتارا۔ اندر فوزیل آئل کے ہیٹر نے بڑی آرام دہ حرارت پھیلا رکھی تھی اور باہر کی سرد فضا سے اندر قدم رکھتے ہی تھکن کا اور نیند کی ضرورت کا شدید احساس مجھ پر غالب آ گیا۔ میں بے سدھ ہو کر بستر پر گر پڑا۔ ابھی نیند کا پہلا جھونکا آیا تھا کہ کسی نے میرا کندھا پکڑ کر ہلایا۔ میں نیم غنودگی کے عالم میں خواب کی طرح دیکھا کہ لاروش کا چہرہ مجھ پر جھکا ہوا۔ زخم کا وہ نشان میرے سامنے آ گیا جو پیشانی کے سامنے دائیں آنکھ سے شروع ہو کر سر کی گولائی کے ساتھ پھیلا ہوا تھا۔ میں چونک کر اٹھ بیٹھا۔ سامنے گھڑی میں رات کے بارہ بجے تھے۔ "تم۔ تم اس وقت کیسے پہنچ گئے۔" میں نے کہا۔ "مجھے ڈر تھا کہ کہیں نکل نہ جاؤ۔ میں ہوائی جہاز سے آگیا۔" وہ پلنگ پر بیٹھ گیا۔ "یہاں تو خاصی گرمی ہے۔" اس نے ماتھے سے پسینہ صاف کیا۔ وہ تھکا ہوا نظر آتا تھا۔ "تم نے بل کو یہاں میری موجودگی کے بارے میں بتا دیا ہے۔" میں نے کہا۔

"نہیں۔ میں تم سے بات کرنا چاہتا تھا۔" اس نے جیب سے ایک سگریٹ نکالا انگلیوں میں گھما کر سیدھا کیا اور لائٹر سے سلگایا۔ مجھے اس کے ہاتھوں میں لرزش محسوس ہوئی۔ "آخر تم اس جہاز سے کیوں بھاگ آئے۔"

"اس لئے کہ میں نے تم سے جو کہا تھا اس پر تمہیں اعتبار نہیں تھا۔" اس نے آہستہ سے کہا۔ میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ "لولو کیوں اعتبار نہیں تھا تمہیں میری بات پر۔" خلاف توقع اس کا لہجہ زخم خوردہ تھا جیسے اسے میرے طرزِ عمل سے دکھ پہنچا ہے۔

"اگر سوال یقین کا ہے مسٹر لاروش تو......" میں نے کہنا چاہا کہ مجھے اب بھی کسی بات کا یقین نہیں۔ اس نے سر ہلا کر میری بات کاٹ دی۔ "ٹھیک ہے۔ یہ تقدیر کے چکر ہیں۔ ورنہ یہ کیسے ممکن تھا کہ اس بڈھے کا بیٹا ہزاروں میل دور بیٹھ کر ریڈیو رسیور سے واقعات کا اندازہ کر لیتا۔ جیسے اسے معلوم ہے ایسا ہی ہوگا۔"

"یہ بات تم میرے باپ کے بارے میں کہہ رہے ہو۔" وہ دیوار سے باتیں کر رہا تھا یا اپنے آپ سے مگر اس نے میری بات کا کوئی جواب

نہیں دیا۔" تم سمجھتے ہو میں نے انہیں قتل کر دیا؟" اس نے اچانک کہا اور ہنسا مجھے اس ہنسی میں دیوانگی کے آثار نظر آئے۔" اس لئے کہ میرا نام لاروش ہے۔؟ تم سمجھتے ہو میں قاتل ہوں۔ نہیں۔ حیرت کی کوئی بات نہیں۔ مجھے معلوم ہے تمہارے باپ کے ذہن میں کیا تھا۔ مجھے سائمن کی رپورٹ سے اندازہ ہو گیا تھا۔" پھر وہ اچانک میری طرف پلٹا اور اس نے میرا بازو تھام لیا۔" فرگوسن۔ میں نے انہیں نہیں مارا۔ میں بالکل بے قصور ہوں سمجھے۔ میرا اس میں کوئی ہاتھ نہیں۔" میں بھونچکا رہ گیا۔" میں نے یہ کب کہا ہے مسٹر برٹ لاروش۔ یہ خیال تو ایک لمحے کے لئے بھی میرے ذہن میں نہیں آیا۔"

"پھر۔؟ پھر تم یہاں کیوں چلے آئے۔ کیوں کہا تم نے یا میلا سے کہ میں نے غلطی کی ہے۔ جھوٹ بولا ہے۔" اس نے بے تابی سے کہا۔ "اس سے بہتر تھا تم میک گورن کے سامنے صحیح بات بتا دیتے اور ہم تینوں مل کر بات کر لیتے۔"

"میں نے صحیح بات بتا دی تھی اور تم نے بھی سنی تھی۔" میں نے کہا۔

"وہ صحیح بات نہیں تھی۔ تم جھوٹ بول رہے تھے۔"

"جھوٹ۔؟ مجھے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت تھی۔ جو بات تھی وہ میں نے بتا دی۔" میں نے برہم ہوتے ہوئے کہا۔

"فرگوسن۔ آخر تم مجھے اتنا بے وقوف کیوں سمجھتے رہے۔ تمہارا خیال تھا اس بے سروپا کہانی پر میں یقین کر لوں گا کہ تم نے ایک ایسے شخص کی زندگی کے لئے ہزاروں میل کا سفر کیا جسے تم جانتے تک نہیں تھے اور جس کے بارے میں تمہیں بھی روانگی سے قبل علم بھی نہیں ہو گا کہ زندہ ہے یا مر گیا۔" وہ چڑ کر بولا۔" ایک ایسے سفر پر روانہ ہو گئے جس کا کوئی مقصد نہیں تھا۔ خالی جیب ایک ایسے ملک میں آ پہنچے جہاں کوئی تمہارا صورت آشنا تک نہیں۔ بتاؤ۔؟ ہے یہ ماننے والی بات۔ تم پولیس کو رپورٹ کرتے۔ براڈ ور نہ آتے۔ اصل بات کچھ اور ہے۔"

"اصل بات یہی ہے۔" میں نے چلا کر کہا۔

"تم بکواس کرتے ہو۔ تمہارے باپ نے کوئی پیغام نہیں سنا۔ تم کہتے ہو تمہیں اپنے دادا کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا اور یہ بھی کہتے ہو کہ اسے براڈ ور میں حد سے زیادہ دلچسپی تھی۔ کیوں؟ کیا اس نے کبھی تمہیں نہیں بتایا۔؟ اور تم نے بھی کبھی اس سے نہیں پوچھا حالانکہ بچپن سے تمہیں اس کی دلچسپی کا علم تھا۔؟ اور تم کہتے ہو وہ ایک پیغام سن کر مر گیا۔ جب کہ یہ پیغام سراسر اس کے تصور کی پیداوار تھا۔؟" اس نے متواتر سوال کئے۔

"تمہاری بکواس سے میں قائل نہیں ہو سکتا۔ اس نے پیغام سنا تھا۔" میں نے ضدی بچے کی طرح کہا۔

"یہ ناممکن ہے فرگوسن ناممکن۔ ٹرانسمیٹر کے بغیر کوئی پیغام کیسے نشر ہو سکتا ہے اور ٹرانسمیٹر پانی میں غرق ہو گیا تھا۔" اس کے لہجے میں کوئی ایسی بات تھی کہ پہلی بار مجھے اپنے یقین کامل کی بنیاد ہلتی ہوئی محسوس ہوئیں۔ وہ مجھ سے مخاطب نہیں تھا خود کو قائل کر رہا تھا۔" برلیف کے بارے میں بھی۔؟" میں نے کہا مگر وہ اپنے خیالات میں غرق تھا۔" برلیف وہ پیغام کیسے دے سکتا تھا یہ ناممکن ہے۔ دونوں باتیں ناممکن ہیں۔" پھر اس نے سر اٹھایا۔" تم اتنے بڑے ہو گئے اور تمہیں اپنے دادا کے بارے میں معلوم نہیں۔ میں نہیں مان سکتا۔"

اب اس سے فرق بھی کیا پڑتا ہے۔ اگر وہ بتا بھی دیتا تو کیا ہوتا؟ میں نے کہا۔

"اچھا۔؟ کوئی فرق نہیں پڑتا۔؟ تو کیا یہ اتفاق ہے۔؟" وہ ہنسا۔ "تمہاری ماں نے بھی نہیں بتایا۔؟ دادی نے بھی نہیں بتایا۔؟" اس کے لہجے میں حیرت کا عنصر بہت نمایاں تھا۔" مسٹر برٹ جب میں دس سال کا تھا تو میری دادی مر گئی تھی اور شاید اس نے مجھے بتلانے کی کوشش کی تھی جس پر میری ماں کی اس سے لڑائی ہوئی اور میری ماں کو براڈ ور کے نام سے وحشت ہو گئی۔ اس نے میرے باپ کو بھی کسی نہ کسی طرح قائل کر لیا۔ مجھے نہیں معلوم کیسے۔ مگر حقیقت یہی ہے کہ مجھے اپنے دادا کے بارے میں صرف سائمن کی زبانی معلوم ہوا۔" میں نے کہا۔" موت سے کئی سال قبل بھی ہم دادی سے نہیں ملے تھے۔"

"اچھا۔!" اس نے تھوڑی سی حیرت کے ساتھ قائل ہوتے ہوئے کہا۔ پھر اچانک اسے کچھ اور یاد آ گیا۔" اگر یہ بات ہے تو شیر والی جھیل کا تمہیں پتا کیسے چلا۔ مگر۔" وہ رک گیا۔" ٹھیک ہے۔ تم نے بتایا تھا کہ اگ بکس سے اندازہ ہوا تھا تمہیں۔" اس نے ماتھے سے پسینہ پونچھا۔ شاید غلطی میری ہی تھی۔ تمہارا آنا واقعی اتفاقیہ ہے اور تمہارے باپ نے واقعی پیغام سنا ہو گا۔" وہ بڑبڑایا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے چہرے سے اندازہ ہوتا تھا کہ میری گفتگو نے اس کی ذہنی کشمکش کو ختم کر دیا ہے۔" مجھے بھی نیند آ رہی ہے۔" اس نے کونے میں لگے ہوئے فاضل بستر کی طرف دیکھا۔" معاف کرنا میں نے تمہیں جگایا۔" وہ بستر کی طرف چلا اور پھر رک گیا پلٹ کر میری طرف دیکھا۔" تو تمہیں واقعی معلوم نہیں کہ شیر والی جھیل پر کیا واقعات پیش آئے تھے۔" پھر شاید اسے الفاظ کے غلط انتخاب کا احساس ہوا۔" معلوم ہو جاتا تو بھی کیا۔"

"فرق صرف ایک صورت میں پڑتا ہے۔ اگر یہ معلوم ہو جائے کہ برلیف نے وہاں سے کیا پیغام دیا تھا۔"

"برلیف نے کوئی پیغام نہیں دیا۔" اس نے اچانک پلٹ کر اونچی آواز میں کہا۔" برلیف نے کیا کسی نے بھی نہیں۔"

"مگر میرے باپ نے سنا تھا۔"

"اس نے کچھ نہیں سنا تھا۔ وہ پاگل تھا۔ اسے براڈ ور کے بارے خبط تھا جنون تھا۔ باقی سب اس کے ذہن کے بے بنیاد تصورات کی تخلیق تھا۔ برلیف کے پاس کیا تھا جس کی مدد سے وہ پیغام دیتا اور برڈ مر چکا تھا قطعی طور پر مر چکا تھا۔" اس نے ایک ہی سانس میں کہا۔

"اور بریف ۔؟" میں نے کہا "کیا وہ بھی مر چکا تھا۔؟" اس نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کی نگاہیں چند سیکنڈ تک مجھ پر مرتکز رہیں صرف ایک بار اس کے لبوں نے جنبش کی جیسے وہ کچھ کہنا چاہتا ہے مگر اس نے الفاظ کو زبان پر آنے سے پہلے روک لیا۔ اس ایک لمحے میں میرا یقین پھر اس بات پر پختہ ہوگیا کہ وہ بریف کے بارے میں ایک جھوٹ سفید جھوٹ میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر نہیں بول سکتا یعنی گورن کی مدد کے بغیر اس جھوٹ کو دہرا بھی نہیں سکتا۔ "ایسے مت دیکھو" وہ ہنسا مگر یہ ہنسی خود ایک جھوٹ کا اعلان تھی۔ "یہ زخم" اس نے اپنے سر پر ہاتھ پھیرا۔ "ٹھیک ہو جائے گا۔" پھر وہ بستر پر گر گیا۔ "مجھے سو جانا چاہیئے۔ تم بھی سو جاؤ۔" مگر میں اس کی طرف مسلسل دیکھتا رہا۔ وہ مجھے دھوکہ دینے کی کوشش کی ناکامی کے احساس میں مبتلا تھا۔ اپنے ذہنی انتشار کا اظہار نہ کرنے کی جدوجہد میں مصروف تھا۔ اپنے آپ سے لڑ رہا تھا اور خود فریبی کی پناہ تلاش کر رہا تھا۔ سر کے زخم پر ہاتھ رکھ کر زخم کو چھپا رہا تھا مگر وہ اس بچے کی طرح تھا جس کی چوری پکڑی جائے اور وہ جانتے ہوئے بھی انکار کرتا جائے۔

سوتے سوتے اس نے سر اٹھایا "فرگوسن۔ واپس لوٹ جاؤ۔ تم نہیں جانتے یہ کیسی جگہ ہے۔ یہاں برف ہے جو زمین سے بھی اگتی ہے اور آسمان سے بھی برستی ہے۔ جھیلیں ہیں۔ ان گنت۔ ایک جیسی اور آدمی ان جھول بھلیوں میں کھو جائے تو کبھی نہیں نکل پاتا۔ خیر میں صبح بات کروں گا۔ مجھے اس وقت سخت نیند آرہی ہے۔"

اسی وقت دروازہ کھلا اور رباب پرکنز نے اندر قدم رکھا۔ اس نے مشتبہ نظروں سے لاروش کو دیکھا "میرا خیال تھا تم سو رہے ہو گے۔ یہ مسٹر لاروش ہیں۔؟" اس نے کہا۔ "ان کی تصویر میں نے اخبار میں دیکھی تھی۔" کچھ کہے بغیر لاروش نے کروٹ لی اور سو گیا مگر میں نہ سو سکا۔ لاروش کے پراسرار رویے نے مجھے حیران کر دیا تھا خصوصاً اس کی یہ بات کہ میں آسے قائل سمجھتا ہوں۔ پرکنز نے مجھے رات کے ڈیڑھ بجے جگایا تو بھی میں پوری طرح سویا ہوا نہیں تھا۔ "راڈرک آگیا ہے" اس نے سرگوشی میں کہا۔ "تمہارا پیغام میں نے بھجوا دیا ہے۔ سامان تو نہیں ملا لیکن پیغام پہنچ گیا۔ تم جانا چاہتے ہو تو چلے جاؤ۔"

"تھینکس" میں نے دبے پاؤں باہر نکلتے ہوئے اس کا ہاتھ دبایا۔ "لاروش کو کچھ معلوم نہیں ہونا چاہیئے۔" رات کے ٹھیک دو بجے گاڑی روانہ ہوگئی اور میں کنڈکٹر گارڈ کے کمرے میں ایک برتھ پر پاؤں پھیلا کر سو گیا۔ وقتی طور پر میں نے پھر اپنے تعاقب میں آنے والوں کو پیچھے چھوڑ دیا تھا اور محفوظ تھا۔ آنکھ کھلی تو گاڑی دو سو پینتیس میل کے نشان پر کھڑی تھی کھڑکی سے باہر وہی برفانی دنیا تھی جس میں گاڑی کا وجود بڑا اجنبی لگتا تھا۔ پیچھے اور آگے ریل کی لائن سفید کاغذ پر کھنچی ہوئی دو سیاہ متوازی لکیروں کی طرح نظر آرہی تھی۔ یہاں مجھے گاڑی بدلنی تھی۔ دوسری گاڑی کا کنڈکٹر گارڈ مجھے اپنے ساتھ لے گیا۔ جو نئی بوگی میں ناشتے کے لئے سیدھی میز تھی جس کے چاروں طرف بنچ پڑے تھے اور بہت سے لوگ ناشتے میں مصروف تھے۔ خلاف توقع مجھے وہاں انڈے، دودھ، سلائس، مکھن اور کافی کے علاوہ سگریٹ بھی مل گئے۔ ایک رات کی نیند اور بھرپور ناشتے نے میری توانائی کو بحال کر دیا اور کنڈکٹر گارڈ کی مہربانی سے مجھے اوپر پہننے کے لئے فاضل کپڑے اور لانگ بوٹ بھی مل گئے۔ ان کپڑوں میں تہہ دار جیکٹ بھی تھی جس کا اوپر کا حصہ سر کو کان تک ڈھک لیتا تھا۔ اس سردی میں میرے اپنے کپڑے نہ ہونے کے برابر تھے چنانچہ اس لباس فاخرہ پر مجھے بڑی مسرت ہوئی جو مجھ سے پہلے نہ جانے کتنے لوگوں نے پہنا تھا اور ان سب کے پسینے کی ملی جلی بو اس میں بسی ہوئی تھی۔ ایک واٹر پروف پتلون اور دستانے بھی مل گئے اور جب میں نے ان سب چیزوں کی قیمت ادا کرنی چاہی تو مجھے معلوم ہوا کہ یہ سب مال غنیمت ہے۔ لوگوں کا چھوڑا ہوا۔ بالکل مفت۔

برف باری رک گئی اور سورج نکل آیا۔ صبح سے دوپہر ہوگئی اور دوپہر کے کھانے کا وقت ہوگیا۔ جس وقت کھانے کی میز کے گرد میں مزدوروں کے ہجوم میں بیٹھا تھا میں نے گڑگڑاہٹ سنی اور ایک گاڑی تیزی سے دوسری لائن پر سے گزرنے لگی۔ اسی راستے پر میں نے رات کو سفر کیا تھا اور مجھے اندازہ لگانے میں دیر نہ لگی کہ یہ وہ گاڑی تھی جس پر لاروش کو پہنچنا تھا اور اب وہ میرے تعاقب میں پھر اسی پر سوار ہوگیا ہوگا۔ گاڑی کے ڈبے ریل کے سلیپرز۔ لائنوں کے ٹکڑوں۔ لوہے کے چوکور تختوں اور مختلف ساز و سامان سے بھرے ہوئے تھے۔ لنچ کے بعد کام کرنے والے روانہ ہوگئے۔ وہ تین ڈبوں کی چھوٹی سی گاڑی میں آئے تھے۔

"تم میں سے کوئی "اسٹیل ہیڈ" کی طرف جا رہا ہے۔؟" میں نے ایک شخص سے پوچھا۔ اس نے نفی میں سر ہلایا وہ ریلوے لائن پر کھڑی ہوئی چھوٹی سی ٹرالی کے قریب کھڑا تھا۔ چار آدمیوں نے اٹھا کر ٹرالی کا رخ پلٹ دیا اور وہ شخص اس پر سوار ہوگیا۔ ٹرالی کا چھوٹا سا انجن اسٹارٹ کیا اور ٹرالی میرے سامنے دوڑتے ہوئے غائب ہوگئی۔ "اسٹیل ہیڈ" دس میل کے فاصلے پر تھا اور میں چاہتا تو چار پانچ گھنٹے میں پیدل بھی پہنچ سکتا تھا۔ تین بجے کے قریب میں اس فیصلے کو آخری شکل دے چکا تھا اور خالی ریلوے لائن پر بیٹھا سگریٹ پی رہا تھا کہ کسی نے کہا۔ "مسٹر بل لینڈ آگئے ہیں کہ نہیں۔" کنڈکٹر گارڈ نے جواب دیا۔ "نہیں مسٹر اسٹیل۔" سوال کرنے والے نے میرے قریب آکر پوچھا۔ "تم کون ہو۔"

"میں۔؟ میں انجینئر ہوں۔" میں نے اطمینان سے کہا۔

"چلو تم ہی بتا دو۔" اس نے ایک نقشہ میرے سامنے پھیلا دیا۔

"معاف کیجیئے میں کل ہی پہنچا ہوں۔ مجھے کچھ معلوم نہیں۔" میں نے کہا۔ "میں بالکل نیا آدمی ہوں۔"

"لاحول ولا قوۃ۔" اس نے نقشہ سمیٹ لیا۔ "کہاں پوسٹ کیا ہے تمہیں۔ نام کیا ہے تمہارا۔"

"ڈسکس بھتری پر۔" میں نے کہا۔ "فرگوسن۔ آئن فرگوسن ہے میرا نام۔"

"اس خبلی پے ڈار کے ساتھ۔" وہ ہنسا۔ "خیر خوب گزرے گی جو ..... مگر مجھے یاد آیا ہتیں اسٹیل ہیڈ پر کوئی پوچھ! تھا۔ کیا نام تھا۔ ہاں۔ لاروش۔ اسی جہاز کا پلٹ جو لبراڈور میں کہیں رہا تھا۔ دو آدمی مرے تھے۔ مگر میرا ذہن حاضر نہیں تھا۔ آگے لاروش میرا منتظر تھا اور بل لینڈ پہنچنے والا تھا۔ پھر دی نہ جانے رفتن نہ پائے ماندن۔ ایک ٹرالی میرے بہت قریب آکر رکی اور بل لینڈ نے نیچے قدم رکھا۔ میں نے اپنا منہ دوسری طرف کرلیا۔ بل اور اسٹیل نے اسی نقشے پر بحث شروع کردی جس کے بارے میں مجھے اپنی کم علمی کا اظہار کرنا پڑا تھا۔ کسی نے انہیں کافی کے دو مگ لاکر دیئے۔ میں اپنے بدلے ہوئے حلیے کی وجہ سے پہچانا نہیں جاتا تھا اور بل نے غور نہیں کیا۔ "ٹرالی ابھی تک لائن پر ہی ہے؟" اس نے سوال کیا۔ پھر اس نے مجھے آواز دی۔ "اے مسٹر۔" میں نے نظرانداز کردیا۔ "یہ کون ہے۔؟" اس نے جواب نہ پاکر اسٹیل سے پوچھا۔ ٹرالی کا انجن بھی ابھی تک اسٹارٹ تھا۔

"فرگوسن۔ آئن فرگوسن۔ نیا انجینئر ہے۔" بل لینڈ پر جیسے بجلی گر پڑی۔ "کیا۔؟"

اب میرے لئے پلٹ کر بات کرنے کے سوا چارہ نہ تھا۔ "مسٹر بل لینڈ۔ بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر اور آپ کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ پیٹ زندہ ہے۔ مجھے رات کو مسٹر لاروش نے بتایا ہے۔"

"لاروش نے۔؟ وہ کہاں ملا تم سے۔ وہ تو سینٹ لارنس میں ہے۔" بل لینڈ نے کہا مگر حیرت کی جگہ میں اس کے چہرے پر سفاکی اور بے رحمی غالب آتے دیکھ رہا تھا۔ اس کے ماتھے پر بل پڑ گئے تھے۔ "وہ خود میرے پاس آیا تھا۔ اور مجھے معلوم ہے وہ کتنا خوفزدہ تھا۔"

"پاگلوں سے کون نہیں ڈرتا۔" اس نے خالی مگ اسٹیل کو دیا۔

"بہت جلد معلوم ہوجائے گا تمہیں کہ پاگل کون تھا۔ شیر والی جھیل کے واقعات نے جو سن انیس سو میں پیش آئے تھے ....."

"کون سے واقعات۔" بل نے میری بات کاٹ کر اونچی آواز میں کہا۔

"مجھے ابھی تو نہیں معلوم۔" میں نے کہا۔ "مگر ....."

"تمہیں کبھی معلوم نہیں ہوگا۔" ایک گالی دے کر وہ میری طرف بڑھا۔ میں نے اسے اسٹیل پر دھکا دیا اور ٹرالی کی طرف دوڑا۔ ان کے کھڑے ہونے سے پہلے میں نے ٹرالی کو گیئر میں ڈالا اور ٹرالی ریلوے لائن پر دوڑنے لگی۔ وہ چند قدم میرے پیچھے بھاگا لیکن میں ان کی دسترس سے باہر ہوچکا تھا۔ اس وقتی کامیابی پر میں قہقہہ مار کر ہنسا اور پلٹ کر بل کی طرف ہاتھ ہلایا جو مجھے مکا دکھا رہا تھا۔ دو میل جانے کے بعد مجھے احساس ہوا کہ میرا جسم منجمد ہورہا ہے۔ تیز ہوا میرے چہرے پر خراشیں ڈال رہی تھی اور میرے پیر لانگ بوٹ کے اندر بھی برف کی طرح سرد تھے۔ ریلوے لائن کے کنارے ٹیلی فون کے کھمبے لیٹے پڑے تھے۔ یہ دیکھ کر مجھے اطمینان ہوگیا کہ بل لینڈ فون کرکے آگے کسی کو میرے بارے میں مطلع نہیں کرسکتا۔ ٹرالی کو میں نے پوری رفتار سے چھوڑ دیا۔ اچانک ایک گولی سنسناتی ہوئی میرے سر پر سے گزر گئی۔ غیر شعوری طور پر میں جھک گیا اور دوسری گولی ریلوے لائن سے ٹکرائی۔ دائیں جانب ایک جھیل تھی اس میں کشتی پر رائفل اٹھائے چند مقامی قبائلی جنگلی لوگ کھڑے تھے۔ تیسری گولی چلنے سے پہلے ٹرالی موڑ کاٹ کر ان کی زد سے باہر ہوگئی۔ پھر مجھے چند مزدور نظر آئے جو ریلوے لائن کے کنارے کھڑے تھے اور ایک شخص انہیں ہدایات دے رہا تھا۔ میں زن سے گزر گیا مگر اس کے ساتھ ہی مجھے ریلوے لائن میں سنسناہٹ کا احساس ہوا جو آہستہ آہستہ بڑھتا گیا۔ میری چھٹی حس نے فوری طور پر خطرے کی بو سونگھ لی۔ سامنے سے کوئی گاڑی آرہی تھی۔ رکنے اور ٹرالی کو ہٹانے کا وقت نہیں تھا۔ میں نے انجن کو "ریورس گیئر" میں ڈالا اور ٹرالی واپس دوڑنے لگی۔ تین منٹ کے اندر اندر میں وہیں پہنچ گیا جہاں مزدور کھڑے تھے۔ گاڑی کے قریب آنے کی آواز اب واضح طور پر سنائی دے رہی تھی اور زمین کانپ رہی تھی۔ میں چھلانگ مار کر ٹرالی سے اترا اور میرے کچھ کہنے سے پہلے مزدوروں نے سمجھ لیا کہ انہیں کیا کرنا ہے۔ گاڑی سامنے نظر آرہی تھی۔ ایک سیکنڈ میں انہوں نے ٹرالی کو اٹھا کر نیچے اتار لیا۔ دوسرے سیکنڈ میں دیو ہیکل ڈیزل انجن پھنکارتا ہوا ریل کے ڈبوں کو گھسیٹتا ہوا دندناتا گزر گیا۔ آخری ڈبہ کنڈکٹر گارڈ کا تھا۔ لاروش باہر کھلی جگہ میں کھڑا تھا۔ ایک لمحے کے لئے ہماری نظریں ملیں۔ وہ ایک قدم آگے بڑھا اور میرا خیال تھا وہ چلتی گاڑی سے کود پڑے گا لیکن رفتار بہت زیادہ تھی۔ وہ پیچھے ہٹ گیا اور میں دور تک اسے دیکھتا رہا۔ یہ دوپہر والی سپلائی ٹرین تھی جو واپس جارہی تھی۔ "شکریہ۔" میں نے مزدوروں سے کہا۔ "تم لوگوں نے حادثہ نہیں ہونے دیا۔ میں ذرا جلدی میں تھا۔"

"ذرا سی جلدی سے تمہاری ذرا سی موت واقع ہوسکتی تھی۔" فورمین نے کہا جو انہیں ہدایات دے رہا تھا۔ اس کے اشارے پر ٹرالی واپس لائن پر رکھ دی گئی اور میں آگے چل پڑا۔ تین میل آگے راستہ بند ہوگیا۔ درمیان میں نئی روڑی ڈالی جارہی تھی اور گاڑی کے گزر جانے کے بعد نئی ریلوے لائن کی مضبوطی کو چیک کیا جارہا تھا۔ میں اتر کر پیدل روانہ ہوگیا۔ آگے سب نئی روڑی تھی جسے سلیپروں کے درمیان بچھا تو دیا گیا تھا لیکن کوٹ کر ہموار نہیں کیا گیا تھا۔ اس پر چمکتی ہوئی نئی لائن پڑی تھی۔ بالآخر ایسی جگہ آگئی جہاں روڑی بھی نہیں تھی اور نئی ریلوے لائن کے ٹکڑے جوڑے جارہے تھے۔ ان کے نٹ بولٹ کسے جارہے تھے۔ کنارے پر ایک کرین تھا جو زمین سے لوہے کے ایک لمبے شہتیر نما ٹکڑے کو اٹھا کر آہستہ آہستہ نیچے لے آتا تھا اور مزدور اسے تھام کر لائن کے متوازی رکھ دیتے تھے اور جوڑنے والے اسے دوسرے حصے سے ملانے کی کارروائی میں مصروف ہوجاتے تھے۔ یہ اسٹیل ہیڈ تھا۔ وہ مقام جو اس کنواری دھرتی پر فولادی راستے کا آخری

کنارہ تھا اور مسلسل آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ ہر طرف عجیب گہما گہمی اور مصروفیت تھی۔ میں ان سب کے درمیان خالی ہاتھ اور بے کار چلتا ہوا اجنبی نظر آتا تھا۔ مجھے اس بات کا احساس تھا کہ میں للاروش کے بیان کئے ہوئے حلیئے کی مدد سے پہچان لیا جاؤں گا مگر وہاں کسی کو نظر اٹھا کر دیکھنے کی فرصت نہ تھی۔ سرخ لش شرٹ پہنے ہوئے ایک شخص نے چلا کر کہا۔ "اے مسٹر۔ یہ تفریح کی جگہ نہیں ہے۔ ایک طرف ہو جاؤ۔ سر پر سے ریلوے لائن گزر جائے گی۔"

میں ایک طرف ہو گیا۔ شیر والی جھیل اور کیمپ ٹوسکس ہتری کے لئے میرے ذہن میں دو ہی خیال تھے۔ ایک تو یہ کہ کسی طرح سے میں نے ریڈارک سے رابطہ قائم کر لیا تو شیر والی جھیل تک پہنچنا آسان ہو جائے گا دوسرا یہ کہ مجھے بل لینڈ اور للاروش سے بچنا ہے۔ مجھے باب برکنز نے بتایا تھا کہ وہ مچھیرا ہے اس کا مطلب یہ ہو گا کہ ریڈارک کو مچھلیاں پکڑنے کا شوق ہے۔ جھیلوں کے بارے میں اسکی معلومات یقیناً زیادہ ہوں گی۔ میرے اندازے کے مطابق شیر والی جھیل پچاس میل دور تھی۔ ادھر یا ادھر۔ میں نے رات کو سفر کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اسی وقت سائرن ہو گیا اور کام کرنے والے ٹرین کی طرف چل پڑے۔ دو مزدوروں کی گفتگو سے میں نے اندازہ لگایا کہ وہ سب رات کے کھانے کے لئے جا رہے ہیں۔ میں بھی اس ہجوم میں شامل ہو گیا کیونکہ بھوک سے برا حال تھا۔ ڈبے کے اندر میلے کپڑوں اور جسموں سے اٹھتی ہوئی بو کے ساتھ باتوں کا شور اور ہلکی ہلکی حرارت تھی۔ ناشتے اور دوپہر کے کھانے کی طرح رات کے کھانے میں بھی اتنا کچھ تھا کہ میں دوسرے مزدوروں کی طرح وحشی بن کر کھانے پر ٹوٹ پڑا۔ کافی پینے کے بعد مجھ پر غنودگی طاری ہونے لگی اور میں نے رات کے وقت آگے جانے کا خیال ترک کر دیا اور وہیں ان سب کے ساتھ سو جانے کا فیصلہ کر لیا۔ باتوں کی آواز اچانک بند ہو گئی تو میں نے سر گھما کر دیکھا۔ دروازے میں وہی سرخ بش شرٹ والا کھڑا تھا۔ "یہ کون ہے؟" میں نے احمقانہ سوال کیا۔

"تم نہیں جانتے۔" میرے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص نے تعجب سے کہا۔ "یہ ڈیو شیلٹن ہے۔ نگراں اعلیٰ۔" وہ سیدھا میری طرف آیا۔ "تم کون ہو اور یہاں کیا کر رہے ہو۔ ؟"

"میں۔ ؟ میں انجینئر ہوں اور دوسروں کی طرح کھانا کھا رہا ہوں۔ بلکہ کھا چکا ہوں۔" میں نے کہا۔ چند لوگ ہنس پڑے۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا اور اسے سنجیدہ دیکھ کر سب لوگ خاموش ہو گئے۔ "تم اسکاٹ لینڈ یارڈ کے چیف بنے پھر رہے ہو حالانکہ تم انجینئر ہو اور تمہارا نام فرگوسن ہے۔" وہ بولا۔ "اور مجھے ہدایات موصول ہوئی ہیں کہ تمہیں پکڑ کر واپس ارسال کر دوں۔ چلو اٹھو۔" اس نے چٹکی بجا کر کہا۔ ذلت کے شدید احساس کے ساتھ میں مجرموں کی طرح سر جھکائے اس کے پیچھے چل پڑا۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ بل لینڈ نے اسے میرے بارے میں کیا کچھ بتایا ہے چنانچہ ایک امید اب بھی باقی تھی کہ میں اسے اپنی داستان سنا کر قائل کر لوں گا۔ "مسٹر شیلٹن۔ مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔" اس کو ایک مضحکہ خیز جواب دے کر میں نے غلطی کی تھی۔ "سوری۔ جو کہنا ہے ایکس اسٹیفن سے کہنا۔" اس نے مختصراً کہا اور واشک سے ایک شخص کو بلایا۔ "جو۔ مسٹر فرگوسن ایک گھنٹے بعد واپس جائیں گے ان کا خیال رکھنا۔" اس نے مجھے گاڑی کے ایک ڈبے میں بٹھا دیا۔ جو نے کدو جیسا سر ہلایا۔ وہ شکل سے خونخوار اور جرائم پیشہ لگتا تھا۔ چھ فٹ سے نکلتا ہوا قد ورزشی بدن کے ساتھ اس کے جبڑوں کی ہڈیاں باہر نکلی ہوئی تھیں اور آنکھیں گہرے گڑھوں میں بے جان نظر آتی تھیں۔ اس کا منہ مستقل چل رہا تھا۔ میرے جیسے دو آدمی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔

"مسٹر شیلٹن۔ یہ بات بہت اہم ہے۔" میں نے کہا۔ "میری زندگی اور موت کا سوال ہے۔"

"میرے لئے اس ریلوے لائن کی تکمیل سب سے زیادہ اہم ہے۔ سردیاں شروع ہو گئیں تو یہ نہ جانے کتنے لوگوں کی زندگی اور موت کا سوال بن جائے گا۔" اس نے خشک لہجے میں کہا۔ "مسٹر شیلٹن۔" باہر سے کسی نے کہا۔ "جنرل منیجر اور ڈائرکٹر آج کے اعداد و شمار مانگ رہے ہیں۔" شیلٹن نے ایک گالی دی۔ "پھر میرا سر کھائیں گے کہ ڈیڑھ کی بجائے دو میل کیوں نہیں مکمل ہوئے اور بونس دینے کو کوئی تیار نہیں۔" وہ باہر نکل گیا میں جو کے ساتھ رہ گیا۔ نفسیاتی طور پر خوفزدہ کرنے کے لئے جو نے جیب سے چاقو نکالا۔ اس کی دھار پر انگلی پھیری اور واپس جیب میں رکھ لیا۔ اس کو کوئی بات سمجھانا بھینس کے آگے بین بجانے سے زیادہ مشکل کام تھا۔ اچانک کوئی چیز دھڑ سے اندر آ گری۔ یہ میرا سوٹ کیس تھا جسے میں ٹرالی پر سوار ہو کر بھاگنے سے پہلے چھوڑ آیا تھا اور اب تک قطعی بھولا ہوا تھا۔ اس وقت سوٹ کیس کی بازیابی سے مجھے بڑی خوشی حاصل ہوئی اور میں نے محسوس کیا کہ اس مشن میں یہ معمولی سا واقعہ تائید ایزدی کا ہلکا سا اشارہ ہے۔ میں نے لپک کر اسے کھولا۔ "یہ کیا ہو رہا ہے۔" جو چوکنا ہو گیا۔ "یہ میرا ہی سوٹ کیس ہے بھائی۔" میں نے کہا۔ لاگ بکس موجود تھیں۔ میں نے اطمینان کا سانس لیا اور سوٹ کیس بند کر دیا۔ باہر سے بل لینڈ کی آواز سنائی دی جو غالباً شیلٹن سے بات کر رہا تھا۔ "میرا خیال ہے ٹوسکس ہتری پر ریڈارک کو مطلع کر دو۔ اسی کے پاس گاڑی ہے۔" جواب دینے والے کی بات میں نے نہیں سنی کیونکہ گاڑی چل پڑی تھی۔ جو مطمئن بیٹھا تھا اور میں نے اس سے فائدہ اٹھانے کا فیصلہ کیا۔ مجھے واپس نہیں جانا۔ مجھے ریڈارک سے ملنا ہے۔ میں نے اپنے آپ سے کہا۔ دوسرے لمحے میں میرا سوٹ کیس باہر گیا اور اس کے پیچھے میں نے چھلانگ مار دی۔ جو بجلی کی طرح اٹھا مگر اندھیرے میں اسے کچھ نظر نہ آیا۔ میں نرم برف میں دبکا ہوا اسے دروازے کے بیچ میں کھڑا دیکھتا رہا یہاں تک کہ پوری ٹرین روشنی کی دھندلی سی لکیر بن کر غائب ہو گئی پھر میں اٹھا اور ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ چل پڑا۔ میرے گھٹنے چھل گئے تھے اور کہنیوں پر چوٹ آئی تھی لیکن چلتے ہوئے مجھے زیادہ تکلیف

نہیں ہو رہی تھی۔ آدھے گھنٹے بعد میں پھر وہیں تھا جہاں ریلوے لائن کا آخری کنارہ تھا۔ اس سے آگے روڑی تھی۔ اس سے آگے محض برف تھی اور تاریک رات تھی اور ویرانی تھی۔ سرسراتی ہوا برف پوش درختوں کی شاخوں سے گزر رہی تھی جو میرے دونوں طرف کھڑے تھے۔ "بیئر پٹے سے تھے اور ان کے بیچ سے ایک ہموار کو' رستہ آگے جا رہا تھا۔ کیمپ ٹریکس تھری کی پیس میل آگے تھا اور اسی راستے پر ریلوے لائن کو آگے بڑھنا تھا کیپ ٹریکس تھری سے آگے یہ رستہ دو سو نوے میل کے نشان تک تھا اور منزل کے آغاز تک چار سو میں سے تین سو انتیس میل لمبی ریلوے لائن کو مکمل ہونا تھا جہاں سے نیک ڈیم تھا۔ یہ ڈیم ہوائی جہازوں کے ذریعے سامان پہنچا کر وہاں بنایا گیا تھا جہاں "ہمشن ندی اور" اشوانی پی" جھیل کا اتصال ہوتا تھا۔

میں ایک ہی رفتار سے کچے راستے پر چلتا گیا مگر اندھیرے میں کبھی کبھی میں ادھر ادھر ہو جاتا تھا اور کسی کٹے ہوئے پیڑ کسی پتھر یا کھنڈ کے حائل ہونے سے گر پڑتا تھا۔ آدھی رات کو ہوا رک گئی مگر برفباری جاری رہی۔ اچانک مجھے احساس ہوا کہ برف نے سارے راستے کو ڈھک لیا ہے اور میرے قدموں کے نیچے زمین نرم پڑتی جا رہی ہے۔ میرا پیر لوہے کی ایک سلاخ سے ٹکرایا جو کسی جھیل یا خطرناک علاقے کی نشاندہی کرنے کے لئے لگائی گئی تھی۔ ان کی ایک قطار بل کھاتی دور تک چلی گئی تھی۔ پھر میرے پاؤں تلے زمین دھنسنے لگی اور چند قدم اور چلنے کے بعد برف کی پتلی سی تہہ میرے وزن کو برداشت نہ کر سکی اور ٹوٹ گئی۔ میرے جوتوں میں ٹھنڈا پانی اور کیچڑ بھر گئے۔ اپنی ختم ہوتی ہوئی قوت کو مجتمع کر کے میں نے خود کو دلدل سے نکالا اور لوہے کی سلاخوں کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ اب ہر قدم اٹھانا مشکل تر ہوتا جا رہا تھا۔ میرے ہاتھ کی انگلیاں سوٹ کیس کے ہینڈل سے چپک گئی تھیں اور ان کے درمیان برف اس طرح بھر گئی تھی کہ میں انگلیاں کھول کر سوٹ کیس کو دوسرے ہاتھ میں منتقل بھی نہیں کر سکتا تھا۔ برف مسلسل گر رہی تھی۔ میری آنکھیں بند ہونے لگیں اور قدم لڑکھڑانے لگے مگر میں چلتا رہا۔ رکنے کا مطلب موت تھا۔ برف کی قبر میں ہمیشہ کے لئے دفن ہونے کا خیال بڑا روح فرسا تھا۔ مارا دیارِ غیر میں مجھ کو وطن سے دور۔ میرے خدا۔ گرتے گرتے میں نے سوچا۔ پھر ایک بڑا دلفریب خواب شروع ہوا جس میں نرم بستر کی فرحت بخش حرارت تھی۔ سبزے کی شادابی تھی اور رنگوں کی خوشبو تھی اور قوس و قزح کے رنگ تھے۔ سراب۔ سراب۔ برف کی سرد بے رنگ دنیا میں مرنے والے کی تمام خواہشوں سے آراستہ جنت کا خواب۔ ایک یخ بستہ جہنم کے عذاب سے نجات کی آرزو۔ پھر روشنی کا ایک کوندا سا لپکا اور میری لاش آئینے کی طرح چمکتی ہوئی برف پر دھبے کی طرح نظر آئی۔ دو ہاتھوں نے مجھے اٹھایا اور بھٹی میں ڈال دیا۔ میرے بے حس سرد جسم میں انگارے چبھنے لگے۔

•••••

"بل لینڈ نے کہا تھا کہ تم دو سو پچاسویں میل سے آگے نہیں جا سکتے۔ مگر تم تو دس میل آگے نکل آئے۔" اس نے جیپ کو گھوڑے کی طرح دوڑاتے ہوئے کہا۔ "کیمپ ٹریکس تھری سے صرف تین میل دور رہ گئے تھے۔" جیپ دائیں بائیں ڈول رہی تھی اور قدم قدم پر دھچکے لگتے تھے۔ جیپ کے ہیٹر نے میرے مردہ جسم میں زندگی کی حرارت پھونک دی تھی۔ میں اب ہوش میں تھا۔ "اور لاروش۔ وہ بھی تھابل کے ساتھ۔" میں نے کہا۔ "انہوں نے میرے بارے میں تمہیں ساری بات بتا دی۔"

"لاروش تو نہیں تھا۔ بل نے تھوڑا بہت بتایا تھا۔ یہ کہ تم سمجھتے ہو بریفٹ زندہ ہے اور تم جیمس فرگوسن فنلے کے پوتے ہو۔ دونوں باتیں ناقابلِ یقین ہیں۔" اس نے کہا۔ "ناممکن۔"

"میں تو اس وقت یہ سوچ کر آیا تھا کہ تم ضرور میری بات پر یقین کرو گے۔ باب پرکنز نے بتایا تھا کہ تم کو برانڈور کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہے۔" میں نے مایوسی سے کہا۔ "تم نے ہی لاروش کو بھی بچایا تھا۔"

"میرا خیال ہے تم سو جاؤ۔ باتیں کرنے کے لئے بہت وقت ہے۔" جیپ کا اگلا حصہ کسی درخت کے کٹے ہوئے تنے سے ٹکرایا۔ میری آنکھیں واقعی نیند سے بند ہو رہی تھیں۔ "پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ

میرے دادا کا کیا قصہ ہے؟" میں نے جھٹکے سے جاگتے ہوئے کہا۔ "کیسی مضحکہ خیز بات ہے۔ دادا وہ تمہارا تھا یا میرا۔ مگر خیر" اس نے کہا "فی الحال سو جاؤ۔"

"مجھے نیند نہیں آ رہی۔" میں نے جھوٹ بولتے ہوئے کہا۔ جیب پھر زور سے اچھلی۔ کوئی کھڑا تھا۔ "بکومت۔" اس نے چلا کر کہا۔ "ورنہ باہر پھینک دوں گا۔" اور جیب کو سنبھال لیا۔

دوبارہ میری آنکھ کھلی تو سورج نکل رہا تھا۔ جیب سے بستر تک مجھے کون لایا اور کیسے لایا۔ مجھے کچھ یاد نہیں تھا۔ لکڑی کی پرانی عمارت کی کھڑکی سے باہر کا منظر نظر آ رہا تھا۔ بل ڈوزر کے گرائے ہوئے کٹے ہوئے اور اکھڑے ہوئے درخت ہر طرف آڑے ترچھے پڑے تھے۔ کمرے میں لوہے کے دو پلنگ تھے اور دیواروں پر لبراڈور کے نقشے اور روغنی رنگوں سے بنائی ہوئی تصویریں آویزاں تھیں۔ برف پوش درختوں کی شاخیں۔ دریا۔ جھیل۔ مجھے باب پرکنز کی بات یاد آئی "تھیرا بے سالا مگر مصوری کرتا ہے۔" ریڈارک واقعی خبطی تھا۔ وہ کوئی نوجوان آدمی نہیں تھا مگر اس ویرانے میں اکیلا زندگی کے دن گزار رہا تھا۔ مجھے رات کی گفتگو یاد آئی اور میں اٹھ بیٹھا۔ اسی وقت وہ اپنی لڑکھڑاتی جیپ سے دروازے کے عین سامنے آ کر اترا۔ اس نے ہنسی میں ایک مچھلی لٹکا رکھی تھی۔ "کہاں چلے گئے تھے تم صبح صبح؟" میں نے پوچھا۔

"صبح صبح؟" وہ ہنسا۔ "رات بھر میں ایک مچھلی ہاتھ لگی ہے۔"

مجھے یقین نہیں آیا۔ "تم مجھے یہاں چھوڑ کر مچھلیاں پکڑنے چلے گئے تھے اور رات بھر باہر رہے؟"

"ہاں۔ اس میں حیرانی کی کونسی بات ہے۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"اور تم کیا سمجھے تھے؟ میں بل کو مطلع کرنے گیا تھا؟"

"بڑی عجیب بات ہے۔ سردی نہیں لگی تمہیں۔ نیند نہیں آتی۔؟"

"میرا اندازہ ہے کہ تم نے زندگی میں کسی سے محبت نہیں کی اور اب تک جھک مارتے رہے ہو بیٹے عشق کسی کا بھی ہو۔ اس کے بغیر زندگی سپاٹ میدان کی طرح ہے جس میں یکسانیت اور بیزاری کے سوا کچھ نہیں۔ لہو کو گردش میں رکھنے کے لئے جنون کی سنسنی خیزی چاہیے۔ یہ جنون مصوری کا ہو یا ماہی گیری کا ہو یا کسی عورت کے حصول کا مگر یہ جذبہ روح کو بے چین رکھتا ہے۔ سردی اور نیند اور بھوک کا احساس پھر کہاں رہتا ہے۔" میں اس حقیقت کو کیسے جھٹلا سکتا تھا! اس جنون نے مجھے کہاں پہنچا دیا تھا۔ میرے باپ کی جان لے لی تھی اور اس سے پہلے شاید میرے دادا کی۔ کیا ہے عشق کی غارتگری سے شرمندہ۔ نتیجہ۔؟ سوائے حسرت تعمیر گھر میں خاک نہیں۔ میری پشت ہے اس دشت کی سیاحی میں۔

"ریڈارک۔ اس سے پہلے کہ میں پکڑا جاؤں۔ تم میری بات سن لو۔" میں نے کہا۔ "ابھی نہیں۔ ناشتہ کر لو۔ پھر میں مزدوروں کو ان کے کام پر لگا دوں۔ پھر کہیں مچھلی پکڑنے چلیں گے اور تم فرصت سے بات کرنا۔"

اس نے کہا۔ "میں ابھی اس مچھلی کو تل کر لاتا ہوں۔" مچھلی۔! گویا دنیا میں کوئی اہم چیز ہے تو مچھلی۔ مگر مچھلی واقعی بہت مزیدار تھی اور اس نے مجھے بڑی توانائی عطا کی۔ ریڈارک کے جانے کے بعد میں نے شیو کیا اور گرم پانی سے نہایا۔ میرے پاؤں میں آبلے پڑ گئے تھے ان پر مرہم لگایا اور میلے کپڑوں کو دھونے کے بعد میں نے ریڈارک کے صاف کپڑے پہن لئے۔ پھر میری نگاہ ایک الماری کی طرف گئی جہاں لبراڈور کے بارے میں وہ سب کتابیں موجود تھیں جو میرے باپ کے پاس تھیں۔ جانی پہچانی اور مانوس۔ میں نے یوں محسوس کیا جیسے میں اپنے گھر میں بیٹھا ہوں اور کبھی گھر سے نہیں نکلا۔

ان میں صرف ایک کتاب نئی تھی۔ "لبراڈور۔ حقائق اور واقعات۔"

یہ کتاب ہنری ڈومین نام کے کسی شخص نے لکھی تھی اور ۱۹۰۵ء میں شائع ہوئی تھی۔ اس خیال کے تحت کہ شاید اس میں میرے دادا کے وقت کی مہم کا تذکرہ بھی ہو میں نے کتاب کے صفحات پلٹنے شروع کئے۔ چند صفحات کے بعد میری نگاہ فرگوسن کے نام پر رک گئی۔ "میں ۱۵ جنوری کو ہڈسن بے پوسٹ پہنچا جہاں سے فرگوسن نے گزشتہ سال اپنی مہماتی سفر کی ابتدا کی تھی۔" کیسا عجیب اتفاق ہے۔ میں نے سوچا۔ جو بات مجھے اب تک نہ میرے باپ نے بتائی نہ ماں نے۔ جس کی خاطر میرے باپ نے اپنی بیوہ ماں کو چھوڑ دیا اور اپنی جان دے دی۔ جس کے بارے میں ہر شخص مجھ سے سوال کرتا رہا اور مجھے کیوں معلوم نہیں۔ وہ گھر سے اتنی دور راتے مصائب جھیل کر کتنی آسانی سے معلوم ہو گئی۔ مگر آگے پڑھنے سے یہ خوش فہمی دور ہو گئی۔ مصنف نے ابتدا ہی میں فرض کر لیا تھا کہ فرگوسن کی مہم کی تفصیلات دہرانا ضروری نہیں کیونکہ اس دور میں کسی کے ان واقعات سے بے خبر رہنے کا سوال ہی نہیں تھا۔ آگے لکھا تھا "یہی وہ جگہ تھی جہاں بدنصیب بیٹر لوٹ کر پہنچا تو اکیلا تھا۔ وہ نیم دیوانگی کے عالم میں بیمار پڑا رہا اور پھر مر گیا۔ میری بیوی جیکولین نے اپنے بھائی کی تیمارداری میں دن رات ایک کر دیئے۔ لیکن نہ اس کی بے ربط باتوں کا کوئی مطلب نکال سکی نہ اس کی جان بچا سکی۔ اسے مجھ سے بڑی توقعات وابستہ تھیں کہ میں اس کی موت کے بارے میں واقعات اور حقائق کی تہہ تک پہنچ جاؤں گا لیکن میرے سامنے برف تھی اور ایک ایسی دنیا جو زمین کا حصہ ہی نہیں لگتی تھی۔ جہاں انسان کے قدم صرف ایک بار پہنچے تھے اور لوٹنے والے نے زندگی کے آخری لمحات میں احساس گناہ و جرم کا بڑا کرب جھیلا تھا کیا حقائق کی تلاش میں میرا بھی یہی انجام ہوگا۔؟"

اگلے صفحات پڑھنے کے بعد مجھے صرف اتنا معلوم ہو سکا کہ مہم کے ارکان ۱۹ جولائی کو بمشکل تمام "کیبٹ لیک" پہنچے تو ان کے ساتھ مقامی آبادی سے تعلق رکھنے والے جنگلی قبیلے کے ارکان بھی تھے انہوں نے "مشی کاماو" نام کی جھیل کو عبور کیا تھا اور "اشوانی پی" جھیل کی طرف جنوب کی سمت چل پڑے تھے۔ پھر لکھا تھا۔

"مشی کاماو جھیل کے قریب ایک قبیلے نے مجھے صرف یہ بتایا کہ دو

سال قبل ایک انگریز اکیلا ادہر سے گزرا تھا جس کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے اور پیروں میں کینوس کی پٹیاں لپٹی ہوئی تھیں اور شاید پاگل ہو چکا تھا کیونکہ وہ مسلسل اپنے آپ سے باتیں کرتا رہتا تھا. دریا کے کنارے جہاں اس نے خیمہ لگا کر قیام کیا تھا خالی کارتوس پڑے تھے۔ ۔ رینڈیر کی ہڈیاں تھیں جنہیں اس نے شکار کر کے کھایا ہوگا. اس سے مجھے یہ بھی اندازہ ہوا کہ میرے سالے کے ساتھیوں کی ناکامی کا ایک سبب خوراک کی کمی بھی ہوگی. مقامی لوگ اس کی بے سرو پا گفتگو سن کر ڈر گئے تھے کیونکہ ان کا خیال تھا وہ روحوں سے ہم کلام ہے. میں نے اپنے سالے کے آخری ایام کی بے ربط گفتگو سے یہ نتیجہ اخذ کیا تھا کہ مسٹر فرگوسن کسی جھیل کے کنارے مارے گئے تھے مگر محض جھیل کا جغرافیہ بتا دینے سے مقامی لوگ کچھ نہیں سمجھے. ہیپیٹر نے جھیل کو جو نام دے دیا تھا وہ بھی ان کے لئے نامانوس ثابت ہوا. یقیناً غیر متوقع واقعات نے اس کے ذہن کو متاثر کیا تھا۔"

اسی وقت ریڈارک اندر آ گیا "ان کتابوں سے کچھ معلوم نہیں ہوتا. مسٹر فرگوسن کے ایک ہمراہی پیپٹر کے بارے میں مصنف نے لکھا ہے کہ وہ احساس گناہ و جرم میں مبتلا تھا" میں نے کہا "کیا اس کے خلاف کوئی الزام ثابت ہوا تھا۔؟ آخر یہ چکر کیا تھا جس نے اسے دیوانہ کر دیا تھا۔؟"

"چکر؟ وہی سونے کا چکر. مگر ذرا سوچو تمہارے دادا کی روح کس قدر شرمندہ ہوگی ایسے سوالات سے کہ لوٹا اس جگہ سے صرف پچاس میل دور بیٹھا ہے جہاں وہ مارا گیا تھا" وہ بولا۔

"مجھے واقعی نہیں معلوم۔ میں تو بریف کے چکر میں آیا تھا" میں نے کہا "یہ پیپٹر کا سالا ہنری ڈومین شیر والی جھیل تک پہنچا تھا یا نہیں۔؟"

"تمہیں معلوم ہے شیر والی جھیل کے بارے میں۔؟" وہ حیران ہو کر بولا۔

"ہاں۔ نام تو معلوم ہے اور کچھ معلوم نہیں۔"

"اور کسی کو بھی کچھ معلوم نہیں. ڈومین مقامی لوگوں کی مدد سے وہاں پہنچ گیا تھا جہاں صرف ایک خالی خیمہ ایستادہ تھا۔ ایک مہینے بعد وہ ناکام لوٹ گیا مگر کمال کی بات یہ ہے کہ تقریباً اس کے نقش قدم پر چلتی ہوئی ایک عورت بھی وہاں تک جا پہنچی تھی اور بخیر و عافیت زندہ سلامت لوٹ گئی. ایک عورت کے لئے اس علاقے کی صعوبت برداشت کرنا اور سارے خطرات سے مقابلے کے بعد بچ کر چلے جانا واقعی کمال ہے" ریڈارک نے کہا۔

"وہ واقعات کیا ہو سکتے ہیں جو اس کے ذہن پر اثر انداز ہوئے اس حد تک کہ وہ پاگل ہو گیا" میں نے پوچھا۔

"اس پر تمہارے دادا کے قتل کا الزام تھا" ریڈارک نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا "مگر یہ الزام اس کی بیوی نے لگایا تھا اور کبھی ثابت نہیں ہوا. اس کی نوجوان بیوی الیگزنڈر لسنے. تم اپنی دادی کے نام سے تو واقف ہو گے۔ اس نے کچھ تو بتایا ہوگا. اخبار والوں نے اس کے بیان کو اپنے اپنے رنگ میں چھاپا تھا. پھر پیپٹر نیم دیوانگی کے عالم میں نمودار ہوا تو قیاس آرائیوں نے داستانوں کی شکل اختیار کر لی مگر ہر اخبار نے زیب داستاں کے لئے بہت کچھ بڑھا بھی دیا. کمال عورت تھی وہ بھی۔"

"شبہ تو مجھے بھی تھا کہ میرا دادا لسنے کے چکر میں گیا ہوگا. میری ماں اسے لالچی اور بدنیت اور نہ جانے کیا کیا کہتی رہتی تھی" پھر میں نے اسے تعویذ اور تصویر کے ساتھ آویزاں اشیاء کے بارے میں اور اس کے کردار کے بارے میں تفصیل سے بتایا۔

"یہی سب چیزیں تو لے کر لوٹی تھی وہ" ریڈارک نے کہا "نہیں معلوم کہ وہ شیر والی جھیل تک پہنچی تھی یا نہیں۔ ان چیزوں کی تصاویر تو اس نے اشاعت کے لئے دے دی تھیں لیکن مجھے شبہ ہے ایک چیز کو وہ عمداً گول کر گئی۔ اپنے شوہر کی ڈائری کو۔ خود اس نے بھی ڈائری لکھی ہوگی. تمہیں کچھ نہیں معلوم۔؟" میں نے خفت کے ساتھ انکار میں سر ہلایا.

"کیسی عجیب بات ہے وہ تین مہینے اس علاقے میں گزار گئی جہاں کسی آدمی کا پہنچنا بھی اس زمانے میں چاند پر پہنچنے سے زیادہ مشکل تھا اور ڈومین نے اپنی کتاب میں اس کا تذکرہ تک نہیں کیا. حالانکہ وہ دونوں ایک ہی وقت میں تقریباً آگے پیچھے سفر کرتے رہے۔ ممکن ہے کہیں ان کا آمنا سامنا بھی ہو گیا ہو۔"

"وہ میری دادی کے لگائے ہوئے الزامات سے جلا بیٹھا ہوگا. سالے کی وجہ سے اسکی اور اسکی بیوی کی بے عزتی ہوئی ہوگی" میں نے کہا "وہ کس منہ سے اس کا ذکر کرتا۔"

"تمہارا دادا بھی عجیب شخصیت تھا۔ وہ ہڈسن بے پر ایک بحری جہاز میں ملازم تھا. چند سال بعد وہ کار ہو پہنچا اور میرا خیال ہے یہیں سے سونے کے حصول کا سودا اس کے سر میں سما گیا۔ ۱۸۹۵ء کے لگ بھگ بہت سے لوگ اس چکر میں تھے۔ ڈومین بچارا سیدھا سادا اسٹور کیپر تھا اور بیوی کے کہنے پر اس علاقے کی خاک۔ خاک کیا برف چھاننے پہنچ گیا تھا مگر یہ اس کے بس کی بات نہ تھی۔ دو مہینے بعد ناکام ٹکریں مار کر بھاگ لیا. پیپٹر خود ایک مختلف کردار کا مالک تھا صحرا نورد قسم کا سیاح جس کے پاؤں میں چکر تھا. اس زمانے کے اخبارات کے تراشے ابھی تک میرے پاس ہیں۔ مگر یہاں نہیں. کیمپ ۲۰ میں میرے صندوق میں ہیں۔"

"ریڈارک۔ تمہیں ان تفصیلات کا علم کیسے ہوا۔؟" میں نے سوال کیا. وہ چند لمحے میری صورت دیکھتا رہا "فرگوسن۔ لوگ مجھے خبطی کہتے ہیں مگر میں سمجھتا ہوں یہی جنون میری زندگی کا حاصل ہے. میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ جنون کی کوئی سمت نہیں ہوتی۔ مجھے لیبراڈور سے عشق تھا۔ اس زمین سے۔ جو دلہن کی طرح گھونگھٹ میں مکھڑا چھپائے انسانی ہاتھوں کی منتظر تھی کہ وہ اس کے چہرے سے نقاب الٹے۔ ماؤنٹ ایورسٹ کی طرح یہ بھی کسی ایڈمنڈ ہلاری کی راہ دیکھ رہی تھی اور انسان کے قدموں کے نشان زمین میں ہر سمت پھیلتے جا رہے تھے مگر زمین کے

ان گنت گوشے ایسے بھی ہیں جہاں سورج کی کرن نے نہیں جھانکا۔ چاندنی نہیں اتری۔ انسان کی نگاہ نہیں پہنچی۔ یہ زمین بھی خدا نے ہی بنائی تھی مگر انسان نے اس کے حسن کو اس کی معصومیت کو نظرانداز کر رکھا تھا۔ اس لڑکی کی طرح جس کا دامن خالی ہو اور کوئی اسے بیاہنے کو تیار نہ ہو۔ اب سے بہت پہلے کسی اجنبی دیس کے شہزادے کی طرح "کین" یہاں پہنچا تھا اور اس نے اس کنواری دوشیزہ کا ہاتھ تھام لیا تھا۔ قدرت نے یہ زمین اس کے جنونِ عشق کے صلے میں دی تھی۔ اور اب اس کی کوکھ سے لوہا سونا اور چاندی پیدا ہونے والے ہیں تو کتنے ہاتھ ہیں جو اس کے دامن کی طرف بڑھنے لگے ہیں۔ بیسویں صدی آدھی گزر چکی تھی جب یہاں باضابطہ کام کا آغاز ہوا۔"

دیوانہ۔ جنونی۔ خبطی۔ وہ مجھیرا جو مصوری کرتا ہے اور کومل کنواری دھرتی کے تصور سے عشق کرتا ہے۔ اس رڈیو آپریٹر کی طرح جو ہزاروں میل دور نقش محبوب کی طرح دیوار پر ایک نقشہ لٹکائے بیٹھا رہا اور کسی سے کچھ کہے بغیر مر گیا۔ عشق۔ مجھے مردافگن عشق۔ جس کا حاصل محض خانہ خرابی ہے۔

"میری عمر چھبیس سال ہے۔ میں انجینئر ضرور ہوں مگر نوکری کسی ضرورت کے تحت نہیں کر رہا ہوں۔ میرے پاس خدا کا دیا اتنا ہے کہ بقیہ زندگی بیٹھ کر کھا سکتا ہوں۔ یہ تو وہی جذبۂ عشق ہے کہ میں کچے دھاگے سے بندھا ہوا یہاں چلا آیا ہوں۔ اس کے علاوہ میں سمجھتا ہوں کہ جس دن میں نے اس دنیا سے ناتا توڑا زندگی مجھ سے روٹھ جائے گی۔ زندگی صرف زمین کے اوپر ایک مسلسل جدوجہد سے عبارت ہے۔ اس کے نیچے صرف قبر کا اندھیرا ہے۔ سکوت کا دوسرا نام موت ہے۔" میں خاموش کھڑا عمر رفتہ کے رائیگاں جانے کا ماتم کرتا رہا۔ میرے ذہن میں ان لوگوں کے ان گنت نام تھے جن کے جنون نے میرے لئے اس خوبصورت دنیا کو سجانے میں ان کی زندگی قربان کر دی تھی۔ معمار۔ سائنسداں۔ موسیقار۔ سیاح۔ پیغمبر۔ اوتار۔

"کیا سوچ رہے ہو۔ چلو تمہیں میکنزی سے ملوا لاؤں۔ بڑے کام کے آدمی ہیں۔ اس وقت تو خیر مچھلیاں پکڑنے کے لئے بنسی ڈالے بیٹھا ہوگا مگر وہ اس زمین کے چپے چپے سے واقف ہے۔ اکثر لوگ اس سے مدد لیتے ہیں۔" رڈیارک نے کہا۔ "شاید وہ تمہارے بھی کام آجائے۔ اس نے شیر تو چڑیا گھر میں بھی نہیں دیکھا لیکن اس جھیل کے بارے میں ضرور جانتا ہے جو شیر والی جھیل کہلاتی ہے۔ چلو۔" ہم جیپ لے کر روانہ ہوگئے۔ ہر قدم پر اچھلتی کودتی ڈگمگاتی ڈولتی جیپ اس راستے پر بڑھتی گئی جو ریلوے لائن کا نقش اول تھا۔

"تمہیں معلوم ہے تمہاری موجودگی نے یہاں کیا افراتفری پھیلا دی ہے۔ بعض لوگ تو بہت ہی پریشان ہیں مجھے پتا نہیں اصل حالات و واقعات کیا ہیں لیکن تمہاری مہم جو اور تجسس پسند طبیعت کی وجہ سے میں نے ہر قیمت پر تمہارا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا تھا۔ رات کو جب تم سو رہے تھے تو میں مچھلیاں پکڑ رہا تھا اور جب میں بنسی ڈال کر بیٹھتا ہوں تو میرا دماغ صحیح کام کرنے لگتا ہے۔ میں ڈرتا تو کسی سے ہوں نہیں۔ ضرورت اگر ہے تو ان کو میری ہے۔ مجھے نہ ان کی نوکری کی پروا ہے نہ ریلوے کی۔ تم بتاؤ۔ یہ کیا قصہ ہے۔"

ایک بار پھر میں نے واقعات کو ترتیب وار شروع سے آخر تک سنایا۔ میری بات ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ جیپ لکڑی کے بنے ہوئے جھونپڑی نما مکانوں میں سے ایک کے سامنے رک گئی۔ "میں لارویش کو یہاں لے کر آیا تھا۔ اس کے بعد میں آج یہاں آیا ہوں۔" رڈیارک نے لات مار کر دروازہ کھولا۔ اندر بھدا مگر صاف ستھرا فرنیچر تھا اور کھانے کی خوشبو آرہی تھی۔ بغلی دروازہ سے ایک کوتاہ شخص برآمد ہوا جس کا پیٹ ضرورت سے زیادہ بڑھا ہوا تھا۔ "سڈ۔ کافی اور کیک۔" رڈیارک نے بیٹھتے ہوئے کہا۔ "معلوم نہیں اتنا اچھا کیک بنانا اس نے کہاں سے سیکھا۔"

"تم لارویش کو لے کر سیدھے یہاں آئے تھے۔؟" میں نے پوچھا۔ رڈیارک نے سڈ کی طرف دیکھا۔

"ہمیں یاد ہے سڈ" اس نے جواب دینے کی بجائے ایک گواہ کا بیان پیش کیا۔

"بالکل جناب۔ وہ بھی کیا آدمی تھا۔ اکیلا ہی باتیں کئے جا رہا تھا۔ خود ہی سوال کرتا تھا اور خود ہی جواب دیتا تھا اور جناب اس کی آنکھیں ایک لمحے کے لئے کہیں نہیں ٹھہرتی تھیں۔ وہ مستقل ادھر ادھر دیکھتا رہتا تھا جیسے اسے کسی کے آجانے کا، کچھ ہو جانے کا ڈر ہے۔ پھر وہ پڑ کر سویا تو لگتا تھا مر گیا۔ اس کی حالت غیر تھی۔ سب سے عجیب اور وحشت زدہ تو مجھے اس کی آنکھیں لگیں۔ میں نے ایک شخص کو دیکھا تھا جو کئی ماہ تک جرمنوں کی قید میں رہا تھا اور اس نے بڑی سختیاں سہی تھیں۔ اس کی بالکل یہی حالت تھی۔ بیٹھے بیٹھے چونک پڑتا تھا۔ کانپنے لگتا تھا۔ آدمی کے سائے سے ڈرتا تھا۔" (میں دشتِ غم میں آ ہوئے صیاد دیدہ۔ ڈرتا ہوں آدمی سے کہ مردم گزیدہ ہوں) سڈ نے اپنا بیان جاری رکھا۔

"ایک عجیب بات یہ بھی تھی کہ وہ اپنے دونوں مردہ ساتھیوں کے ذکر سے کتراتا تھا۔ حالانکہ قدرتی طور پر ہوش میں آجانے کے بعد اسے ان کی فکر ہونی چاہیئے تھی۔" رڈیارک نے کہا۔ "ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ ان کو بھول جانا چاہتا ہے۔ ان کا نام تک سننا اسے گوارا نہیں۔ میں نے بہتیرا کریدا مگر وہ صرف ایک ہی بات کو بار بار کہتا تھا۔ وہ مر گئے۔ یہ نہیں بتاتا تھا کہ کیسے؟"

"گویا اس کی یہ حالت تھکن یا زخموں کی وجہ سے نہیں تھی۔ اسے کوئی ذہنی صدمہ پہنچا تھا۔ کوئی ایسی بات جسے وہ نہ زبان سے کہنا چاہتا تھا نہ اس کی ہمت تھی۔" میں نے کہا۔ رڈیارک نے سڈ کو تمام واقعات کی

تفصیل بتانی شروع کی تو مجھے حیرت ہوئی

"یہ تم نے کیا حرکت کی۔" میں نے اس وقت کہا جب سڈ ہمارے لئے مزید کافی لینے اندر گیا ہوا تھا۔ "اب یہ بات عام ہو جائے گی۔ میرے خانسامے اور حجام ہر خبر کو براڈ کاسٹ کرتے ہیں۔" ریڈارک نے کہا۔

"مگر اس سے میرے پکڑے جانے کا خطرہ لاحق ہو جائے گا۔" میں نے کہا۔

"اس سے تم زیادہ محفوظ ہو جاؤ گے۔ جتنے زیادہ لوگوں کو اس بات کا علم ہو گا اتنا ہی حقیقت کو چھپائے رکھنا مشکل ہوتا جائے گا۔ تمہارے حامی زیادہ ہو جائیں گے۔"

"مگر اس سے کوئی فائدہ نہیں۔ کوئی کچھ کرنے کو تو تیار ہے ہی نہیں۔" میں نے کہا۔

"نہ ہو۔ ہم خود ہی جو کرنا ہو گا کر لیں گے۔" وہ بے نیازی سے بولا۔ "بریٹ اگر زندہ ہے تو اسے بچانا تو بہر حال ہے۔" مگر وقت اتنا بیت چکا تھا کہ بریٹ کو زندہ تصور کرنا بھی مشکل ہوتا جا رہا تھا۔

"میکنزی وہیں ہے۔؟" ریڈارک نے سڈ سے پوچھا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ "وہیں جناب۔ گڈ لک مسٹر فرگوسن۔" سڈ نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ اب ہم دونوں پیدل جا رہے تھے۔

"جب میں لاروش سے ملا تو قدرتی طور پر مجھے براڈور کی پہلی مہم کا انجام یاد آیا اور میں نے میکنزی سے پوچھا کہ یہ شیر والی جھیل کہاں ہے مگر مصیبت یہ تھی کہ میکنزی نے کبھی شیر ہی نہیں دیکھا تھا۔ یہاں میری مصوری کام آئی اور میں نے اسے تصویر بنا کر دکھائی۔ وہ فوراً پہچان گیا۔ میرا اپنا ارادہ تھا کہ اگلے سال موسم بہار میں جا کر دیکھوں کہ تمہارے والد کو کس حد تک کامیابی ہوئی تھی۔ شاید جو سونا اسے نہیں ملا تھا مجھے مل جائے۔ بس ایسے ہی کبھی کبھی جب لالچ غالب آ جاتا ہے تو ایسے واہیات خیال آتے ہیں ورنہ مجھے اب سونے کا اچار ڈالنا ہے۔" وہ بولتا گیا۔ "پیسا تو اب بھی اتنا ہے کہ مرنے کے بعد مزار بھی شاندار بن جائے۔"

سمندر کی طرح پھیلی ہوئی جھیل کے کنارے میکنزی جنسی ڈالے بیٹھا تھا۔ ریڈارک نے اس سے مقامی زبان میں گفتگو کی۔ پھر وہ مجھے ایک طرف لے گیا۔ "جانے کو تو تیار ہے مگر کہتا ہے ابھی نہیں۔ موسم خراب ہے اور یہ وقت بھی ٹھیک نہیں۔" ریڈارک نے مجھے سمجھایا۔ "چند دن بعد جب برف جم جائے گی تو جانا آسان ہو گا۔"

"برف کا کیا ہے دس پندرہ دن میں جم نہ جمے۔ ہمیں جانا ہے تو کل بھی جا سکتے ہیں۔ اگر میرے باپ کی بات درست ثابت ہوئی اور وہاں بریٹ زندہ نہ ملا تب بھی ٹرانسمیٹر ضرور مل جائے گا اور ہم جہاز منگوا سکیں گے۔" میں نے کہا۔ ریڈارک سوچ میں پڑ گیا۔ "اچھا تم ٹھہرو میں پھر بات کرتا ہوں۔" دور سے میں ان کی گفتگو تو نہیں سن سکتا تھا لیکن ان کی حرکات و سکنات سے ریڈارک کا اصرار اور میکنزی کا انکار پتا چلتا تھا۔ چند منٹ بعد ریڈارک آ گیا۔ "میرا اندازہ ہے کہ موسم کا تو بہانہ ہے۔ وہ کچھ آسیب وغیرہ سے خائف ہے۔ یا انکار کا بہانہ ہے۔"

"آسیب؟" میں نے کہا۔ "اس لئے کہ وہاں جانے والے مہم کے ارکان مارے گئے ہیں۔"

"ہاں۔ اس کا ذکر کئے بغیر جھیل کا پتا نہیں چل سکتا تھا اور ذکر کیا ہے تو وہ بدروحوں کے سائے سے خوفزدہ ہے۔ یہ لوگ جاہل اور توہم پرست تو ہیں ہی۔ میرا خیال ہے وہ ان اموات کو... کچھ قہر عذاب وغیرہ سمجھتا ہے۔"

"اگر تم کہہ دیتے کہ مہم کے ارکان کو ان کے ساتھیوں نے ہی قتل کیا تھا۔" میں نے کہا۔ "تو وہ نہ ڈرتا۔ خیر اس نے وہ جھیل کیسے دیکھ لی۔"

"یونہی شکار وغیرہ کے دوران کوئی دو ہفتے قبل۔ اب یہ اپنے بیوی بچوں سے مشورہ کرے گا اور کل بتائے گا۔ چاہو تو تم کل تک پوچھ لینا۔ تھوڑی بہت انگریزی سمجھ لیتا ہے۔"

"دیر کی صورت میں میرے پکڑے جانے کا امکان ہے۔" میں نے سوچتے ہوئے کہا۔ "فرگوسن۔ کمپنی نے یہاں ریلوے لائن بچھانے کی اجازت لی ہے۔ اس ملک پر براڈور برادران کی حکومت نہیں ہے۔ تم جہاں چاہو جا سکتے ہو۔ بس ان کے کیمپ کو چھوڑ دینا۔" یہ بات سو فیصد درست تھی۔ اگر میں ان کے کام میں مخل نہیں ہوتا تو وہ مجھ پر براڈور کے دروازے کیسے بند کر سکتے ہیں۔ ریڈارک نے مجھے کیمپ جانے والے راستے پر چھوڑ دیا۔ "تم چلو۔ مجھے ذرا کام ہے میں ایک گھنٹے تک لوٹ آؤں گا۔"

کیا کھاؤں گا۔ کیا پہنوں گا۔ کہاں سوؤں گا۔ راستے سے بھٹک گیا تو کس کی مدد لوں گا۔ اچانک ایک بل ڈوزر میرے سامنے آ گیا۔ "تم فرگوسن ہو۔" ڈرائیور نے کھوپڑی باہر نکال کر کہا۔ "کیمپ میں تمہارا کوئی مہمان آیا بیٹھا ہے۔" اپنا اخلاقی فرض پورا کر کے ڈرائیور نے بل ڈوزر کا رخ موڑ لیا۔

مہمان۔ میرا خون خشک ہو گیا۔ سوائے لاروش یا بل لینڈ کے کون ہو سکتا ہے۔ پھر مجھے ریڈارک کی بات یاد آئی۔ یہاں کمپنی کی حکومت نہیں ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی خیال تھا کہ عملی طور پر حکومت انہی کی ہے۔ پولیس اگر ہے تو مونٹریال میں۔ یہاں وہ جسے چاہیں پکڑ لیں اور اس پر درخت گرا کر ہلاک کر دیں یا ڈائنامائیٹ سے اڑا دیں۔ مداخلت کرنے والے کا بالکل مناسب انجام جس کا جواز بھی پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔ مگر اس کے باوجود میرے قدم آگے ہی بڑھتے گئے۔ کوئی انجانی کشش تھی جس کا سحر مجھ پر غالب تھا۔ ایک آواز میرے اندر سے بار بار پکار رہی تھی کہ آگے بڑھا ہوا قدم پیچھے نہیں ہٹنا چاہیے۔ زندگی اور موت کی کوئی اہمیت نہیں۔ اندر یا سیلا برٹیف میری منتظر تھی۔ اس کے سامان میں ایک سفری بیگ۔ مچھلی پکڑنے کا

سامان چھوٹی سی کلہاڑی اور شکاری چاقو بستر پر رکھے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ شکار کھیلنے نکل رہی ہے۔ "تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں یہاں ہوں۔" میں نے پوچھا۔ "تمہیں برٹ کی بات کا اعتبار نہیں تھا۔ اسی سے میں نے یہی نتیجہ نکالا کہ تم اسی کے راستے پر سفر کرو گے اور انہی لوگوں سے ملو گے، تاکہ تمہیں صحیح بات معلوم ہوسکے۔ تمہارا رڈارک کے پاس آنا لازمی تھا۔" اس نے خلا میں دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کا رویہ بڑا پراسرار اور عجیب و غریب تھا۔ وہ بیک وقت خوفزدہ، خطرناک اور اعصابی مریض نظر آتی تھی۔ اچانک مجھے یہ احساس بھی ہوا کہ اس کے نقوش میں مقامی جنگلی قبائل کے خون کی آمیزش بھی ہے۔ یہ احساس خطرے کی گھنٹی تھا کیونکہ میں اس ملک میں بالکل اکیلا تھا۔ بے بس اور تنہا اور جنگلی قبائل سے خونریزی کی ان گنت داستانیں منسوب تھیں۔

"آخر تمہیں برٹ کی بات پر یقین کیوں نہیں جب کہ دنیا کو اس کی صداقت میں شبہ کرنے کا کوئی جواز نظر نہیں آتا۔ تم سمجھتے ہو میرا باپ زندہ ہے۔ یہی بات ہے نا۔۔؟" اس نے تلخ لہجے میں کہا اور مجھے اس کے لہجے میں نفرت کا زہر نظر آیا۔ وہ کسی ناگن کی طرح مجھے ڈسنے کو تیار تھی کیونکہ میں نے اس کے جذبات کو مجروح کردیا تھا۔ اس کے اعتماد کے شیش محل پر پتھر پھینک دیا تھا۔ ایک طرف باپ تھا جس کی محبت کو بھی وہ موت کے بعد لاروش کی آغوش میں ڈال چکی تھی دوسری طرف میں تھا جس نے اپنی بات سے اسے لاروش سے بدگمان کرنے کی کوشش کی تھی اسے محبت سے محروم کرنے کی کوشش کی تھی اور اس احساس کے عذاب میں مبتلا کردیا تھا کہ وہ اپنے باپ کے قاتل کو اپنا دلدار سمجھتی ہے۔ "بولو۔ بولتے کیوں نہیں۔۔؟" اس نے کہا۔

"کیا بولوں۔ ہوسکتا ہے وہ زندہ نہ ہو۔" میں نے کہا۔ "یہ بات تو پرانی ہوچکی۔۔"

"مگر جب لاروش نے اس کی موت کی خبر دی تھی اس وقت وہ زندہ تھا۔ یہی خیال ہے نا تمہارا۔۔؟ کیوں؟" وہ برہم ہوتے ہوئے بولی۔ "اور تم سمجھتے ہو کہ جس بے خوفی کے ساتھ تم لندن کی سڑکوں پر گھومتے رہے ہو اسی طرح براڈ ورمیں بھی پھر سکتے ہو تو یہ تمہاری حماقت ہے۔ قبائلی جنگلی تمہیں مار ڈالیں گے۔ چلو یہاں سے نکل چلیں۔"

"نکل چلیں۔۔؟" جمع کا صیغہ۔۔؟ میں نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔ "تم؟ تم اور میں؟ ہم دونوں۔"

"ہاں۔" اس نے کہا۔ "میں یہیں پلی اور بڑی ہوئی ہوں۔ مجھے معلوم ہے اور میں تمہاری ممنون ہوں۔ تمہیں بچانا چاہتی ہوں۔ آج کئی دن سے میں صحیح طور پر سوچ بھی نہیں سکی۔ ایک خلش مجھے بے قرار رکھتی ہے۔"

"لیکن میں اکیلا نہیں جارہا ہوں۔" میں نے کہا۔ "شاید میں میکنزی کے ساتھ جاؤں۔۔؟ اور ہوسکتا ہے وہ تمہیں لے جانا پسند نہ کرے۔ میری بات اور ہے۔ تم عورت ہو۔"

"میں ابھی اس سے بات کرکے آتی ہوں۔" وہ کھڑی ہوگئی۔ "تم یہیں رہو۔ وہ کسی عورت کی بات کاٹنے سے پہلے سوچے گا۔ اسے انکار کرنا مشکل ہوجائے گا۔ رڈارک سے اگر وہ انکار کرنا چاہے گا تو زبان سے کوئی بات نکالے بغیر غائب ہوجائے گا۔ پھر رڈارک اسے زندگی بھر تلاش کرتا پھرے اس کی گرد کو نہ پہنچ سکے گا۔" ایک کار کے دروازے پر رکنے کی آواز آئی۔ "لو وہ آگیا۔" میں نے کہا۔ مگر آنے والا رڈارک نہیں تھا۔ "مجھے معلوم تھا تم یہاں مل جاؤ گے۔" اس نے دروازے سے کہا۔ دروازے کے فریم میں اس کا پورا وجود، فریم میں لگی ہوئی تصویر کی طرح روشن پس منظر میں نمایاں نظر آرہا تھا۔ "میں تم سے کچھ کہنا چاہتا تھا۔ ایک بات جو میں نے پہلے نہیں کہی۔" پھر اسکی نظر پامیلا پر پڑی اور اسکی زبان رک گئی اور نظر پامیلا پر جم گئی۔ "پامیلا۔ تم؟" اس نے آہستہ سے کہا اور جیسے اس پر سکتہ طاری ہوگیا ہو۔ وہ وہیں منجمد ہوگیا۔ پھر اس نے زور سے دروازہ بند کیا اور فرانسیسی میں گفتگو شروع کردی جس کا ایک لفظ میرے پلے نہیں پڑا مگران کا لہجہ تلخ کلامی کا گواہ تھا۔ پھر وہ میری طرف پلٹا۔ "تو تم میکنزی کے ساتھ شیر والی جھیل کی طرف جارہے ہو۔۔؟" میں نے فقط سر ہلایا۔ اس کا غصہ فرو ہوگیا اور چہرے کے سخت نقوش میں تھوڑی سی نرمی نمودار ہوئی۔ "ٹھیک ہے۔ اگر تم اتنے ہی ضدی اور ہٹ دھرم ہو تو میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔" اس نے کہا۔

"میرے ساتھ کیوں۔۔؟" میں نے تعجب سے کہا۔

"اس کے سوا چارہ بھی نہیں۔ بل لینڈ نے صبح مجھ سے کہا ہے کہ ایک بار پھر کوشش کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔" وہ مسکرایا۔ "ہم نے تمہاری مدد کا فیصلہ کیا اور میں اسی لئے آیا ہوں۔" صورتِ حال کے اس طرح پلٹ جانے سے میں بھونچکا رہ گیا۔ وہ جو میری راہ میں حائل تھے اب رہنمائی پر آمادہ تھے۔ کیوں۔؟ میرے لئے ان کا تعاون ان کی مخالفت سے زیادہ پریشان کن ثابت ہوسکتا تھا۔ یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں تھی مگر میں انکار نہیں کرسکتا تھا۔ یک نہ شد دو شد۔ مگر یہ میرا اپنا ہی عمل تھا جو الٹ گیا تھا۔ پہلے پامیلا اور پھر لاروش۔ بظاہر الگ الگ مگر ایک ہی وقت میں میرے حامی بن کر آپہنچے تھے۔ اب نجات کا ایک ہی راستہ تھا اور وہ یہ کہ میں کسی صورت سے اپنی جان بچا کر نکل جاؤں۔ واپس انگلینڈ چلا جاؤں۔ لعنت برلیف پر۔ وہ زندہ ہے تو مجھے کیا اور مرگیا ہے تو کیا۔ ہر روز لاکھوں انسان مرتے ہیں۔ مگر اب میرے لئے کھیل کو چھوڑنا بھی آسان نہ تھا۔ میں نے خود ہی بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈالا تھا اور اب۔ خود کردہ را علاجے نیست۔ مسمی آئن فرگوسن بہت جلد مرحوم کہلائے گا۔ پامیلا اور لاروش نے پھر فرنچ بولنی شروع کردی اور میں الّو بنا کھڑا رہا۔ پھر اس نے معذرت چاہی کہ وہ پامیلا سے تنہائی میں باتیں کرنا چاہتا ہے اور وہ دونوں باہر نکل گئے۔ باہر سے مجھے ان کی باتوں کی آواز سنائی دیتی رہی اور میں نے کچھ نہ سمجھنے کے باوجود لاروش کے اندازِ تخاطب سے

بہت کچھ سمجھوں. پہلے وہ بگڑ رہا تھا پھر اس کا لہجہ عاجزانہ ہوگیا اور آخر میں وہ منت سماجت کرتا ہوا لگتا تھا۔ اس کے بعد پامیلا کی خاموشی تھی جو کم سے کم نیم رضامندی تھی۔ پھر کار کے انجن کے اسٹارٹ ہونے کی آواز سنائی دی اور میں نے دروازہ کھول کر دیکھا تو ان دونوں میں سے کوئی موجود نہ تھا۔

اب میں واقعی خوفزدہ تھا۔ مجھے اپنے اردگرد نظر نہ آنے والا سازش کا جال بچھا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ میں قاتلوں اور سازشیوں کے گروہ میں گھر گیا تھا۔ سب کے چہرے معصوم تھے۔ سب کے لہجے دوستانہ تھے۔ ان سب کے ہاتھ میری طرف بڑھ رہے تھے۔ بظاہر مصافحہ کرنے کے لئے لیکن درحقیقت میری گردن دبانے کے لئے۔ اور ان کا حلقہ تنگ تر ہوتا جارہا تھا۔ میں کس کا ہاتھ تھاموں۔ دوست اور دشمن کو کیسے پہچانوں۔ خوف خطرے کے وقت چھٹی حس بن کر خبردار کر دیتا ہے۔ اور اب خوف مجھ پر غالب آچکا تھا۔ لاروش کا کردار اس خطرے کی علامت بن گیا تھا۔ یہ عنایت بے سبب نہیں۔

تنہائی میں مجھے ہنری ڈومین کی کتاب کے چند اور صفحات پڑھنے کا موقع ملا۔ مجھے ایک بات ذرا عجیب لگی۔ اس نے اپنے سالے کا پورا نام کہیں نہیں لکھا تھا۔ ہر جگہ صرف پیٹر کا لفظ استعمال کیا تھا۔ پیٹر کے بعد کیا ہے۔ پیٹر میک گورن؟ پیٹر لینڈ۔ پیٹر لاروش؟ کچھ بھی ہوسکتا تھا۔ تھوڑی دیر میں ریڈارک کے ساتھ بل لینڈ بھی آپہنچا۔ معلوم نہیں کس الو کے پٹھے نے یہ بات پھیلائی ہے مگر ہم مجبور ہو گئے ہیں کہ تمہاری بات مان لیں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ پامیلا بھی یہاں آپہنچی ہے کدھر ہیں یہ دونوں۔۔؟" اس نے ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "وہ گرم کپڑے وغیرہ بھی لائی ہے کہ نہیں۔۔؟"

"لائی ہے۔ وہ غالباً میکنزی سے بات کرنے گئے ہیں۔" میں نے کہا مگر دل ہی دل میں مجھے ایک طرف ریڈارک کی فراست کا قائل ہونا پڑا تھا تو دوسری طرف میں یہ بھی سوچ رہا تھا کہ اتنی جلدی یہ بات عام کیسے ہوگئی۔

"ٹھیک ہے۔ میکنزی نے ایک بار پامیلا کے باپ کی رہنمائی کی تھی۔" بل لینڈ نے کوٹ اتار کر رکھ دیا۔

"تم اُسے ساتھ لے کر جاؤ گے۔۔؟" ریڈارک نے پوچھا۔ "ایک عورت کو؟ تمہارا دماغ خراب ہے۔۔؟"

"دماغ تو اس عورت کا مسٹر فرگوسن نے خراب کیا ہے۔ ویسے وہ کم ضدی نہیں ہے۔" بل نے بستر پر لیٹتے ہوئے کہا۔ "ورنہ میں اب بھی اس تلاش کے نتائج کے بارے میں پرامید نہیں ہوں۔ یہ تو فقط مجبوری ہے۔"

"بل۔ اگر ہیلی کوپٹر مل جائیں تو۔۔۔۔۔" میں نے کہا۔

"اول تو ہیلی کوپٹر فارغ نہیں۔ دوسرے مقامی لوگ اس کے عادی نہیں۔ وہ زمین پر مخصوص نشانیوں سے ہر جگہ پہنچ سکتے ہیں۔ ہیلی کوپٹر سے ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آئے گا۔" بل نے کہا پھر وہ اٹھ بیٹھا۔

ریڈارک۔ تم ان لوگوں کے ساتھ چلے جاؤ۔ میں الیکس اسٹیفن سے بات کر کے تمہاری جگہ کسی اور کو بھجوا دیتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔" ریڈارک نے کہا۔ "اب ہم پانچ آدمی ہو گئے۔ ہمیں اپنے ساتھ خاصا سامان لے جانا پڑے گا۔ میں تیاری کرتا ہوں۔"

"کیمپ کے لئے خیمہ۔ سونے کے لئے بیگ۔ اگر یہاں نہ ہوں تو کیمپ نمبر ۲۹۰ سے منگوا لینا۔" بل نے کہا پھر وہ میری طرف دیکھ کر مسکرایا۔ "مسٹر فرگوسن۔ عظیم سراغرساں۔ خود جا کر اپنی تسلی کر لیں کہ وہ اکیلے ہوتے تو ان کا کیا حشر ہوتا۔"

"مسٹر بل۔ آدمی زیادہ سے زیادہ مر سکتا ہے۔" میں نے کہا۔ بل لینڈ نے ڈومین کی کتاب اٹھالی۔ "واہ۔ مسٹر فرگوسن اس کتاب سے کوئی نئی بات معلوم ہوئی آپ کو۔"

"نہیں۔" میں نے کہا لیکن جس انداز سے وہ صفحات کو پلٹ کر کسی مقام پر کوئی تحریر تلاش کر رہا تھا۔ اس سے مجھے یہ اندازہ کرنے میں کوئی دشواری نہ ہوئی کہ اپنے اطمینان کے لئے اس نے یہ بات پوچھی تھی۔ معلوم نہیں کیوں مجھے اس وقت اپنے باپ کی لاگ بک میں لکھے ہوئے لاروش کے نام کا خیال آیا جسے اس نے کئی بار موٹے موٹے حروف میں لکھ کر کاٹ دیا تھا۔

"نہیں یہ نہیں ہوسکتا۔ میرا دماغ خراب ہوگیا ہے۔" اور دوسری جگہ "لاروش بچ گیا؟ یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ ناممکن۔ ناممکن۔ قطعی ناممکن" اس کے علاوہ بھی لاروش کا نام کئی جگہ لکھ کر کاٹا گیا تھا۔ باقی دوا رکان کا ذکر بہت کم تھا۔ یقیناً لاروش کا کردار اس کہانی میں زیادہ اہم ہے۔ ریڈارک بالکل مطمئن تھا جیسے وہ فاصلہ جسے لاروش نے پانچ دن میں طے کیا تھا کوئی بات ہی نہیں۔ بل لینڈ کو پامیلا کی فکر زیادہ تھی جیسے وہ لاروش کی نہیں اسکی اپنی محبوبہ ہے۔ سارا معاملہ پراسرار تھا۔ "تمہیں ٹرانسیٹر سے پیغام دینا آتا ہے۔" میں نے پوچھا۔

"نہیں۔" ریڈارک نے سر ہلایا۔ "تمہیں۔۔؟" میں نے بھی سر کی جنبش سے انکار کیا۔

"لاروش کو آتا ہوگا۔" اس نے بے نیازی سے کہا مگر میں لاروش پر تکیہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ "اگر وہ بیمار ہوگیا تو۔۔؟" میں نے کہا۔ میں یہ نہیں کہنا چاہتا تھا کہ وہ مرگیا تو۔۔؟ "کسی اور کو بھی جاننا چاہیئے۔" ریڈارک نے تائید کی۔ "دور اندیشی کا تقاضا تو یہی ہے۔ لے لیں گے کسی ریڈیو آپریٹر کو۔"

بل لینڈ نے دوپہر کے کھانے پر ریڈارک سے بات کی "کیسی جا رہی ہے تیاری۔۔؟" جواب سے پہلے پامیلا اور لاروش کمرے میں داخل ہوئے۔ دونوں کے چہرے اترے ہوئے تھے۔ کوئی بات کئے بغیر وہ کھانے کی میز پر ہمارے قریب آبیٹھے۔ اردگرد مزدور کھانے میں مگن تھے۔

"کیا ہوا ہے شکل کیوں بگاڑ رکھی ہے۔" بل نے کہا۔ "وہ نہیں مانتا کہتا ہے۔ ان بارہ سنگھے جیسے جانوروں کے غول نکل آئے ہیں۔ کیا کہتے

ہیں اسے ریڈیر۔" لاردش نے کہا۔ "میرا تو خیال ہے محض انکار کا بہانہ ہے۔"

"اگر ہم آدھے گھنٹے بعد پہنچتے تو اس کا سراغ بھی نہ ملتا۔ وہ تو سامان سمیٹے بیٹھا تھا۔" پامیلا نے کہا۔ "میں نے اسے سمجھایا لالچ دیا اور اپنے باپ کی زندگی کا واسطہ دیا مگر وہ تو ایک ہی بات دہراتا رہا کہ تمہارا باپ اب زندہ ہی نہیں ہے تو مجھے اس کی زندگی کے واسطے سے کیا۔ بٹ میرا خیال ہے تمہاری وجہ سے اس نے انکار کیا۔ وہ بار بار تمہیں دیکھتا تھا۔"

"بکومت۔ تم نے اس سے تنہائی میں بھی بات کی تھی۔ وہ جانا ہی نہیں چاہتا۔" لاردش نے پلٹ کر جواب دیا۔ "ٹھیک ہے۔ اب پارٹی میں صرف مرد ہوں گے۔" بل لینڈ نے کہا۔

"غلط۔ میں ضرور جاؤں گی۔ خواہ مجھے اکیلے جانا پڑے۔" پامیلا نے کہا۔

"وہ کیسے۔؟" بل نے تمسخر اڑانے کے انداز میں کہا۔ "میرے پاس نقشہ ہے۔" وہ بولی۔ "تمہارے پاس کیا ہے۔" اس نے باری باری سب کی طرف دیکھا۔ سب کی صورتوں پر بارہ بجے ہوئے تھے۔ "مجھے میکنزی نے ابھی بتا کر دیا ہے۔ جب میں اس سے تنہائی میں بات کر رہی تھی۔ صاف تو نہیں ہے مگر اس نے راستے کی نشاندہی کر دی ہے۔ خاص خاص قابل شناخت مقامات دکھا دیئے ہیں۔" پامیلا نے ایک کاغذ نکال کر پھیلا دیا۔

"لاردش اگر تمہارے پاس ہیلی کوپٹر ہو تو تم اس راستے پر پرواز کر سکتے ہو۔؟" بل لینڈ نے پوچھا۔ "میں پورے وثوق سے نہیں کہہ سکتا۔ موسمی حالات پر بہت کچھ منحصر ہے۔ پیشگوئی بھی حوصلہ افزا نہیں ہے۔" لاردش نے سوچتے ہوئے جواب دیا۔

"خیر میں کیمپ نمبر ۲۹۰ جا کر لین ہالٹ کو بھیجتا ہوں۔" بل نے کہا۔ "ساڑھے چار یا پانچ گھنٹے بعد تم روانہ ہو سکتے ہو۔" میں پامیلا کو کھاتے دیکھتا رہا۔ اتنے بڑے مجمع میں وہ تنہا عورت تھی لیکن اسے کسی بات کا احساس نہ تھا۔ اس کے مختصر وجود میں قدرت نے قوت ارادی کو مجسم کر دیا تھا۔ کھانے کے بعد اس نے میری طرف سگریٹ کا پیکٹ بڑھایا۔ "تم کو یہ سب عجیب نہیں لگتا۔ تمہارے دادا سے کتنی روایات وابستہ ہیں اور اب تم اس مقام کے بہت قریب موجود ہو جہاں ان روایات نے جنم لیا۔"

"تمہیں ان روایات کے بارے میں کیا معلوم ہے۔" میں نے اٹھ کر لائٹر سے اس کا سگریٹ سلگایا۔

"بہت کچھ۔ میرا باپ ذکر کرتا رہتا تھا مگر میرا خیال ہے ان کی کوئی اہمیت نہیں۔"

"اس میں کوئی نئی بات نہیں۔" رٹیارک نے اچانک مداخلت کی۔ "سب کچھ میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں۔" بات کرتے کرتے اس نے ایک نظر پامیلا کو دیکھا۔ مجھے اس نظر میں تنبیہ نظر آئی۔ خبردار۔ آگے کچھ نہ کہنا۔

"مس پامیلا۔ میں اب تک سمجھنے سے قاصر ہوں کہ تمہارے منگیتر بہادر نے شیر والی جھیل کے وجود کو تسلیم کیوں نہیں کیا تھا۔" میں نے کہا۔ "یہ بات پوشیدہ رکھنے کی کوشش کیوں کی تھی۔"

"میں کیا کہہ سکتی ہوں۔" وہ اٹھتے ہوئے بولی۔ "میں ذرا کمر سیدھی کر لوں۔" وہ باہر چلی گئی۔ میں نے بھی اٹھنے کی کوشش کی مگر رٹیارک نے مجھے روک لیا۔ "یہ سوال پھر نہ کرنا۔ سمجھے۔؟" اس نے سخت لہجے میں کہا۔

شمال کی سمت آسمان پر ایک دھبہ سا نمودار ہوا اور قریب آتا گیا۔ آواز سے پہلے ہیلی کوپٹر کے گھومتے ہوئے پنکھ واضح ہوئے۔ مغرب میں بادلوں کی دھند سی پھیلی ہوئی تھی۔

"برفباری کے آثار ہیں۔" بل نے کہا۔ "پامیلا کو ساتھ مت لے جاؤ۔ وہ لڑائی کرے گی، لیکن میں کہہ دوں گا کہ ہیلی کوپٹر میں یہاں عورتوں کو بیٹھنے کی اجازت نہیں ہے... خطرہ مول لینے سے کیا فائدہ...!"

"میرے خیال میں تو کوئی خطرہ نہیں اور ہے تو سب کو ہے۔" لاردش نے کہا۔

"بحث مت کرو۔" اس نے کہا اور جیپ لے کر روانہ ہو گیا "گڈ لک۔" اس نے چلتے چلتے کہا۔

مجھے کبھی ہیلی کاپٹر میں بیٹھنے کا اتفاق نہیں تھا اور یہ ہیلی کوپٹر بھی اتنا چھوٹا تھا کہ میں لاردش کے اور دروازے کے درمیان پھنسا بیٹھا تھا۔ تاہم سامنے کا پورا منظر میرے سامنے تھا۔ ہیلی کوپٹر بلند ہوتا گیا اور بڑے بڑے بل ڈوزر کھلونوں کی طرح، مکان گڑیا گھروں جیسے اور آدمی چیونٹی کے برابر نظر آنے لگے۔ لاردش نے اپنے گھٹنوں پر میکنزی کا نقشہ پھیلا رکھا تھا۔ دس منٹ بعد اس نے پائلٹ کو نیچے جانے کا اشارہ کیا کیونکہ شور کی وجہ سے بات کرنا مشکل تھا۔ نیچے ایک جھیل تھی جسے دیکھ کر لاردش نے اطمینان کے اظہار کے طور پر سر ہلایا۔ اس سے آگے نسبتاً جگہ ہموار تھی۔ پائلٹ نے کچھ کہا جو میری سمجھ میں نہیں آیا اور ہیلی کوپٹر کو اتار لیا۔ "پائلٹ کا دماغ خبط ہو گیا ہے۔" لاردش نے مذاق میں کہا لیکن میرے جسم کا رواں رواں خطرے کی صدا دینے لگا۔ مگر یہ خدشات بے بنیاد ثابت ہوئے اس نے کسی معمولی خرابی کی بنا پر ہیلی کوپٹر اتارا تھا اور دس منٹ بعد ہم پھر محو پرواز تھے۔ لاردش اس علاقے سے خوب واقف تھا۔ ہم ریلوے لائن کے تقریباً اوپر تھے اور اس سے مجھے ڈھارس تھی کہ میں کسی انجانے راستے پر نہیں جا رہا ہوں۔ ہمارے نیچے درختوں کے جھنڈ آ جاتے تھے اور پھر کوئی جھیل اور یہ سلسلہ یونہی جاری تھا۔ پائلٹ نے پھر ایک جھیل کے کنارے سنگریزوں پر ہیلی کوپٹر کو اتار لیا اور اس کے پہیوں کے سامنے اور پیچھے لکڑی کے ٹکڑے بلاک کے طور پر رکھ دیئے۔ ایک سفید سی دھند نمودار ہوئی اور دھوئیں کی طرح پھیلنے لگی۔ "آثار اچھے نہیں۔" پائلٹ نے کہا۔ ہم ہیلی کوپٹر کے اندر یوں بیٹھے تھے جیسے کسی نے

ہمیں ریفریجریٹر میں بند کر دیا ہے۔ رفتہ رفتہ دھند صاف ہونے لگی۔ طوفان گزر گیا۔ لاروش نے پائلٹ سے کوئی بات کی اور اس نے پہیوں کے نیچے سے لکڑی کے بلاک نکال دیے۔ "ہمیں واپس جانا پڑے گا" اس نے کہا۔ "میں بیلی کو پیر ڈو جانتے بوجھتے تباہ نہیں کرسکتا۔"

"کیا بیلی کو پیٹر ایک آدمی کی زندگی سے زیادہ اہم ہے؟" میں نے ناراضگی سے پوچھا۔

"ہاں۔" اس نے اکھڑ لہجے میں کہا۔ "میں مسٹر لاروشش سے متفق ہوں۔ وہ اس علاقے کو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔" میں نے لاروش کی طرف دیکھا۔ "طوفان گزر جانے کے بعد یہ فیصلہ کیا معنی رکھتا ہے؟"

"تم پائلٹ سے بات کرلو، اگر وہ مان جائے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں...."

"مجھے سخت اعتراض ہے۔ یہاں صرف ایک بیلی کو پیٹر ہے اور مجھے یقین ہے برفباری ہمیں مشکل سے اتنی مہلت دے گی کہ ہم بخیریت واپس پہنچ سکیں" پائلٹ نے کہا۔ "دولاشیں پھر کسی وقت اٹھائی جاسکتی ہیں۔"

"لاروشش...."

اس نے کہا۔ "پائلٹ کی مرضی ہے.... میں مجبور نہیں کرسکتا۔ کر وہ تمہاری بات مانے؟" مزید کچھ کہنے کی گنجائش باقی نہ تھی میں خاموش ہوگیا۔

واپسی کا سفر آغاز ہی سے خراب تھا۔ نقشے کی مدد لینا اس لئے مشکل ہوگیا کہ دھند کے باعث زمین نظر ہی نہیں آتی تھی۔ خوش قسمتی سے نیچے کام کرنے والوں نے آگ روشن کر رکھی تھی۔ ہم سے چند میل شمال میں تو برف نے ریلوے لائن کو بھی ڈھک لیا تھا۔ پھر چند منٹ کی پرواز کے بعد ہم شیکسو میں جا اترے جہاں سے روانہ ہوئے تھے۔ پاسیلا ہمیں منتظر ملی، مگر اس کے چہرے پر شدید برہمی کے آثار تھے۔ وہ لاروش کو دیکھتے ہی منہ پھیر کر چل پڑی۔ میں شدید مایوسی کے عالم میں بیلی کو پیٹر کو پھر ایک سیاہ دھبہ بن کر غائب ہوتے ہوئے دیکھتا رہ گیا۔ پاسیلا چند قدم چل کر رک گئی۔

"ریڈارک نے ہمیں مطلع کیا ہے کہ جنرل مینجر اینڈ ڈائریکٹر نے بیلی کو پیٹر کے دوبارہ استعمال کی قطعی ممانعت کردی ہے اور اب ہمیں سب کچھ خود ہی کرنا ہوگا" لاروش نے کہا۔

"انہیں اصل واقعات کا علم ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اصل واقعات...." ریڈارک بھڑک اٹھا۔ "سارے زمانے میں تم ہی افلاطون ہو.... باقی سب گدھے ہیں.... ارے بھائی کسی کو نہیں معلوم اصل واقعات۔"

"تم نے دیکھ لیا اپنی آنکھوں سے کہ یہ کیسا علاقہ ہے۔ کیا اب بھی تمہیں یقین ہے کہ ربیف یہاں زندہ بچا ہوگا اور تمہارے باپ نے واقعی اس کی آواز سنی ہوگی" لاروش نے نرمی سے کہا۔ اچانک اس بے مقصد پرواز کا مقصد میری سمجھ میں آگیا۔ وہ مجھے دہشت زدہ کرنے کی نیت سے لے گئے تھے۔ اب وہ میرے جواب کے منتظر تھے۔ ان سب کی نظر مجھ پر جمی ہوئی تھیں اور میری خاموشی ان کے لئے اعصاب شکن ثابت ہو رہی تھی۔ "اس تفریحی پرواز سے میرے یقین اور عزم کو کوئی نقصان نہیں پہنچا مسٹر برٹ لاروشش" میں نے بالآخر مضبوط اور واضح لہجے میں کہا۔ اس کے علاوہ میں کہہ بھی کیا سکتا تھا۔ اگر میرا آنا دیوانگی تھا تو آدھے راستے سے لوٹ جانا مزید دیوانگی تھا۔

"کیوں؟" لاروش نے پوچھا۔ مگر یہ سوال ان سب کی صورتوں پر بھی تحریر تھا۔

"اس لئے کہ میرا باپ ریڈیو آپریٹر تھا۔ یہ اس کا پیشہ بھی تھا اور شوق بھی۔ میں اس کی ساری زندگی کو دیوانگی قرار دے سکتا ہوں، مگر یہ نہیں مان سکتا کہ اس نے اپنے ذہن میں ریڈیو نشریات کی فرضی دنیا بسا رکھی تھی جس کی آواز وہ اپنے ریسیور پر سنتا تھا۔ آگ کے بغیر دھواں نہیں اٹھتا۔ اس نے غلط سنا یا صحیح۔ یہ میں نہیں جانتا لیکن جو کچھ سنا وہی لکھا۔ اس پر میرا کامل ایمان ہے۔" میں نے اسی لہجے میں کہا۔

"اچھا!" لاروشش نے کہا۔ "ریڈارک تم تیار ہو؟"

ریڈارک نے سر ہلا کر رضامندی کا اظہار کیا۔ پاسیلا نے اچانک لاروش کی طرف دیکھا۔ "اپنی کہو.... تم تیار ہو؟"

"میں؟.... تم چاہتی ہو تو میرے تیار نہ ہونے کا کیا سوال۔" لاروشش نے کہا۔

"بس تو کل صبح ہم روانہ ہوجائیں گے۔" پامیلا نے جیسے فیصلہ صادر کرتے ہوئے اعلان کیا۔

رات کو ہم نے تفصیلات پر بحث کی اور سامان کی فہرست بنائی خوراک، چولہا، کھانا پکانے کے برتن، کپڑے، بندوق، کلہاڑی، مچھلی پکڑنے کا سامان، ایک سفری کشتی جسے راستے میں ضرورت کے وقت استعمال کیا جاسکے۔ آخر میں ٹرانسمیٹر کا سوال آیا۔ "فرض کرو وہ اڑتالیس نمبر سیٹ مل گیا تو تم استعمال کرسکو گے؟" میں نے لاروشش سے پوچھا۔

"وہ تو میں بتا چکا ہوں کہ ڈوب گیا تھا۔" لاروش نے کہا۔ "استعمال آتا بھی ہو تو کیا؟"

رات کو نو بجے میں نے ریڈارک سے کہا کہ وہ مجھے کسی ریڈیو آپریٹر سے ملوا دے۔ وہ مجھے ایک کمرے میں لے گیا جو اندر سے خوب گرم تھا اور ایک شخص پیر پھیلائے کوئی رسالہ پڑھ رہا تھا۔ بادل ناخواستہ اس نے مجھے اڑتالیس نمبر ٹرانسمیٹر کا خاکہ بنا کر استعمال کا طریقہ سمجھایا اور شکریے کے الفاظ سے بغیر پھر پیر پھیلا کر رسالے میں غرق ہوگیا۔ میں عجیب مخمصے میں

پھنس گیا۔ کیا اس شخص سے کوئی درخواست کرنا سود مند ہوگا۔ پھر میں نے سوچا کوشش ناکام بھی ان حالات میں جائز ہے۔ میں

نے اس کو نمبر بتا کر پوچھا کہ وہ سائمن لینڈ سے رابطہ قائم کر سکتا ہے۔ اس نے حسب توقع انکار کر دیا۔ "ہمیں اجازت نہیں ہے۔"

"کس حرامزادے کی اجازت نہیں ہے۔ مجھے بتاؤ۔" ریڈلک ایکدم بھڑک اٹھا۔ "اور یہ جو تم اس وقت رسالہ لئے وقت برباد کر رہے ہو تو کسی کی زندگی بچانے کے لئے ایک منٹ نہیں نکال سکتے؟"

اس نے رسالہ رکھ دیا۔ "آل رائٹ مسٹر ریڈلک.... فریکوئنسی بتایئے....."

آدھے گھنٹے کی کوشش کے باوجود سائمن سے رابطہ قائم نہ ہو سکا پھر مجھے باب ہوپکنز کا خیال آیا۔ ایک منٹ بعد میں فون پر اس سے ہم کلام تھا۔ اس نے مجھے کیپٹن فیرو کا پیغام دیا۔ "وہ آدھی رات کو آیا تھا مگر میں نے پیغام دینا مناسب نہیں سمجھا۔ تمہارے بارے میں بڑی الٹی سیدھی باتیں سننے میں آ رہی تھیں۔ لوگ کہتے تھے کہ تمہیں زبردستی واپس بھیجا جا رہا ہے.... کیا یہ ٹھیک ہے؟"

"یہ سراسر بکواس ہے.... میں لارڈش کے ساتھ صبح روانہ ہو رہا ہوں.. کیا تم ایک کام کر سکتے ہو۔ بریف کیس اڑتالیس نمبر ٹرانسمیٹر کی فریکوئنسی لگا کر ایک مقررہ وقت پر ہماری آواز سن لو کسی بھی وقت۔"

"پہلے تم فیرو کا پیغام سن لو۔ تمہاری ماں سخت رنجیدہ ہے کہ تم صحیح حالات جانے بغیر لیبراڈور روانہ ہو گئے۔ تمہاری دادی الیگزنڈرا کی ڈائری میں صاف لکھا ہے کہ تمہارے دادا کو اس کے ساتھی پیٹر لارڈش نے قتل کیا تھا شیر والی جھیل پر۔" آخری الفاظ نے مجھ پر بم کے دھماکے کا اثر کیا۔ اپنے باپ کی ڈائری کے اندراجات سے لے کر لارڈش کے موجودہ رویئے تک۔ بات واضح ہو گئی۔ مگر سب سے بڑا ثبوت میری دسترس سے باہر تھا

"ریڈلک.... برٹ لارڈش کا پیٹر لارڈش سے کیا رشتہ ہے؟" میں نے فون پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "وہی جو مقتول سے تمہارا ہے.... دادا پوتے کا۔" ریڈلک نے کہا۔ میں بھونچکا رہ گیا۔

"بل لینڈ کو اس کا علم ہے....؟" میں نے پوچھا۔ ریڈلک نے اثبات میں سر ہلایا۔

"پاسیلا کو بھی؟" ریڈلک نے خاموشی کی زبان میں اقرار کیا میرے تن بدن میں آگ لگ گئی۔

"سب کو معلوم ہے.... ہر شخص جانتا ہے سوائے میرے... میں جو مقتول کا پوتا ہوں۔"

"یہ اتفاق ہے.. چلانے کی ضرورت نہیں.. قصور تمہارے والدین کا ہے۔"

"یہ بھی اتفاق ہے؟.. تم اسے اتفاق کہتے ہو..؟ یہ سازش ہے"

میں نے دہاڑتے ہوئے کہا۔ "تم مجھے بتا سکتے تھے۔"

"پورا پیغام تو سن لو۔" باب ہوپکنز کی آواز سنائی دی۔ "ڈائری ہوائی جہاز سے گوز بے ارسال کی جا رہی ہے۔ اور وہاں سے سیدھی میرے پاس آ رہی ہے.... سنا تم نے..."

"سن لیا..." میں نے جواب دیا۔ "مگر ہم کل صبح روانہ ہو رہے ہیں اور تم صبح شام سات سے ساڑھے سات بجے کے درمیان پچھتر میٹر بینڈ پر تین ہزار سات سو تیس کلو سائیکل پر میرا کوئی پیغام سنو تو سائمن لینڈ کو دے دینا... تھینکس بوائے..." مجھے اب اطمینان تھا کہ ہم باقی دنیا سے منسلک رہیں گے۔

"گڈ لک اینڈ گڈ بائی۔" باب نے شگفتہ لہجے میں کہا۔ "کاش میں تمہارے ساتھ جا سکتا... تھینکس باب۔ گڈ بائی۔"

کمرے سے باہر قدم رکھتے ہی مجھے احساس ہوا کہ میرے ذہن کی ساری دھند چھٹ گئی ہے اور میں حقائق کو واضح طور پر دیکھ اور محسوس کر سکتا ہوں اور ماضی کے تمام واقعات کا تجزیہ کوئی مشکل نہیں رہا۔

ایک نسل کو دوسری نسل نے انتقام کے اندھے جذبے سے مغلوب سمجھا تھا حالانکہ اصلیت اس کے بالکل برعکس تھی اور یہ جذبہ کسی کی جان لینے کا نہیں کسی کی جان بچانے کا تھا جس نے مجھے لندن سے لیبراڈور کھینچ لیا تھا۔

"یہ محض اتفاق ہے۔" ریڈلک نے کہا۔ "اسے اہمیت دینے کی ضرورت نہیں۔"

"میں مان لیتا ہوں۔" میں نے کہا۔ "مگر یہ کیسا ظالمانہ اتفاق ہے... ریڈلک... میری جگہ ہوتے تو تمہارے لئے یہ ممکن تھا کہ اتنی بڑی بات سن کر بھول جاؤ... کیا تم سمجھتے ہو کہ میرے پاس کوئی مشینی دماغ ہے جس کے خیالات کی رو کو میں بجلی کی طرح سوئچ آف کر کے کاٹ سکتا ہوں۔"

صبح جب میری آنکھ کھلی تب بھی برفباری جاری تھی۔ شیو کے بعد غسل کرتے ہوئے اور ناشتے کے دوران بھی میرا ذہن گزشتہ شب کے انکشافات سے متاثر رہا اور میں نے محسوس کیا کہ میری طرح ہر شخص اپنے اپنے خیالات میں ڈوبا ہوا ہے سات بجے صبح ہم سب ناشتے سے فارغ ہو کر اپنا سامان ٹرک پر لاد کے روانہ ہو چکے تھے۔ راستے میں ایک جگہ ہمیں کیمپ نمبر ۲۹۰ سے آنے والے رسد کے ٹرک سے ملنا تھا مگر مقررہ جگہ پر کوئی ٹرک موجود نہ تھا اور انتظار کے بغیر چارہ نہ تھا۔ کسی ٹینٹ اور سونے کے لئے بیگ کے بغیر سفر ناممکن تھا۔ ہم سب انتظار کرتے رہے غیر ارادی طور پر پاسیلا خنجر کی دھار پر انگلی پھیرتی رہی اور مجھے اس نازک بدن لڑکی کے ہاتھ میں جنگلی قبائل کے استعمال میں آنے والا تیز دھار اور لمبے پھل والا ذرا سا خم کھائے ہوئے دستے والا یہ خنجر عجیب سا لگا۔ یہ خنجر ہی اس زمین پر انصاف کی علامت تھا۔ یہاں نہ قانون تھا نہ پولیس نہ عدالت... مدعی خود ہی منصف تھا جسے نہ گواہ کی ضرورت تھی نہ شہادت کی اور اس کا جذبہ ہی قانون کا درجہ رکھتا تھا۔ جنگل کا

قانون... حیوانی جبلت پر مبنی... مار دو یا مر جاؤ۔

گیارہ بجے ٹرک پہنچا، ہم نے سامان رسد کو اپنی جیپ میں منتقل کیا اور سفر کی ابتدا کی۔ جب ریلوے لائن کے لئے بنایا ہوا کچا راستہ بھی ختم ہو گیا تو ہمارے سامنے ایک پرشکوہ جنگل رہ گیا خالی پرسکوت، ویران جنگل جہاں کسی ذی روح کی موجودگی ثابت نہیں ہوتی تھی۔ رات کو ہم نے ایک جھیل کے کنارے قیام کیا جس کے کنارے پر چھوٹے چھوٹے گول پتھروں کا بستر تھا۔ یہ ہمارا پہلا کیمپ تھا جہاں ہم نے جیپ کو چھوڑ دیا۔ اب ہمیں پیدل سفر کرنا تھا اور اپنا سامان بھی خود اٹھانا تھا۔

اگلا دن گذشتہ دن سے بدتر ثابت ہوا۔ برفباری وقفے وقفے سے جاری رہی۔ پانی سے بھرے ہوئے چھوٹے چھوٹے گڑھوں میں اوپر کی سطح پر برف کی پتلی سی تہ جم کر سخت ہو گئی تھی مگر ذرا سے دباؤ سے ٹوٹ جاتی تھی اور سرد پانی کے چھینٹے ہمارے کپڑوں پر پڑتے تھے۔ میکنزی کے بنائے ہوئے نقشے کی پہلی جھیل ہماری دوسری منزل تھی۔ ریڈارک کی مچھلیاں پکڑنے کی کوشش ناکام ثابت ہوئی۔ اندازے کے مطابق ہم نے پانچ میل کے قریب طے کئے تھے جبکہ کل مسافت کا دسواں حصہ تھے۔ رات کو کھانے کے دوران ریڈارک نے ایک بات کہی جو دل آزاری کا سبب بنی۔ "اگر مچھلیاں نہ ملیں اور ہم اسی رفتار سے کھاتے رہے تو حالات سخت ہو جائیں گے۔"

"اچھا" پامیلا کے باپ کے حالات سے بھی سخت؟" میں نے کہا اس پر پہلے پامیلا اور اس کے بعد ریڈارک اٹھ کر چلے گئے۔ ریڈارک کلہاڑی لے کر گیا تھا اور شاید جلانے کے لئے لکڑیاں لانے گیا ہو۔ "تمہیں پامیلا کے سامنے ایسی احمقانہ بات نہیں کرنی چاہئے تھی۔" لاروش نے سخت لہجے میں کہا۔

"کیوں... حماقت کی کیا بات ہے اس میں... کیا یہ بات غلط تھی؟ کیا اسے معلوم نہیں؟" میں نے کہا۔

"صحیح ہو یا غلط۔" وہ بگڑتے ہوئے بولا۔ "اس کا ذکر کرنے سے کچھ حاصل نہیں... اس کا باپ اگر زندہ تھا بھی تو اب نہیں ہوگا۔"

"اب نہیں ہوگا؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں خود اپنی بات پر یقین نہیں تھا مگر تم پورے وثوق سے اعلان کرتے رہے کہ جب تم روانہ ہوئے تو وہ زندہ نہیں تھا۔" میں نے اس کی بات کو پکڑ لیا "تم نے جو کہانی سنائی تھی وہ غلط تھی۔ اب اتنے دن یہ بات چھپاتے ہوئے تمہارا ضمیر ملامت نہیں کرتا۔ اگر تم ابتدا ہی میں شبہ کا اظہار کر دیتے تو شاید بچانے والے اسے بچا لیتے۔ آخر تم نے ایسا کیوں کیا۔ کیا تم میں اخلاقی جرأت نہیں تھی۔" میں نے ایک ہی سانس میں کہا۔

"مجھے نہیں معلوم.... اپنی بکواس بند کرو۔"

"بکواس۔" میں نے چیخ کر کہا۔ "تمہاری غلط بیانی نے مجھے ذلیل کیا۔ ایک آدمی کی جان لے لی۔ کیا یہ قتل نہیں ہے کہ تم نے عمداً...."

باقی بات سنے بغیر وہ اٹھا اور خیمے سے نکل گیا۔ میں بہت دیر تک غصے سے کانپتا رہا... گدھے کا بچہ... یہاں آ کر کہہ رہا ہے اگر وہ زندہ تھا بھی... بدبخت.... یہ احساس کہ وہ وقت جب بریف کو بچایا جا سکتا تھا محض اس لئے ضائع ہو گیا کہ سب کو لاروش کے بیان کی صداقت پر کامل اعتماد تھا... میری بے بسی بن گیا.... میرا دل چاہتا تھا کہ لاروش کو قتل کر دوں۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی خیال میرے دماغ میں جڑ پکڑنے لگا کہ جو اس کے دادا نے میرے دادا کے ساتھ کیا تھا وہی لاروش میرے ساتھ کرنا چاہتا تھا ورنہ میرا ساتھ دینے کی بجائے وہ سیلی کوٹ لے کر شیر والی جھیل پر پہنچ جاتا، تکلیف اٹھائے بغیر، اگر چاہتا تو اپنے ساتھیوں یا ان کی لاشوں کو لے آتا... شاید مجھے پامیلا سے بات کرنی چاہئے۔ لاروش کو بے نقاب کر دینا چاہئے۔ وہ اسی کا مستحق ہے۔

مگر صبح جب ہم سامان باندھ رہے تھے میں نے اپنا فیصلہ بدل دیا اور ریڈارک پر اپنے خدشات کا اظہار بہتر سمجھا۔ سفر اسی طرح جاری رہا۔ ان گنت جھیلیں دیکھنے میں آئیں جو میکنزی کے نقشے میں موجود نہیں تھیں۔ مگر بالآخر ایک اور جھیل نے تصدیق کر دی کہ ہم صحیح راستے پر گامزن ہیں۔ دن بھر مجھے ریڈارک سے بات کرنے کا موقع نہیں ملا۔ ہمارا رخ شمال مشرق کی سمت میں تھا اور لاروش نقشے کو دیکھتے ہوئے ہماری رہنمائی کر رہا تھا۔ عجیب بات یہ تھی کہ وہ اسی راستے سے گزرا تھا اور اب اسے ہر جگہ غیر مانوس نظر آتی تھی۔ اس دن کے سفر میں ہمیں اس جھیل تک پہنچ جانا چاہئے تھا جہاں گذشتہ دن ہم نے سیلی کوٹ کو ساحل کے سنگریزوں پر اتارا تھا لیکن وقت گزر گیا اور جھیل کے آثار دکھائی نہ دیئے تو میرے ساتھ پامیلا کو بھی تشویش ہونے لگی۔

"تمہیں یقین ہے کہ شیر جیسی شکل کی چٹان والی جھیل واقعی موجود ہے؟" پامیلا نے مجھ سے سوال کیا۔ "بالکل میکنزی نے بھی اپنے نقشے میں بنائی ہے۔" میں نے جواب دیا۔ اس وقت میں اور ریڈارک کندھوں پر کشتی اٹھائے آگے پیچھے چل رہے تھے۔

"پھر برٹ کیوں تسلیم نہیں کرتا۔ اس کے کہنے کے مطابق یہ جگہ اس کی جانی پہچانی نہیں۔ مطلب یہ کہ پہلے اس نے شمال کی سمت سفر کیا تھا اور ہم اب نسبتاً جنوب کی طرف جا رہے ہیں۔ اس کا خیال ہے ہمیں رخ بدلنا چاہئے۔ تم کیا کہتے ہو۔" پامیلا نے کہا۔ لاروش ہم سے بیس قدم آگے باقی سامان لئے چل رہا تھا۔

"میں فی الحال کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اپنے شبہات کا اظہار بھی نہیں کر سکتا۔" میں نے کہا۔ "مگر میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ ہمیں نقشے

کے مطابق سفر کرنا چاہیے تاکہ ہمیں لوٹتے ہوئے راستہ بھولنے کا ڈر نہ رہے۔ خواہ ہم کامیاب ہو کر لوٹیں یا ناکام ہو کر۔۔۔" غالباً وہ سمجھ گئی کہ میں کیا کہنا چاہتا ہوں۔ ہم آہستہ آہستہ گفتگو کر رہے تھے۔

"تم اس جھیل کو پہچانتے ہو۔" پامیلا نے آگے بڑھ کر لاروش سے کہا۔ اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "یہ وہ راستہ ہی نہیں جس پر چل کر ہم پہنچا تھا ہم مخالف سمت میں بڑھ رہے ہیں۔۔۔ ابھی تو وہ جھیل بھی نہیں آئی جہاں سے کل ہم لوٹ کر گئے تھے۔" لاروش نے کہا۔ "کل دھند تھی اور برفباری کی وجہ سے راستہ نظر نہیں آتا تھا۔ تم اسی لیے لوٹ آئے تھے۔۔۔ اب تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ ہم اس جھیل کے جنوب میں ہیں؟" پامیلا نے پوچھا۔

"اس لیے کہ یہ سارا علاقہ میرا دیکھا ہوا نہیں لگتا۔ ہمیں شمال مغرب کی طرف جانا چاہیے۔" لاروش نے کہا۔

کمپاس کی مدد سے ہم نے تین جھیلوں کو عبور کیا اور بالآخر ایک جھیل پر پہنچے جس کے کناروں پر سنگریزوں کا فرش بچھا ہوا تھا مجھے یقین تھا کہ یہ وہ جھیل نہیں ہے جہاں ہم نے پہلی کو پیٹر کو اتارا تھا لیکن لاروش کا خیال اس کے برعکس تھا۔ دونوں کے کنارے بے شک ایک جیسے تھے لیکن کسی صورت میں مماثلت نہیں تھی تاہم کوئی بات وثوق سے نہیں کہی جا سکتی تھی کیونکہ جھیل پر ہم نے تھوڑی دیر کے لیے قیام کیا تھا اور دھند کی وجہ سے پوری تفصیلات کے ساتھ ذہن نشین نہیں کر پائے تھے۔ مجھے شبہ تھا تو صرف اس وجہ سے کہ اس جھیل کے کنارے درختوں کا ایک جھنڈ تھا اور لاروش کا خیال تھا کہ پیڑ ہمیں دھند کی وجہ سے دکھائی نہیں دیئے ہوں گے ادھر ہم تقریباً آدھی مسافت طے کر چکے تھے۔ یہ جھیل میکنزی کے نقشے میں ضرور تھی۔ لیکن وہ نقشہ محض اندازے سے بنایا گیا تھا اور اس قسم کی نہ جانے کتنی جھیلیں اس سارے علاقے میں پھیلی ہوئی تھیں لاروش نقشہ پھیلائے زمین پر بیٹھا تھا۔ جب پامیلا نے لیٹے لیٹے ہاتھ بڑھایا۔ "دینا ذرا مجھے نقشہ۔۔۔ میں بھی ایک نظر دیکھ لوں۔" لاروش کھڑا ہو گیا اور اس نے نقشہ سمیٹ کر جیب میں رکھ لیا۔

"تم کون سا تیر مار لو گی نقشہ دیکھ کر۔" اس نے بے رخی سے کہا۔

"تمہیں اس سے کیا۔۔۔ تم نے کون سا تیر مار لیا ہے۔" وہ بولی۔

"پھر دیکھ لینا۔۔۔ جلدی کیا ہے۔" لاروش نے نقشہ باہر کی جیب سے اندر کی جیب میں منتقل کر لیا۔

"تم کو ابھی دکھانے میں کیا اعتراض ہے۔" لاروش کے انکار نے اسے میری طرح سخت شبے میں مبتلا کر دیا تھا۔ سفر کے آغاز سے نقشہ اسی کے پاس تھا۔

"برٹ۔۔۔ میں نقشہ مانگ رہی ہوں۔" پامیلا نے کہا۔

"فرض کرو میں دینے سے انکار کر دوں۔" وہ چھیڑنے کے انداز میں بولا۔

"کیوں فرض کروں میں ایسی بات۔ نقشہ میرا ہے۔" وہ تڑخ کر بولی۔ "دیتے ہو یا نہیں۔" اگر ریڈاک مداخلت نہ کرتا تو شاید پامیلا اس پر جھپٹ پڑتی۔ اس کے تیور بتا رہے تھے۔

"کیوں لڑتے ہو ایک فضول سی بات کے پیچھے۔ اگر نقشہ ہی غلط ہوا پھر۔۔۔؟" ریڈاک نے کہا۔ پامیلا خاموش ہو گئی۔ ہم نے خاموشی سے جھیل کو عبور کیا۔ دوسرے کنارے تک سفر ختم ہوتے ہی چلانے کی آواز سنائی دی۔ پھر اچانک چار مرغابیوں نے ایک ساتھ پرواز کی۔ ریڈاک نے فوراً رائفل اٹھائی اور ایک کا نشانہ لے کر فائر کر دیا۔ اس رات ہم نے آگ پر بھنی ہوئی مرغابی کا لذیذ گوشت کھایا جو ایک ایسی نعمت تھا جس کا ہم اس ویرانے میں تصور نہیں کر سکتے تھے۔ خشک بسکٹ، گوشت کے سوکھے ٹکڑے اور چاکلیٹ کھاتے کھاتے ہم سب بیزار ہو چکے تھے۔

کھانے کے دوران میں نے پامیلا کو وہی خنجر بڑی مہارت سے مرغابی کے ٹکڑے کرنے میں استعمال کرتے دیکھا جس کا دستہ زرد تھا مگر میں نے اہمیت نہیں دی۔ لیکن مجھے لاروش اور پامیلا کے درمیان کشیدگی کا واضح احساس ہوا۔ ان دونوں کے درمیان بات چیت تک بند تھی۔ کھانے کے بعد ریڈاک باہر جانے لگا تو میں اس کے ساتھ ہو لیا جو بات کہنی تھی مجھے دن میں کوئی موقع نہیں ملا تھا اسے مزید التوا میں نہیں ڈالا جا سکتا تھا۔

"فرگوسن۔۔۔" ریڈاک نے میری بات سن کر کہا۔ "میں نے کہا تھا کہ تم اس نسلی دشمنی کے خیال کو دل میں جگہ نہ دینا۔ ماضی کا حال سے کوئی رشتہ مت جوڑنا۔۔۔ مگر تم لاروش سے دشمنی میں الزام تراشی پر اتر آئے ہو۔"

"بریف میرا نہیں تھا اور لاروش ہمیں گمراہ کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ یہ حقیقت اٹل ہے۔" میں نے کہا۔ "اب ہمیں اپنی خیر منانی چاہیے۔ وہ چاہتا ہے ہم شمال کی طرف چلیں مگر نقشہ نہیں دکھاتا۔ تم اس کا کیا مطلب نکالو گے۔ پھر یہ کہنا میں نے خبردار نہیں کیا تھا۔ ہمیں اس کے طرزِ عمل کو مدِنظر رکھنا چاہیے۔ میں یہ بات پامیلا سے بھی کہہ سکتا تھا مگر میں نے مناسب نہیں سمجھا کہ اسے مزید پریشان کروں۔ لیکن یہ مت سمجھنا کہ وہ کچھ نہیں سمجھتی۔"

یہ بات مکمل کر کے جواب سنے بغیر واپس اندر چلا گیا۔ جلتی ہوئی آگ میں کچھ اور لکڑیاں ڈالیں اور کنکروں کے فرش پر لیٹ گیا یہ نیند ہے جو سولی پر بھی آدمی کی مجبوری بن جاتی ہے۔ میں نے تصور میں دیکھا کہ یہ دنیا کتنی بڑی ہے مگر اس کائنات میں کتنی چھوٹی لگتی ہے۔ لاکھوں ستاروں میں ایک ننھا سا روشن ستارہ۔ اور مجھے یوں لگا جیسے ہم نے آدم اور حوا کی طرح ابھی ابھی اس دنیا میں قدم رکھا ہے اور ہمارے سوا کہیں کوئی نہیں ہے۔ ہم ہیں اور یہ

دشتِ خیال جس کی تنہائی ابد تک محیط ہے۔ میں ٹانگ پر ٹانگ اور دونوں ہاتھ سر کے نیچے رکھے آسمان میں جھانکتا رہا۔

"تم سوئے نہیں ابھی تک؟" پامیلا نے میرے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔ "نہیں... مجھ پر فلسفیانہ موڈ طاری ہے۔" میں نے اٹھ کر بیٹھے بغیر کہا۔ وہ ہنس پڑی۔ "میرا باپ بھی ایسی ہی فلسفیانہ باتیں کرتا تھا۔ کہتا تھا بائبل میں خدا نے اسی زمین کا تذکرہ کیا ہے۔ وہ زمین جو پاکیزگی اور طہارت اور ازلی و ابدی تقدس کا مظہر رہے گی۔"

وہ اچانک باپ کے ذکر پر اداس ہو گئی۔

"میں نے تمہارے باپ کو دیکھا تو نہیں مگر تم اس کے بارے میں مجھے کچھ بتاؤ۔" میں نے کہا۔

"وہ تمہیں زندہ ملا تو تم سے مل کر خوش ہوگا۔ وہ پرعزم باحوصلہ زندگی بسر کرنے کا قائل تھا۔ مزاج کا ذرا سخت تھا۔ مگر اسی نے مجھے حالات کا مقابلہ کرنا سکھایا۔" الاؤ کی آگ میں مزید خشک ٹہنیاں ڈالیں اور شعلوں کا رنگ اس کے رخساروں پر رقص کرنے لگا۔ تاریک آسمان کے پس منظر میں اس کا چہرہ اندھیرے اجالے کی پرچھائیوں میں کبھی روشن نظر آتا تھا کبھی نیم روشن۔

"سنا ہے تیسری والی جھیل پر سونا ملتا ہے... اسے بھی راتوں رات دولت مند بننے کا خبط تھا۔ یہ ایک انتقامی جذبہ تھا کیونکہ جب میں چھوٹی سی تھی تو میری ماں محض اس وجہ سے خون تھوکتی مر گئی تھی کہ ہمارے پاس اس کا معقول علاج کرانے اور اسے سینی ٹوریم میں داخل کرانے کے پیسے نہیں تھے۔ پھر اس پر جنون سوار ہو گیا اور وہ نہ جانے کہاں کہاں کی خاک چھانتا پھرا جہاں جہاں سونا ملنے کی کوئی امید تھی۔ سندباد کی طرح اس نے جتنے سفر کیے ان کی داستانیں ہم نے نہیں سنا ہے ملیاجان کی بھینٹ مانگتی ہے۔ خون کا نذرانہ لیے بغیر ہاتھ نہیں آتی۔"

اسی وقت میں نے دیکھا کہ آنسو اس کے رخساروں پر شعلوں کے رقص سے پڑنے والی روشنی میں چمکتے گر رہے ہیں۔ پھر وہ اچانک اٹھی اور منہ کو دونوں ہاتھوں میں چھپا کر سسکیاں لیتی ہوئی خیمے میں گھس گئی۔ پھر نہ جانے کب مجھے نیند نے اپنی آغوش میں لے لیا۔

اس سے اگلے دن کا سفر سخت ترین حالات میں طے ہوا۔ بارش نے اچانک ہمیں آلیا اور ہمارے کپڑوں سے گزر کر پانی ہمارے جسموں پر بہنے لگا۔ پھر ایک جھیل آگئی جسے ہم نے اسی موسلا دھار بارش میں عبور کیا۔ پامیلا کشتی میں جمع ہونے والے پانی کو خالی ڈبے سے باہر پھینکتی گئی اور ہم باری باری چپو چلاتے رہے۔ دوسرے کنارے پر پہنچنے تک ہم سب تھکن سے نیم جان تھے۔ راستہ ڈھلوان اور چکنا ہو جانے کے باعث چلنا مشکل ہو رہا تھا۔ پھر کائی شروع ہو گئی جس کا سلسلہ دور تک پھیلا ہوا نظر آتا تھا اور کندھوں پر کشتی اٹھائے کندھوں پر بیگ لٹکائے اپنا توازن قائم رکھنا زیادہ دشوار ہو گیا۔ کئی بار ہم گرے اور اٹھے۔

"برٹ آخر یہ کائی کب ختم ہوگی؟" پامیلا نے پوچھا

"میں؟" اس نے پریشانی سے کہا۔ "مجھے کیا معلوم۔"

"کیوں؟ تم اس راستے سے گزرے ہو۔" پامیلا نے کہا...

"چٹان اب کتنی دور رہ گئی ہوگی؟"

"میرا خیال ہے تھوڑی دور چل کر صاف زمین آجائے گی۔ چٹان بھی زیادہ دور نہیں ہے۔"

"پھر بھی کتنی دور ہے دو میل پانچ میل دس میل۔" پامیلا نے بگڑتے ہوئے کہا۔ "اندازہ تو ہوگا تمہیں۔"

"مجھے کوئی اندازہ نہیں۔ تم نے اس وقت میری حالت دیکھی ہوتی۔ تو کبھی یہ سوال نہ کرتیں۔ میں میل شمار کرنے کے قابل نہیں تھا۔" لاروش نے چلاتے ہوئے کہا۔

"اتنا تو تمہیں یاد ہوگا کہ چٹان سے چلنے کے کتنی دیر بعد یہ کائی شروع ہوئی تھی۔" رچرڈ نے مداخلت کی... "یا یہ کائی اس چٹان تک ہے۔"

"نہیں... میرا خیال ہے پانچ میل بعد شروع ہوئی تھی۔" لاروش نے غیر یقینی لہجے میں کہا۔

"اس کا مطلب ہے یہ کائی پندرہ میل تک پھیلی ہوئی ہے۔"

"یہ... یہ تو میں نہیں کہہ سکتا... میرا خیال ہے کہ پندرہ میل تو نہیں تھے۔"

"خیال خیال۔" پامیلا نے کہا۔ "ہر بات خیال پر مبنی ہے... یقین کسی بات کا نہیں..."

"میں نے تو بتا دیا تھا کہ مجھے یہ راستہ ہی نامانوس لگتا ہے۔" لاروش نے پلٹ کر تلخ لہجے میں جواب دیا۔ "بس اب ہم صرف نقشے کے راستے پر چلیں گے۔ ہم تمہاری یادداشت پر بھروسہ نہیں کر سکتے... تمہیں کچھ یاد نہیں۔" پامیلا نے کہا۔ اس وقت وہ دونوں آمنے سامنے کھڑے تھے۔ مگر ان کے درمیان نفرت کی دیوار مکمل طور پر حائل تھی۔ یہ دیوار بہت آہستہ آہستہ غیر محسوس طریقے پر بلند ہوتے ہوئے انتہا کو پہنچ گئی تھی۔ "کیا اس کا ذمہ دار میں ہوں۔" میں نے سوچا۔

بارش کے ساتھ رات بھر تیز ہوائیں خیمے سے ٹکراتی رہیں کائی کے سمندر میں ہمارا خیمہ ایک چھوٹے سے صاف جزیرے پر نصب تھا اور اردگرد درختوں کا ایک جھنڈ ہمارا محافظ بنا کھڑا تھا۔ دو بار مجھے باہر جا کر خیمے کے کھونٹوں پر بھاری پتھر رکھنے پڑے۔ صبح کے اجالے میں ہم نے دیکھا کہ ہمارا خیمہ ایک ایسے قطعۂ زمین پر ہے جو سنگریزوں سے بنے ہوئے راستے کی طرح ایک جھیل کے کنارے تک چلا گیا ہے۔ اتنی بڑی جھیل سے اب تک ہمارا گزر نہیں ہوا تھا۔ ہوا کی شدت میں کمی آنے تک ہم اپنی چھوٹی سی نیا کو طوفانی لہروں کے حوالے نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ ہم کبھی زمین کو اور کبھی آسمان کو دیکھتے رہے۔

اس انتظار کے دوران وہ واقعہ پیش آیا جو غیر متوقع تو نہیں تھا، مگر فوری طور پر ہمیں اس کا کوئی خدشہ نہ تھا۔ نقشہ گم ہو گیا۔

بارش ختم ہونے کے بعد لارڈش کے بیان کے مطابق اس نے گیلے نقشے کو خشک کرنے کے لئے پھیلا کر پتھر سے دبا دیا تھا۔ لیکن اب نہ پتھر تھا نہ نقشہ اور یہی کہا جا سکتا تھا کہ تیز ہوا اسے اڑا کر لے گئی۔ مجھے یقین تھا کہ اب پامیلا اور لارڈش کی زبردست جنگ ہو گی مگر پامیلا نے صرف اتنا کہا۔ "مجھے معلوم تھا" اور خیمے کے اندر سے کاغذ پنسل نکال کر یادداشت کی مدد سے وہ پھر نقشہ بنانے لگی۔ میں نے تھوڑی بہت مدد کی اور رڈیارک کے ذہن میں جو کچھ تھا اس نے بھی بتایا لیکن حاصل ہونے والے نتیجے سے کوئی مطمئن نہیں تھا اس پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔

رات ہوتے ہی ہوا رک گئی۔ ہم نے جلدی جلدی سامان سمیٹا اور کشتی میں بیٹھ گئے۔ اندھیرے میں سمت دیکھنے کے لئے ہمارے پاس صرف قطب نما تھا۔ دوسرے کنارے تک پہنچنے کے لئے ہمیں جتنی محنت کرنی پڑی اتنی اس پورے سفر میں کہیں نہیں کرنی پڑی تھی۔ جھیل پورا سمندر تھی اور چپو چلاتے چلاتے ہمارے بازو شل ہو گئے۔ بہت دیر تک ہم بے دم پڑے رہے۔ ہم میں سے کسی میں اتنی ہمت نہ تھی کہ اٹھ کر آگ جلائے۔

اس رات لارڈش اور پامیلا کے درمیان بڑھتی ہوئی کشیدگی اور سرد اعصابی جنگ نقطۂ انتہا کو پہنچ گئی۔ بات نقشے ہی کی تھی۔ میکنزی نے اپنے نقشے میں چھوٹی چھوٹی جھیلوں کی بھی نشاندہی کی تھی مگر اس سب سے بڑی جھیل کو بھول گیا۔ سوال یہ تھا کہ کیوں؟ عمداً یا غیر ارادی طور پر اس نے ہمیں غلط راہ پر ڈالا تھا....؟....

ہاں... بات "یا" سے بڑھی تھی.... یا نقشہ درست تھا مگر ہم میں سے کسی نے نہیں دیکھا تھا اور جس کے پاس تھا اس نے نقشہ گم کر دیا تھا۔ ہماری منزل مقصود سے پہلے جو بڑی جھیل تھی اس کا نام میکنزی نے جلے ہوئے درختوں والی جھیل رکھا تھا مگر اس جھیل کے کنارے کوئی جلا ہوا درخت نہ تھا۔

"کہہ دو نہیں یہ بھی یاد نہیں ...." پامیلا نے کہا "وہ سمندر جیسی جھیل بھی یاد نہیں۔"

"کون کہتا ہے یاد نہیں۔ میرے راستے میں اتنی بڑی جھیل آتی اور مجھے یاد نہ رہتا۔" اس نے پلٹ کر سخت لہجے میں جواب دیا۔ "اتنی بڑی جھیل بغیر کشتی کے عبور کر سکتا تھا میں اور وہ بھی زخمی حالت میں۔ یہ وہ راستہ ہی نہیں ہے۔"

"تم بکتے ہو... تمہارے پاس یہی ایک بہانہ ہے۔" پامیلا نے چیخ کر کہا۔ "ہمارا راستہ اگر بدلا بھی ہے تو کافی آگے آ کر، مگر تمہیں ابتدا ہی سے ہر چیز غیر مانوس نظر آتی رہی ہے۔ تمہیں کچھ بھی یاد نہیں تھا۔"

"تم میری جگہ ہوتیں تو پوچھتا... جس جہاز کو حادثہ پیش آیا تھا اس کا پائلٹ میں تھا۔ پھر پانچ دن تک میں زخمی رہا تھا اور پانچ دن سفر کرتا رہا تھا۔" وہ پوری قوت سے گلا پھاڑ رہا تھا۔ "میرا زندہ بچ جانا معجزہ تھا... تم یادداشت کی بات کرتی ہو .... میں ملدھا ہو سکتا تھا... معذور ہو سکتا تھا۔ ممکن تھا میری یادداشت ہمیشہ کیلئے ختم ہو جاتی.... میں تمہیں بھی نہ پہچانتا۔"

"جو نہیں ہوا اس کی بات مت کرو.... وہ نقشہ تم نے دانستہ گم کر دیا ہے۔"

"اچھا اگر ایسا ہے تو پھر...." وہ دھاڑ کر بولا۔ "قتل کر دو مجھے جدھر تمہارا جی چاہے جاؤ.... مگر میں پھر کہتا ہوں کہ صحیح راستہ شمال کی طرف تھا۔"

"تم بکواس کرتے ہو.... تم شروع ہی سے یہ چاہتے تھے کہ ہم نقشے کے مطابق نہ چلیں۔ تم نے اسی لئے نہ مجھے نقشہ واپس کیا نہ کسی اور کو دیکھنے دیا... کیوں؟ تم آخر کیوں نہیں چاہتے تھے کہ ہم شیر والی جھیل تک جا پہنچیں... تمہیں کس بات کا ڈر تھا...؟"

پامیلا نے پھولی ہوئی سانسوں کے ساتھ کہا۔ لارڈش کا سارا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ اس کا چہرہ پل بھر میں ایک شکست خوردہ بے بس آدمی کا چہرہ بن گیا۔ اس نے زبان سے صرف اتنا کہا۔ "جو تم چاہو سمجھو پامیلا۔" اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا ہم سے دور جا کر بیٹھ گیا۔

"ڈرگوسن... تم ہی بتاؤ.... وہ شیر والی جھیل سے کیوں خائف ہے۔ کیا ہوا تھا وہاں؟.... میں کیا کروں۔" وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی "کس پر یقین کروں۔ میرا دل اس کے حق میں ہے اور دماغ اس کے خلاف گواہی دیتا ہے۔ میں اپنی محبت کا کیا کروں؟" میرے پاس بتانے کو بہت کچھ تھا۔ مگر بتانے سے کیا ہوتا ہے... شیشوں کا مسیحا کوئی .. جو ٹوٹ گیا سو ٹوٹ گیا۔

رات کو میں بے خوابی کا شکار ہوا۔ میرے دکھتے جسم اور تھکے ہوئے اعصاب کو نیند کی ضرورت تھی مگر آنکھیں جاگ رہی تھیں۔ آدھی رات کا چاند نکل آیا اور اس کی دھندلی چاندنی کا اجالا برف کی چادر سے منعکس ہو کر خیمے کے اندر پھیل گیا۔ اسی وقت لارڈش نے کروٹ لی اور اٹھ بیٹھا۔ ادھر ادھر دیکھا اور دبے پاؤں باہر نکل گیا۔ میرا خیال تھا کہ وہ بھی میری طرح بے خوابی میں مبتلا ہے مگر میں ابھی یہ طے نہ کر پایا تھا کہ باہر جا کر اس سے گفتگو کروں کہ وہ لوٹ آیا اور سو گیا۔ آخر شب میں مجھے بھی نیند نے آ لیا۔ صبح سویرے آنکھ دیر سے کھلی اور میں نے سب سے پہلے موسم کی تبدیلی کو محسوس کیا۔ اوپر نیلا آسمان تھا اور چمکتے سورج کی ٹھنڈی دھوپ کا اجالا۔ ہوا کا نشان تک نہ تھا اور جب ہم آگے روانہ ہوئے تو ہمارے قدموں کے نیچے پھسلن بھی ختم ہو گئی۔ حالات کی موافقت کے باعث سفر

کی رفتار تیز رہی اور ہم نے تقریباً دس میل کا فاصلہ طے کرلیا پھر دور افق کی لکیر کے ساتھ پہاڑوں کی سرمئی لکیر نمودار ہوئی جن کا سلسلہ کافی دور تک پھیلا ہوا تھا۔ "یہ پہاڑ یاد ہیں تمہیں؟" پامیلا نے پوچھا۔

"ہاں... ان ہی سے گزر کر میں اس علاقے میں پہنچا تھا۔ اور کچھ دور تک مجھے چلنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی تھی!" لاروشں نے جواب دیا

"کس جگہ سے گزر کر آئے تھے تم؟"

"مجھے یاد نہیں۔" لاروشں نے جواب دیا۔ "مگر تھے یہی پہاڑ...."

"کمال ہے.... ارے بھئی کوئی بات تو ہوگی۔ تمہیں یہ احساس تو ہوگا کہ اپنے ساتھیوں کی لاشیں اٹھانے کے لئے واپس جانا ہوگا یا یہ بھی نہیں تھا۔" پامیلا نے کہا۔ "جو آدمی ایک منزل متعین کرسکتا ہے وہ شناختی علامت بھی یاد رکھ سکتا ہے تمہیں اتنا ہوش تھا کہ ریلوے لائن مغرب میں ہے اور تم دو سو تہتر میل تک پہنچ گئے تھے۔"

لاروشں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ دو گھنٹے بعد ہم پہاڑیوں کے قریب پہنچ گئے۔ راستہ گھنے درختوں اور اونچی نیچی چٹانوں کے بیچ سے گزرا اور ہماری پیش قدمی کی رفتار سست پڑ گئی۔ ہموار میدان کی نسبت اس علاقے میں جسمانی قوت بھی زیادہ صرف ہوئی چنانچہ ہم نے ایک جھیل کے کنارے پڑاؤ ڈال دیا جو اچانک نمودار ہوگئی تھی۔ اس رات بھی ریلارک اور پامیلا کی خیموں میں کوئی محفل نہ لگی اور ہم سب کو احساس ہوا کہ موجودہ سامان رسد کی مدد سے ہم صرف دو ہفتے تک آگے جاسکتے ہیں۔ اس مدت میں شیشے والی جھیل نہ ملی تو ہم سب ناکام لوٹنے پر مجبور ہوں گے۔

رات کو ناکام لوٹ جانے کے خیال نے مجھے سونے نہ دیا۔ کون جانے میں کہاں ہوں۔ یہ ابر قدم مجھے کہاں لے جا رہا ہے منزل سے قریب یا منزل سے دور۔ دشت کتنے ابھی راہِ منزل میں ہیں؟ تم کتنے ابھی بخت بسمل میں ہیں؟ پندارِ جنون.... حوصلۂ راہ عدم ہے کہ نہیں ہے؟ میں آنکھیں کھولے مجرم بنا لیٹا تھا کیونکہ میرے پاس کسی سوال کا جواب نہیں تھا۔ اچانک میں نے لاروشں کو اٹھتے دیکھا۔ گذشتہ شب کی طرح وہ دبے پاؤں باہر نکلا اور میں سوچے سمجھے بغیر اس کے پیچھے چل پڑا۔ پہلے میرا ارادہ تھا کہ اسے روکوں۔ مگر میں نے چاندنی میں اسے جھیل کے کنارے جاتے دیکھا تو میں نے تعاقب کا ارادہ کرلیا۔ اس کا رخ جنوب کی طرف تھا۔ شمال کی طرف نہیں اور اس نے کلہاڑی کو اپنے بیلٹ میں پھنسا رکھا تھا۔ میں درختوں کی اوٹ میں رہا اور وہ آہستہ آہستہ قدم بڑھاتا شمال کی طرف چلتا گیا۔ اس کی چوٹی پر کھڑا ہوا اس کا وجود پہاڑی کا ایک حصہ معلوم ہوتا تھا۔ پھر وہ دوسری طرف اترنے لگا اور میری نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ میں بھاگا اور اسے آواز دی۔ پہاڑی کے اوپر پہنچ کر میں نے اسے دیوانہ وار آگے جاتے دیکھا۔ مشرقی افق پر روشنی کی لکیر ابھرنے لگی تھی۔ صبح ہونے والی تھی۔ کئی جگہ وہ درختوں کے گھنے جھنڈ میں اوجھل ہوا، مگر میں اس کے پیچھے سائے کی طرح لگا رہا۔ یہ سوچے بغیر کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ نہ قطب نما نہ کھانے کا سامان نہ میرے جسم پر سخت سردی کا مقابلہ کرنے کے لئے مناسب کپڑے ہیں اور اگر میں راستہ بھول گیا تو کیا ہوگا۔ جب میں راستہ بھول گیا تو مجھے دن کے طلوع ہونے کا اور ہلکی ہلکی برفباری کا احساس ہوا۔ لاروشں غائب ہوچکا تھا اور میں اکیلا رہ گیا تھا۔ میں نے گھبراہٹ میں اسے چلا چلا کر پکارا مگر جواب میں مجھے اپنی ہی آواز کی بازگشت کے سوا کوئی آواز سنائی نہ دی۔ میں بلا ارادہ ایک طرف دوڑنے لگا سو گز دوڑنے کے بعد وہ اسی طرح اچانک نظر آگیا جیسے غائب ہوا تھا۔ وہ ایک چھوٹی سی جھیل کے کنارے کھڑا تھا۔

"لاروشں" میں نے پھر پکارا اور اس نے چونک کر گردن گھمائی۔ میرا خیال تھا کہ وہ بھاگ اٹھے گا اور پھر جنگل میں کہیں گم ہوجائے گا مگر وہ اسی طرح کھڑا رہا۔ اس کے بہت قریب پہنچ کر مجھے احساس ہوا کہ اس نے کلہاڑی کو دونوں ہاتھوں میں تھام رکھا ہے اور اس کا پھل صبح کے دھندلے اجالے میں چمک رہا ہے میرے قدم رک گئے اور میں نے اپنے خالی ہاتھوں کو دیکھا۔

"باقی لوگ کہاں ہیں؟" لاروشں نے کلہاڑی ہاتھ میں تھامے ہوئے پوچھا۔

میں کہنا چاہتا تھا کہ میرے ساتھ کوئی نہیں مگر زبان نے میرا ساتھ نہیں دیا اور میں نے صرف انکار میں سر ہلایا۔ میں منتظر تھا کہ کب وہ مجھ پر حملہ کرے اور میں کلہاڑی کے تیز دھار والے بلیڈ سے اپنے جسم کو بچانے کے لئے پھرتی اور مستعدی کا مظاہرہ کروں لیکن خلاف توقع اسی طرح کھڑا رہا شاید اسی قسم کا ایک طوفان اس کے ذہن میں برپا تھا اور تذبذب کا شکار تھا کہ اس موقع سے فائدہ اٹھائے یا نہیں۔ بالآخر اس کے چہرے کے سخت نقوش میں تھوڑی سی نرمی آئی۔ وہ لمحہ جب وہ مجھے قتل کرسکتا تھا بیت گیا۔ "میرا خیال تھا مجھے کسی نے نکلتے ہوئے نہیں دیکھا۔" وہ مسکرایا۔ "میں ایک رقعہ چھوڑ آیا تھا۔" میرا حوصلہ عود کر آیا۔ "تم کہاں جارہے ہو؟" میں نے پوچھا۔ اس کے کندھے پر ایک بیگ بھی تھا۔

"یہ تمہارے پوچھنے کی بات نہیں.... تم واپس جاؤ۔ کہیں دوسرے بھی تمہیں ڈھونڈتے ہوئے نہ آجائیں۔ میں نہیں چاہتا کہ پامیلا کو کوئی بات معلوم ہو۔ میں دو دن بعد لوٹ آؤں گا۔" اس نے

کہا۔ مگر میں واپس جانے کے لئے نہیں آیا تھا اور شاید جا بھی نہیں سکتا تھا۔ میں نے دو ٹوک بات کرنے کا فیصلہ کیا۔

"برٹ..... اس وقت ہم دونوں کے سوا سننے والا کوئی نہیں کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ تم ریف کو زندہ چھوڑ کر بھاگ آئے تھے کوئی ایسی بات تھی جس نے تمہیں خوف زدہ کردیا تھا۔" میں نے کہا۔

"ہاں..... بات کچھ ایسی ہی تھی لیکن میں بتا نہیں سکتا تھا۔ اگر میں تم سے کہتا کہ اس جھیل پر خونی تاریخ نے اپنے آپ کو دوہرایا ہے تو تم بھی نہ مانتے۔ مگر تمہیں اپنے سامنے دیکھ کر کون تردید کر سکتا ہے۔ میں واقعی خوف زدہ تھا۔ بیرڈ مر چکا تھا اور ... تم مانو یا نہ مانو.... مگر اس جھیل پر..... میکنزی ٹھیک کہتا تھا... وہاں کوئی بات ہے... وہ جھیل آسیب زدہ ہے۔" اس نے یوں کہا جیسے کوئی جھوٹ بولتا ہے۔ سمجھتا ہے کہ اس کی بات پر یقین کرنے والا کوئی نہیں۔ مگر میں نے اس کی بات کو مان لیا۔ "اس جھیل پر میرے دادا نے تمہارے دادا کو مار دیا تھا۔" لاروش نے خلا میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "اب ہم دونوں وہیں جا رہے ہیں... کیوں؟... یہ اتفاق ہے.... کیا کہو گے تم اسے؟ تم تو یہ بھی نہیں جانتے کہ اصل واقعات کیا ہیں۔ پھر بھی کسی نے تمہیں اس راستے پر ڈال دیا۔ وہ کون ہے؟" مگر میرے پاس بھی ان سوالات کا کوئی جواب نہ تھا۔ اگر ان واقعات کے پس منظر میں کوئی مافوق الفطرت قوت کارفرما تھی تو ہمارے لئے اسے تقدیر کے لکھے کا نام دینے کے سوا چارہ نہ تھا۔

"تم وہاں جا کے کیا کرو گے۔ وہاں ایک ڈھانچہ پڑا ہے جس کے سر میں گولی کا سوراخ اب بھی موجود ہے اور ماتھے کی شکستہ ہڈی بتاتی ہے کہ گولی سر کو پھاڑتی ہوئی نکل گئی تھی۔ ہم دونوں کے لئے یہ کوئی دیکھنے کی چیز نہیں۔ کیونکہ گولی میرے دادا نے چلائی تھی اور ڈھانچہ تمہارے دادا کا ہے۔"

"تم اب وہیں جا رہے ہو... شیر والی جھیل پر؟... اور تم شمال کی بجائے جنوب کو رواں ہو۔" میں نے کہا۔ "غالباً یہ دیکھنے کے لئے کہ ریف زندہ ہے یا مر گیا۔" میں نے طنز سے کہا۔

"شمال جنوب کو بھول جاؤ.... اور جو میں دیکھنے جا رہا ہوں وہ تم بھی دیکھ سکتے ہو۔ اگر تمہاری یہی مرضی ہے تو چلو۔" اس نے کہا میں حیران پریشان کھڑا سوچتا رہا۔ فیصلے کا لمحہ اچانک آ گیا تھا۔ جس میں مجھے یہ طے کرنا تھا کہ لاروش نے جو کچھ پہلے کہا تھا وہ غلط تھا یا جواب کہہ رہا ہے وہ غلط ہے۔

"تم نے یہ بھی کہا تھا کہ تمہارے دونوں ساتھی ہوائی جہاز کے حادثے میں زخمی ہوئے تھے۔ کیا یہ بھی غلط ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں... جہاز کے حادثے میں کوئی زخمی نہیں ہوا تھا مگر میں اس کے علاوہ بھلا اور کیا کہتا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے فیصلہ کرتے ہوئے کہا۔ "میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں.... تمہیں راستہ معلوم ہے؟"

"اچھی طرح... مگر یہاں سے نہیں... ہمیں تھوڑا سا فاصلہ طے کر کے واپس جانا ہوگا۔"

"ایک بات اور بتا دو۔ اگر تمہیں راستہ معلوم تھا تو تم نے بتایا کیوں نہیں۔ تلاش کے وقت رہنمائی کیوں نہیں کی۔ جانتے بوجھتے تم نے ایک آدمی کی زندگی بچانے میں مدد نہیں کی۔"

"میں نہیں چاہتا تھا کہ کسی کو یہ بات معلوم ہو.... خاص طور پر پامیلا کو۔"

"محض اسی بات کے لئے تم نے ایک آدمی کو مرنے دیا۔ کیا زندگی بھر تمہیں پامیلا کے سامنے ندامت اور احساس جرم نہیں رہے گا اگر اسے نہ معلوم ہوا تب بھی تمہارا ضمیر...."

"جو ہونا تھا ہو چکا.... یہ بتاؤ چلنا ہے یا نہیں...؟" وہ پلٹ کر روانہ ہو گیا۔ میرے سامنے صرف ایک ہی راستہ تھا۔ میں اس کے پیچھے چل پڑا۔ ایک پورا دن ہمیں واپس اس جگہ تک پہنچنے میں لگ گیا۔ جہاں سے شیر کی جھیل کو جانے والے راستے کی مخصوص علامات کو لاروش نے ذہن نشین کیا تھا۔ برفباری جاری رہی اور ہمارے قدم بڑھتے گئے۔ رفاقت کے باوجود ہمارے درمیان ایک انجانا سا خوف کا احساس موجود تھا۔ ہم دونوں ایک دوسرے کی طرف سے محتاط تھے۔ ہمیں ایک دوسرے سے جان کا خطرہ تھا۔ رات ہم نے دو چٹانوں کے درمیان لکڑیاں جلا کر بسر کی اور میں نے لاروش کے کھانے میں تھوڑا سا لیا۔ صبح ہونے تک میں کئی بار سویا اور چونک چونک کر اٹھا۔ بارہا مجھے یوں محسوس ہوا جیسے لاروش میرے سر پر کھڑا ہے اور کلہاڑی اس کے دونوں ہاتھوں میں بلند ہے۔ شاید یہی کیفیت لاروش کی بھی ہوگی۔ لیکن جب میں آنکھ کھول کر دیکھتا تھا تو مجھے وہ آنکھیں بند کئے ہوئے سوتا ہوا نظر آتا تھا۔ پتا نہیں کتنی بار اس نے مجھے یوں ہی سوتے دیکھا ہوگا۔

دوسرا دن طلوع ہوا اور ہم نے رخ منزل مقصود کی طرف کر لیا۔ وہ پورا سفر ایک بھیانک خواب کی طرح تھا، جس میں موت کا خوف ہر قدم پر ہم رکاب تھا۔ برف نے تمام سراغ مٹا دیئے تھے مگر لاروش کی عقابی نگاہیں سب کچھ دیکھ رہی تھیں۔ وہ پورے اعتماد سے آگے بڑھ رہا تھا۔ پھر دوسری رات آئی اور یہ رات بھی گزشتہ شب کی طرح بے یقینی کی رات تھی جس میں نہ زندگی کا یقین تھا نہ موت کا۔ نہ صبح کے اجالے کا اور نہ منزل کا۔ سرد ہوائیں اس چٹان سے سر ٹکراتی رہیں جس کی اوٹ میں ہم دونوں لکڑیاں جلائے پتھر کی دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ ہمارے اردگرد کی برف پگھل گئی تھی اور پانی بہہ کر ہماری طرف آ رہا تھا۔ ہماری کمر میں چٹان کا کھردرا حصہ کانٹوں کی طرح چبھ رہا تھا اور دن بھر چلتے رہنے اور بہت کم

کھانے کی دجہ سے جسم پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ آنکھیں نیند کو ترس رہی تھیں، جل رہی تھیں۔ بند ہونے کو بے قرار تھیں مگر نیند موت تھی۔ یہ ڈر کہ اس نیند کے بعد آنکھ صورِ اسرافیل سے کھلے گی غالب تھا۔ دور کتنی ہے خورشید محشر کی لو؟ کیسے خبر۔ بالآخر پھر صبح ہوئی اور لاروش نے اپنے بیگ سے مجھے کھانے کو دیا۔

کیا طرفہ تماشا ہے... کشتوں پہ ہوا
محتسب مہرباں دل فگاروں پہ قاتل کو پیار آگیا۔

رات بھر میں اس خوف سے جاگتا رہا کہ میری زندگی کے لئے اس کا وجود موت کا پیغام ہے اور اب سی کے ہاتھوں زندگی کا سہارا مل رہا ہے۔

سفر اسی طرح شروع ہوا جیسے گزشتہ دن شروع ہوا تھا برستی ہوئی برف اور جسم کو خنجر کی طرح کاٹتی ہوئی ہواؤں کے ساتھ۔ آہستہ آہستہ میرے اعصاب جواب دینے لگے۔ مجھے یقین ہونے لگا کہ لاروش مجھے کہیں نہیں لے جارہا ہے۔ شیر کی جھیل کا کوئی وجود نہیں ہے۔ بس وہ مجھے اس برف کے صحرا میں گم گشتہ مسافر کی طرح بے بسی کی موت مرتے دیکھنا چاہتا ہے، خواہ اس کے بعد وہ خود اپنے ولد کی طرح پاگل ہوجائے۔ تاریخ کا یہ خونیں ڈرامہ پھر اسٹیج ہورہا ہے۔

"لاروش۔" میں نے چلا کر کہا۔ "میں اب ایک قدم نہیں چل سکتا۔ میں واپس جارہا ہوں۔" وہ دیانا پھونے سے پانی کے دھارے میں گھٹنے سے اوپر پانی میں کھڑا تھا۔ "تمہاری مرضی۔ بات اب دو میل کی ہے۔" ظاہر ہے اس کے بعد میں کہاں جاسکتا تھا۔ واپسی کی راہ تو کہیں نہ تھی۔ تمام راستے ایک ہی طرف جاتے تھے۔"

"پامیلا۔" اچانک لاروش نے کہا اور بھاگا۔ بڑی مشکل سے میں اس تک پہنچا۔

"کہاں ہے پامیلا تم نے دیکھا ہے اسے؟"

"نہیں.... مجھے دھواں نظر آیا تھا۔ یہاں کے قبائل دھوئیں سے اپنی موجودگی کا پتا دیتے ہیں۔"

"اچھا.... لاؤ کلہاڑی مجھے دو.... میں لکڑیاں کاٹ کر جلاتا ہوں تاکہ انہیں بھی ہماری موجودگی کا علم ہوجائے۔" میں نے کہا۔

"نہیں...." وہ پھر بھاگا۔... "ہمیں ان سے پہلے وہاں پہنچنا ہے۔" اس کا تعاقب کرتے ہوئے مجھے زمین پر اجنبی قدموں کے نشان نظر آئے جو تازہ برف میں بالکل نمایاں تھے اور یہ نشان صرف پامیلا اور رینڈارک کے ہوسکتے تھے۔ اس علاقے میں میلوں تک ہمارے سوا کوئی ذی روح نہ تھا۔ شاید جب ہم نے ایک پورا دن واپسی میں صرف کیا تھا وہ آگے بڑھتے گئے تھے۔ ہم دونوں چلتے گئے پھر درختوں کے بیچ سے پانی کی ایک جھلک نظر آئی اور چند منٹ بعد ہم ایک جھیل کے کنارے کھڑے تھے۔ جس کے عین درمیان ایک چٹان تھی۔ یوں جیسے کوئی شیر بیٹھا ہو۔

"پامیلا... شہر ولپینر" اس نے ایک سمت دیکھا اور دوڑ لگائی۔ ذرا نیچے ایک چٹان کے سیاہ پس منظر میں دو انسانی ہیولے نمایاں تھے۔ ان کے قریب ایک جھیل کی ڈھلوان پر ایک جہاز پڑا تھا۔ اس کا ایک بازو نیچے جھک کر برف کو چھو رہا تھا اور دوسرا اٹھا ہوا تھا۔ پچھلا حصہ جھیل کے پانی میں ڈوبا ہوا تھا۔ لاروش کی آواز پر پامیلا جہاز کی طرف بڑھی اور رینڈارک نے اس کے پیچھے چلتے ہوئے روکنے کی کوشش کی۔ اتنی دیر میں لاروش نے بھی انہیں جالیا۔ پھر وہ تینوں رک گئے اور میں نے انہیں اوپر سے ساکت مجسموں کی طرح ایک ہی سمت میں نگاہیں جمائے دیکھا۔ کوئی ایسا منظر ان کی نگاہوں کے سامنے تھا جس نے انہیں خوف، دہشت اور حیرانی کے جذبات سے اس حد تک مغلوب کرلیا تھا کہ وہ اپنی اپنی جگہ منجمد ہوگئے تھے۔ آہستہ آہستہ میں بھی نیچے اترا اور ان کے قریب جاکر کھڑا ہوگیا۔ برف کی سطح پر ایک خیمہ نصب تھا۔ جس کا سارا کینوس پھٹ گیا تھا اور اس کے باہر ایک شخص اوندھا پڑا تھا۔ اس کے قریب تین کے دو کنستر رکھے تھے۔ ایک میں سے ٹرانسمیٹر کا لمبا پتلا ایریل نکل کر اوپر درخت کی شاخوں کو چھو رہا تھا۔ اٹینشن "جی۔ ٹو۔ ایس۔ بی۔ او" کے اس اپاہج اور دیوانے آپریٹر نے جو کچھ سنا تھا وہ ماہرین نفسیات کی رائے کے مطابق اس کے ذہن میں آباد خیالی دنیا کا پیغام نہیں تھا۔ ہزاروں میل دور سے کسی نے اسے مدد کے لئے پکارا تھا، مگر وہ معذور تھا اور دیوانہ تھا۔ وہ کسی کے لئے سوائے اپنی جان نذر کرنے کے کچھ نہیں کرسکتا تھا۔ اور ہم بہت دیر سے پہنچے تھے۔

یہ بلیف کی لاش تھی۔ سردی اور فاقوں کے ہاتھوں سسک سسک کر جان دینے کا سارا کرب اس کے فاقہ زدہ چہرے پر نمایاں تھا۔ آخری وقت تک مائکروفون اس کے ہاتھ میں رہا تھا اور دوسرے ہاتھ میں بندھی ہوئی پٹی گواہ تھی کہ وہ خود ہی جنریٹر بھی چلاتا رہا تھا۔ مگر اربوں انسانوں کی دنیا میں مشینوں کے شور و غل اور زندگی کے تمام ہنگاموں میں اس کی دم توڑتی ہوئی مدد کے لئے پکارنے والی آواز کو کسی نے سنا۔ اور جس نے سنا اس کی کسی نے نہ سنی۔ میں لاش کے قریب بیٹھ گیا۔

"کس نے مارا ہے میرے باپ کو.... لاروش نے؟" پامیلا نے آہستہ سے کہا۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ کٹھ پتلی کی طرح چلتی ہوئی لاروش کے پاس پہنچی اور اپنا سوال دوہرایا۔ "تم نے مارا ہے میرے باپ کو؟" میں نے لاروش کی طرف دیکھا۔ وہ پامیلا کی بجائے افق کے پار دیکھ رہا تھا۔ "بولو.... جواب دو۔ تم اسے یہاں تنہا چھوڑ کر بھاگ آئے تھے؟" اس نے چلا کر لاروش کو جھنجھوڑتے ہوئے پوچھا۔ لاروش اسی طرح خاموش کھڑا رہا۔ پامیلا نے اس کی جیکٹ کو چھوڑ دیا اور جنگل کی طرف بھاگی۔ لاروش کو جیسے ہوش آگیا۔ "پامیلا... پامیلا... رک جاؤ۔" مگر پامیلا نے پلٹ کر

نہیں دیکھا اور لارڈش اس کے پیچھے دوڑا۔ پھر میں نے پامیلا کے خنجر کی جھلک دیکھی۔ لارڈش کراہا اور جھک کر ایک ہاتھ اپنے پیٹ پر رکھ لیا۔ مگر خنجر دوسری جگہ پیوست ہو گیا۔ پھر تیسری جگہ۔ وہ اس خنجر کا استعمال جانتی تھی جو جنگلی قبائل کے لئے اپنے دفاع کا اور اپنے دشمنوں کو فنا کرنے کا موثر ہتھیار تھا۔ لارڈش گر پڑا اور پامیلا نے خنجر پھینک دیا۔ پھر وہ گھٹنوں کے بل جھکی اور لارڈش کا سر اپنے زانو پر رکھ لیا: "برٹ.... برٹ ڈیئر" وہ یقیناً پاگل ہو چکی تھی۔ اور ہم دونوں خاموش تماشائی بنے دیکھ رہے تھے۔ ریڈارک نے پہل کی اور لارڈش کے قریب گیا۔ "یہ تم نے کیا کر دیا پامیلا۔؟" اس نے کہا اور لارڈش کی چمڑے کی جیکٹ کو کھولا۔ "کیا برٹ مر گیا ہے؟" پامیلا نے پوچھا۔ اس کی آنکھوں میں ایک قطرہ بھی آنسوؤں کا نہ تھا۔ وہ بار بار ایک ہی بات دہرا رہی تھی "برٹ مر گیا.... کیا برٹ مر گیا.... میں نے اسے مار دیا؟"

مگر برٹ مرا نہیں تھا۔ چاقو کے چھ مہلک واروں نے چمڑے کی موٹی جیکٹ کو زیادہ نقصان پہنچایا۔ لارڈش کے جسم کی کھال کٹ گئی تھی اور لہو کے ساتھ گوشت کا رنگ جھلک رہا تھا۔ پامیلا اسی طرح چلتی ہوئی باپ کی لاش کے قریب جا بیٹھی۔ "دونوں مر گئے۔؟" اس نے خود سے سوال کیا۔

"ریڈارک یہ سب کیا ہو گیا۔؟" میں نے کہا۔ جو مجرم بنا کھڑا تھا میرے جنون نے بالآخر ایک اور کی جان لے لی تھی۔ کیا ملا مجھے اس سودے کے سر میں سمانے سے۔ میں ریف کو نہ بچا سکا۔ پامیلا اور لارڈش کی محبت کی دنیا کو اجاڑ دیا۔ ثابت صرف اتنا ہوا کہ میرے باپ نے جو سنا تھا ٹھیک تھا نہیں بھی تھا تو اس سے کیا فرق پڑتا تھا۔ "پامیلا سے کہو برٹ زندہ ہے.... کہیں وہ خود کو بھی نہ مار لے۔ اسے کہو کر پانی گرم کر کے لائے۔" ریڈارک نے مجھ سے کہا۔ میں نے پامیلا کو سہارا دے کر اٹھایا۔

پامیلا ڈیئر.... مجھے تمہارے باپ کی موت کا دکھ ہے۔ میں نے بہت کوشش کی مگر میں اسے بچا نہ سکا۔ لیکن برٹ زندہ ہے۔ ہمیں اس کو بچانا ہے۔ سنا تم نے.... برٹ زندہ رہے گا۔" اس نے میری طرف نظر اٹھا کر دیکھا اور میرے سینے پر سر رکھ کر رونے لگی۔ "یہ میں نے کیا کر دیا۔ میں پاگل ہو گئی تھی.... فرگوسن.... خدا کے لئے اسے بچا لو۔ میں اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔" میں نے اس کے سر کو سہلا کر تسلی دی۔ "سب ٹھیک ہو جائے گا پامیلا.... ہمت سے کام لو.... شاباش...!"

ہم نے آگ جلائی، پانی ابالا اور لارڈش کے زخموں کو صاف کیا اور خیمے کے اندر سے فرسٹ ایڈ باکس نکالا۔ اس میں ہر چیز تھی ہم نے زخموں پر مرہم لگا کر پٹیاں باندھیں اور لارڈش کو چٹان کی اوٹ میں لٹا کر آگ جلا دی تاکہ چٹان کے پتھر بھی گرم ہو جائیں اور ان سے منعکس ہونے والی ہلکی ہلکی حرارت لارڈش کے جسم کو ملتی رہے۔

پامیلا کو اس کے پاس چھوڑ کر میں اور ریڈارک باہر آ گئے.... "فرگوسن.... واپسی کیسے ہوگی.... لارڈش کا کیا بنے گا۔ ہم کشتی اٹھائیں گے یا....؟"

"ہم اسے کشتی میں لٹا کر نہیں اٹھا سکتے؟" میں نے کہا۔

ریڈارک نے مایوسی سے سر ہلایا۔ "اتنا لمبا راستہ، اتنا وزن اٹھا کر طے نہیں کیا جا سکتا۔ ہم صرف ایک صورت میں ان کو بھی بچا سکتے ہیں کہ جلد از جلد یہاں سے روانہ ہو جائیں اور ان کے لئے امداد لے کر لوٹیں۔" بات ٹھیک تھی۔ ان دونوں کو وہیں چھوڑنے کے سوا چارہ نہ تھا۔ ورنہ ریف کی طرح اذیت کے ساتھ تڑپ تڑپ کر جان دینا ہمارا بھی مقدر رہتا۔ کھانے کا بہت تھوڑا سا سامان باقی تھا۔

"ریڈارک۔" مجھے اچانک کچھ یاد آیا۔ "میں اس وائرلیس سیٹ کو چلا سکتا ہوں!"

"کیا وہ استعمال کے قابل ہوگا۔ بارش اور برفباری نے اس کا خانہ خراب کر دیا ہوگا!"

"کوشش کر لینے میں کوئی حرج نہیں.. شاید ہم ہیلی کوپٹر منگوا سکیں۔" میں نے کہا۔ برف صاف کر کے جنریٹر کا ہینڈل چلاتے چلاتے میرے ہاتھ شل ہو گئے لیکن کرنٹ پیدا نہیں ہوا۔

"میرا خیال ہے جنریٹر گیلا ہے... خشک ہو گیا تو کام کرے گا!" میں نے ہانپتے ہوئے کہا۔ ہم دونوں نے جنریٹر کو اور وائرلیس سیٹ کو آگ کے قریب رکھ دیا۔ لارڈش کے پیروں کو ہم نے جوتے اتار کر سلیپنگ بیگ میں ڈال دیا تاکہ زخموں سے نیچے جسم کا حصہ گرم رہے۔ ریڈارک باہر چلا گیا اور میں وہاں بیٹھ کر پامیلا کو سمجھانے لگا کہ اب ہمیں کیا کرنا ہے۔ وہ اطمینان سے سنتی رہی، جبکہ میرا خیال تھا وہ دہشت زدہ ہو جائے گی۔ "ٹھیک ہے فرگوسن... میں ویسے بھی لارڈش کو چھوڑ کر نہیں جا سکتی۔ تم دونوں جاؤ۔ میری فکر بالکل مت کرو۔" پھر وہ تھوڑا سا مسکرائی شاید میرا حوصلہ بڑھانے کے لئے۔ "میرا باپ زندہ ہوتا تو تم سے مل کر بہت خوش ہوتا۔" میں چٹان کی اوٹ سے نکلا تو ریڈارک نے مجھے اشارہ کیا۔ وہ پچاس گز دور کھڑا تھا۔ "میں نے بیرڈ کی قبر دیکھ لی ہے۔" اس نے کہا "اور یہ دیکھو۔" اس نے مجھے ایک گول پتھر تھما دیا۔ سنہرے رنگ کے اس پتھر کا وزن عام پتھر سے زیادہ تھا۔ نہ میں نہ زن.... یہ زر تھا.... مایا.... جس نے دو جانوں کی بھینٹ پچاس سال قبل لی تھی اور دو کی اب۔ "قبر کے اوپر ایسے بہت سے پتھر پڑے ہیں اور ایک کنستر ہوا ابھرا ہوا قبر کے سرہانے رکھا ہے۔" ایک سنہری طلائی لوحِ مزار.... حاصلِ عمرِ رفتہ۔

"ریڈارک۔" پامیلا نے پکارا۔ "ذرا میری مدد کرو۔ اس کے دانت بند ہیں... کافی اندر نہیں جاتی!"

"مرنے دو حرامزادے کو۔" ریڈارک نے چلا کر کہا۔ "میں تمہارے

باپ کا منکر نہیں ہوں۔" میں نے پامیلا کی مدد کی اور اسے وہ پتھر دکھایا۔ "جانتی ہو یہ کیا ہے؟"

"ہاں... تمہیں میری بات یاد ہے؟" اس نے سر ہلا کر کہا۔

"ہاں۔" میں نے کہا۔ "مگر سنبا دسے اپنے سفر پر روانہ ہو چکا ہے اور ہم نے بیرڈ کی قبر بھی دیکھ لی ہے۔"

"اگر لارڈش ہوش میں ہوتا تو میں اس سے پوچھتی۔" اس نے بے بسی سے کہا۔ "آخر میرے باپ نے اس کا کیا بگاڑا تھا۔ میں نے تو صرف اس سے محبت کی تھی۔"

"محبت تو تم نے کی تھی۔" ریڈارک نے پیچھے سے کہا۔ "اسے صرف سونے سے محبت تھی۔ اس کے تو خون میں بھی سرخ ذرات کی جگہ سنہرے ذرات ہوں گے۔ سونے نے اس کے دادا کو قاتل بنایا تھا اور وہ دیوانہ ہو کر مرا تھا۔ آخر یہ اسی کا پوتا ہے۔" میں نے پامیلا کی حالت کا تغیر دیکھا۔

"ریڈارک۔" میں نے اٹھ کر اسے دور لے جاتے ہوئے کہا "جو ہونا تھا ہو گیا۔ اب اس لڑکی کی جان مت لو۔ چلو مجھے وہ قبر دکھاؤ جہاں بیرڈ دفن ہے۔"

قبر پتھروں کا ایک ڈھیر تھی۔ پتھروں پر بہت مٹی بھی ڈالی گئی تھی۔ سنہرے پتھر پھولوں کی طرح بکھرے پڑے تھے۔ سرہانے زنگ خوردہ ٹین کے کنستر میں بھی سونا بھرا پڑا تھا۔ اس دولت کو یہاں بے وقعت پتھروں کی طرح پھیلا ہوا دیکھ کر میرے ذہن میں ایک اور سوال سر اٹھا رہا تھا۔ اگر لارڈش نے سونے کے لئے دو قتل کئے تھے تو وہ اس خزانے کو یہاں کیوں چھوڑ گیا تھا۔ اس لئے کہ وہ زخمی تھا؟ مگر اس نے خود بتایا تھا کہ جہاز کے حادثے میں کوئی زخمی نہیں ہوا تھا۔

"ریڈارک۔" میں نے ایک فیصلے پر پہنچتے ہوئے کہا۔ "میں بیرڈ کی لاش دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"قبر کھود کر؟" ریڈارک نے تعجب سے پوچھا۔ "مرنے کے بعد بھی اسے چین نہیں لینے دو گے؟"

"یہ بات نہیں۔" میں نے قبر پر سے پتھر ہٹاتے ہوئے کہا۔ "مجھے یہ دیکھنا ہے کہ جو کچھ میں نے سمجھا ہے وہ غلط ہے یا درست؟"

میرے ہاتھ چھوٹے پتھروں کو اور مٹی کو ہٹاتے رہے۔ تھوڑی دیر تک تماشا دیکھنے کے بعد ریڈارک بھی میرے ساتھ شامل ہو گیا۔ بالآخر لاش کا چہرہ نمودار ہوا اور میں دہشت زدہ ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔ چہرے کا آدھا حصہ غائب تھا۔ ایک کان، ایک آنکھ اور بالوں کا حصہ نہیں تھے اور یوں لگتا تھا جیسے کسی نے دھاردار خنجر سے ایک ہی وار میں اس حصے کو کاٹ دیا ہے۔ "یہ تو کسی نے کلہاڑی سے کیا ہے۔" ریڈارک نے کہا۔ میں نے تائید میں سر ہلایا۔ میں نے وہ کلہاڑی بھی دیکھی تھی مگر

میں اس وقت کچھ اور سوچ رہا تھا۔ بیرڈ فوراً نہیں مر گیا تھا۔ اس کے زخموں پر مرہم اور پٹی کے نشان تھے۔ "اب تو شبہ کی گنجائش ہی نہیں۔ اس کتے کو یہیں چھوڑ دو اور چلو۔ وہ بھی اسی طرح مرے۔" ریڈارک نے کہا۔ میں نے قبر کھودنا شروع کر دیا۔ رفتہ رفتہ جسم کا باقی حصہ سامنے آ گیا۔ ایک ہاتھ کی کلائی بری طرح زخمی تھی مگر اس پر بھی پٹی بندھی تھی۔ اسی ہاتھ کی انگلیاں بھی غائب تھیں۔ دوسرے ہاتھ پر سے پٹی ہٹائی تو کینوس کا ایک تھیلا نکل آیا۔ اس میں بھی قیمتی سنہرے پتھر بھرے پڑے تھے۔

"ریڈارک... تمہیں شاید نہیں معلوم۔ جہاز کو کوئی حادثہ پیش نہیں آیا تھا۔ لارڈش نے خود مجھے بتایا تھا۔ اب یہ سوال اس سے چھوڑ کر جانے کا تو پامیلا اس کے بغیر نہیں جائے گی۔ خواہ تم لارڈش کو اس کے باپ کا قاتل ثابت کر دو۔" میں نے کہا۔ "یا یہ لاش دکھا دو۔ اور میرے خیال میں اس کی ضرورت بھی نہیں۔ میں لارڈش کو قاتل نہیں سمجھتا۔"

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے... کون ہے پھر قاتل؟"

"بیرڈ۔" میں نے کہا۔ "اس میں بہت سی باتیں ہیں۔ یہ مجھے پامیلا نے بتایا تھا کہ اس کے باپ کو راتوں رات دولت مند بننے کا جنون تھا اور وہ اکثر سونا تلاش کرنے جایا کرتا تھا۔ بالآخر جب اسے سونا ملا تو وہ دیوانہ ہو گیا۔ لالچ، فطرت سے یا کسی اور وجہ سے۔ اس نے لارڈش کو اور بیرڈ کو قتل کرنا چاہا۔ جان بچا کر فرار ہونے سے پہلے لارڈش نے دیکھ لیا تھا کہ بیرڈ کے سر اور چہرے کا آدھا حصہ کٹ گیا ہے چنانچہ اس نے پورے یقین کے ساتھ کہہ دیا کہ بیرڈ مر گیا لیکن بیرڈ کے بارے میں اس نے وثوق سے کوئی لفظ نہیں کہا اور کہا تو اس طرح کہ جھوٹ کو نبھا نہ سکا۔ اس پاگل پن میں بیرڈ نے بیرڈ کی لاش کو سونے میں دفن کر دیا۔ یہ ایک شدید ردعمل تھا جو پچھتاوا بن گیا اور اس کا کفارہ اس نے یوں ادا کیا کہ لارڈش کے فرار ہو جانے کے بعد بیرڈ کی مرہم پٹی کر کے اسے بچانے کی کوشش کی اور جب وہ مر گیا تو اس کے ساتھ سونے کو بھی دفن کیا، اس کے اوپر بھی سونا پھیلا دیا اور سرہانے بھی باقی ماندہ سونا رکھ دیا۔ شاید اس طرح اسے تھوڑا سا سکون حاصل ہوا ہو۔ بہرحال لارڈش صرف پامیلا کی وجہ سے حقیقت کا اظہار نہیں کر سکتا تھا چنانچہ اس نے ایک ایسی داستان گھڑ لی جس پر سب کو یقین آ جائے۔ بیرڈ کے بارے میں بھی اسے یقین تھا کہ وہ اکیلا زندہ نہ رہ سکے گا چنانچہ پامیلا کو صحیح بات بتانے کا کوئی فائدہ نہ تھا۔ اگر میں سراغ رسانی نہ کرتا تو جہاز کے حادثے کی کہانی کی صداقت کو کبھی چیلنج نہ کیا جاتا۔ پامیلا کو کبھی معلوم نہ ہوتا کہ اس کا باپ ایک پاگل جنونی اور قاتل بن گیا تھا۔ شاید بل لینڈ اور میک گورن بھی نہیں چاہتے تھے کہ اس راز سے پردہ اٹھے ورنہ انہیں لارڈش نے یقیناً اصل بات سے آگاہ کر دیا ہوگا۔ اور اگر ہم زندہ سلامت واپس پہنچے تو اس کی تصدیق بھی ہو جائے گی۔"

"ٹھیک ہے۔" ریڈارک نے کہا۔ "مگر لارڈش کو سزا ملنی چاہیے

بریف پاگل تھا تو کیا..... اس کی جان تو بچائی جا سکتی تھی۔ پامیلا چلتی ہے تو چلے ورنہ کل صبح ہم واپس ہو جائیں گے۔"

اس کے بعد ہم نے بریف کی لاش اٹھائی اور اپنے ہاتھوں سے ایک قبر کھود کر ہیرڈ کے پہلو میں دفن کر دی۔ خیمے کی تلاشی کے دوران ہمیں وہ خون آلود کلہاڑی بھی مل گئی اور اس کے علاوہ تھوڑا سا بچا ہوا کھانے کا سامان۔ بریف کے ذاتی استعمال کی اشیا۔ جنریٹر اور ٹرانسمیٹر کی مرمت کے اوزار بھی مل گئے۔ خیمے کے اندر اور باہر بھی چھوٹے بڑے سنہرے پتھر بکھرے ہوئے تھے۔ تصور کی آنکھ سے میں نے ایک دیوانے کو یہ پتھر پھینکتے دیکھا جن کی خاطر اس نے اپنے ایک ساتھی کو مار دیا تھا اور دوسرا جان بچا کر بھاگ گیا تھا۔ اسے تنہائی میں ہیرڈ کی لاش دیکھ کر ان پتھروں کے بے مصرف ہونے کا احساس ہوا ہوگا اور آخری وقت میں یہ خیال کہ یہ سونا اس کی جان نہیں بچا سکتا اس کے جنون کا باعث بنا ہوگا۔ وہ فاقوں سے اور سردی سے ایڑیاں رگڑتا، مدد کے لیے پکارتا ان سنہرے پتھروں پر سر پٹکتا مر گیا ہوگا۔ ایک دیوانے کی پکار دوسرے دیوانے نے سنی تھی۔ مگر ان دونوں کی طرف سے دنیا نے اپنے کان بند کر لیے تھے۔

رات کو کافی پیتے ہوئے میں نے پھر جنریٹر کو چلانے کی کوشش کی، مگر یہ بھی پہلی کوشش کی طرح ناکام ثابت ہوئی۔ شاید سیٹ ابھی تک اندر سے گیلا تھا۔ پھر دو گھنٹے تک ہم دونوں کلہاڑیوں سے لکڑیاں کاٹتے رہے تاکہ صبح روانگی سے قبل پامیلا کے پاس چھوڑ جائیں۔ ایک آخری کوشش کے طور پر میں نے اندازاً سے جنریٹر کو کھولا اور اس کے پرزوں کو کپڑے سے رگڑ رگڑ کر رکھتا گیا جب وہ بالکل خشک ہو گئے تو میں نے اپنی یادداشت سے انہیں جوڑ دیا۔ پورے دو گھنٹے بعد ریڈارک نے ہینڈل کو گھمایا اور جب میں نے تار کو چھوا تو مجھے زبردست کرنٹ لگا۔ دو تاروں کے ملانے سے شعلہ سا لپکا اور مجھے اندازہ ہو گیا کہ جنریٹر کا کرنٹ ٹرانسمیٹر کو چلا دے گا۔ کانوں پر ہیڈ فون چڑھا کر میں نے پہلے ریسیور کا بٹن دبایا۔ ریڈارک نے ایریل کو زیادہ سے زیادہ بلند کر دیا اور میں نے سوئی کو پورے ڈائل پر گھمایا کہیں کوئی آواز نہ تھی اور ریڈارک مسلسل جنریٹر کے ہینڈل کو گھما رہا تھا۔ ایک ننھی سی سرخ روشنی ظاہر کر رہی تھی کہ ٹرانسمیٹر کام کر رہا ہے۔ پھر میں نے ٹرانسمیٹر کا بٹن دبایا اور چھتیس میٹر بینڈ تین ہزار سات سو آٹھ کلو سائیکل پر سائمن لینڈ کو پکارتا رہا۔ کوئی جواب نہیں ملا میں نے ہیڈ فون اُتار دیا۔ "اب صبح سات اور ساڑھے سات کے درمیان ہم پرکنز سے بات کرنے کی کوشش کریں گے۔" میں نے کہا ریڈارک کا خیال تھا کہ سیٹ بیکار ہو چکا ہے اور مزید وقت ضائع کرنے سے کچھ نہیں ہوگا۔ مگر بالآخر وہ مان گیا۔ اس طرح مجھے سکون کی نیند آئی۔

"ممکن ہے ریڈارک کہ اس کا ٹرانسمیٹر کام کر رہا ہو اور ریسیور خراب ہو" میں نے صبح ساڑھے سات بجے ہیڈ فون اتارتے ہوئے خفت سے کہا۔ "شاید وہ ہماری آواز سن رہے ہوں مگر جواب ہمیں موصول نہ ہو رہا ہو" ریڈارک آدھے گھنٹے تک جنریٹر کا ہینڈل گھماتا رہا تھا، اس میں بولنے کی ہمت نہ تھی ورنہ وہ ضرور مجھے گالی دیتا۔ "اب تم مجھے آدھے گھنٹے کی مہلت دو۔ مجھے ایک آخری فرض ادا کرنا ہے۔ پھر ہم روانہ ہو جائیں گے۔" میں نے کہا۔ دس منٹ کی تلاش کے بعد میں وہاں پہنچ گیا۔ جہاں ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ چٹان سے لگا بیٹھا تھا۔ ہاتھ، پیر پسلیاں سب موجود تھیں۔ کاسۂ سر..... شکستول سے جدا دور پڑا تھا۔ میں نے اسے اٹھا لیا اور غور سے دیکھا۔ "دادا میاں..... اپنے پوتے کو پہچانتے ہو۔" پھر میں نے وہ سر دھڑ کے اوپر رکھ دیا وہ جو کبھی کسی کا سر پُر غرور تھا۔ چند قدم دور سے میں نے اس ہڈیوں کے پنجر میں اپنے آپ کو تلاش کرنے کی کوشش کی۔ اے دیدۂ بینا اب وقت ہے دیدار کا۔ پھر یہاں کوئی نہیں۔ کوئی نہیں آئے گا۔ تاابد اپنی بے نور آنکھوں سے اس سنہری پتھروں کی دنیا کو دیکھتے رہو دادا میاں۔

جب ہم رخصت کی ساعت کے قریب پہنچے تو لارڈس کو ہوش آ گیا تھا، ایک کمزور لڑکی اور ایک نیم جان شخص کو صرف محبت کے آسرے پر چھوڑ کر جانا مشکل ہو گیا مگر زندہ رہنے کی خواہش غالب آئی۔ اور ہم روانہ ہو گئے۔ "ہم بہت جلد لوٹیں گے پامیلا۔ ہمت نہ ہارنا لارڈس زندہ رہے گا۔" میں نے اس کے ماتھے پر بوسہ دیا۔

"مجھے یقین ہے تم آؤ گے..... یہ کیسے ممکن ہے کہ خدا تمہاری مدد نہ کرے۔" پامیلا نے کہا۔ "میں انتظار کروں گی۔"

"میں یہاں حقیقت کی تلاش میں آیا تھا پامیلا اور حقیقت یہ ہے کہ لارڈس بے گناہ ہے۔" میں نے کہا۔ سکون کا اجالا اس کی صورت پر بکھر گیا۔ مجھے معلوم تھا وہ وہاں کھڑی ہوگی۔ اس بکراں تنہائی میں ننھا سا ناچیز۔ گرم پانی کا ایک قطرہ میری برف کے سینے پر گرا اور گم ہو گیا۔ مگر میں نے پلٹ کر نہیں دیکھا۔

واپسی کا سفر اتنا ہی جان لیوا تھا مگر اب ہم خالی ہاتھ تھے اور دو تھے ہماری تمام رسد کشتی میں تھی جسے ہم مسلسل اٹھائے چل رہے تھے۔ اس بوجھ کو بٹانے کے لیے ہمارے پاس صرف دوسرا کندھا ہوتا تھا ہمارے قدم میکانکی انداز میں اٹھ رہے تھے اور تیسرے دن بھی ہماری نگاہوں کے سامنے پامیلا کا چہرہ تھا، لارڈس کے زخم تھے اور ہمیں ہر لحظہ اس جذبے کی تقدیس کا احساس تھا جس نے پامیلا جیسی دُبلی پتلی لڑکی کو موت کے سامنے سینہ سپر کر دیا تھا.....

اے چشمِ تماشائی کیا رکھا ہے مقتل میں..... اس تن کی طرف دیکھو قتل گہ دل ہے۔

پانچویں دن رِیڈارک نے میرا ساتھ چھوڑ دیا۔ وہ چھپن سال کا بوڑھا میرا ایک تک ساتھ دے سکتا تھا۔ ذہن جوان سہی مگر جسم چھپن سال کے نشیب و فراز کا مارا ہوا تھا۔ "فرگوسن... تم جاؤ... میں مجبور ہوں... اور ہم سب کی امیدیں تم سے وابستہ ہیں... جاؤ" اس نے چلا کر کہا۔ میں نے اسے ایک آرام دہ جگہ پر لٹا دیا۔ "ریڈارک ہم بہت قریب پہنچ گئے ہیں... میں بہت جلد لوٹوں گا۔" پھر میں چل پڑا۔ جتنا تیز مجھے میرے قدم لے جا سکتے تھے۔

اسی دوپہر کو میں اسٹیل ہیڈ پر جا پہنچا۔ وہ مقام جہاں تک ریلوے لائن پہنچ چکی تھی، مگر وہاں اس وقت کوئی نہ تھا۔ میں چلتا گیا۔ میری طاقت زائل ہونے لگی — خالی پٹری دور تک پھیلی ہوئی تھی اور آبادی کا کوئی نشان نہ تھا۔ پھر اچانک ایک موڑ پر میں نے انسانی آوازیں سنیں، میں چلایا، بھاگا اور ٹھوکر کھا کر پتھروں پر گر پڑا۔ میرا سر ریلوے لائن سے ٹکرایا اور سب کچھ تاریکی میں ڈوب گیا۔ مگر اندھیرا جس میں کہیں کہیں ستارے سے روشن تھے ہوش کے وقفے میں سنی ہوئی باتیں "آئی فرگوسن... مائی گاڈ... مر گیا..." "نہیں..." پھر وقفہ... "حالت بہت بہتر ہے... پیروں کی سوجن اتر گئی ہے۔ ریڈارک بھی بہتر ہے۔" چنانچہ وہ لوگ اسے اٹھا لائے ہیں۔ غنودگی نے مکمل بے ہوشی میں جانے سے پہلے میں نے سوچا۔

شاید ایک ہفتے بعد مجھے ایک صاف ستھرے بستر پر ہوش آیا۔ میں نے بمشکل کہا۔ "انہیں بچاؤ۔ پامیلا اور لاروش... شیر والی جھیل۔" مگر ڈاکٹر نے مجھے پھر انجکشن لگا دیا۔

اس کے بعد یہی سلسلہ چلتا رہا۔ جب مجھے ہوش آتا تھا اور میں کچھ کہنے کی کوشش کرتا تھا وہ مجھے پھر سلا دیتے تھے — نیند کے دوران نہ جانے کیا کچھ میرے پیٹ میں گیا۔ بالآخر ایک دن میں نے ہاتھ مار کر انجکشن کی سرنج گرا دی۔ دوا کا گلاس پھینک دیا۔ "مجھے ایک کاغذ دو... میں جھیل کا نقشہ بناتا ہوں۔ وہ مر جائیں گے ڈاکٹر۔" میں نے ایک شخص کے کوٹ کا دامن تھام لیا۔

"میں ڈاکٹر نہیں ہوں بیٹے۔" وہ ہنسا۔ "اور نقشے بنانے کے لئے عمر پڑی ہے۔" میں نے سر اٹھا کر دیکھا۔ "میک گورن...!" اس نے مجھے بستر پر لٹانے کی کوشش کی۔ "چھوڑو مجھے۔ یہ انکی زندگی اور موت کا سوال ہے۔"

"کس کی زندگی اور موت... پامیلا اور برٹ، لاروش بالکل خیریت سے ہیں۔ بل لینڈ نے ایک ہفتے قبل انہیں ہیلی کوپٹر سے اٹھا لیا تھا۔"

"اس کا مطلب ہے انہیں پیغام مل گیا تھا۔ ٹرانسمیٹر ٹھیک تھا۔" میں نے کہا۔

"پیغام۔ کیسا پیغام... ہمیں کوئی پیغام نہیں ملا۔" بل لینڈ نے کہا۔

"پھر تم وہاں کیسے پہنچے... شیر والی جھیل پر...؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"تمہارے دادا کی ڈائری دیکھ کر جو مونٹریال سے بلب کنز کے پاس پہنچی۔" میک گورن نے کہا۔ میں نے اطمینان کا ایک سانس لیا۔ میک گورن کچھ دیر میری صورت دیکھتا رہا۔ "اب میں تم سے ایک آخری بات کہنا چاہتا ہوں۔ حقیقت تو تمہیں معلوم ہو ہی چکی۔ تم نے اطمینان کر لیا کہ تمہارا باپ پاگل نہیں تھا۔ اس نے واقعی بریف کا پیغام سنا تھا۔ مگر اب سوال کچھ اور ہے... تم یہاں سے نکلو گے تو رپورٹر کے لوگ تمہیں گھیر لیں گے۔ تمہیں اس مہم کی کامیابی پر مبارکباد دیں گے تم ہیرو بن جاؤ گے۔ لیکن میں یہ نہیں بتانا چاہتا ہوں کہ لاروش نے واپس پہنچ کر مجھے سب کچھ بتا دیا تھا اور ہم نے طے کیا تھا کہ ہم پامیلا کو کچھ نہیں بتائیں گے۔ کبھی کبھی سچ جھوٹ سے زیادہ مہلک ہوتا ہے یہ ہم سب کی مشترکہ جدوجہد تھی کہ اپنے باپ کے بارے میں اسے اس سے زیادہ نہ معلوم ہو کہ وہ جہاز کے حادثے میں مارا گیا... اور بس... اب تک ہم کامیاب رہے ہیں لیکن اب اس کا انحصار تم پر ہے۔ تم کدھر ہو... ہماری طرف جو اس جھوٹ کو نبھانا چاہتے ہیں یا ادھر انکی طرف جو حقیقت کو جاننا چاہتے ہیں؟"

چند سیکنڈ تک میں اسکی دیکھتا رہا۔ "میرا خیال ہے مسٹر میک گورن زندگی میں کم از کم ایک جھوٹ مجھے بھی بول ہی لینا چاہئے...!" پھر میں مسکرایا اور میک گورن کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو تھام لیا۔

"سچ کا انعام تو سب دیتے آئے ہیں۔ مگر میں تمہارے جھوٹ کا انعام بھی دینا چاہتا ہوں... وہ سونے کے ذخائر سب سے پہلے تمہارے دادا نے دریافت کئے تھے۔ قانوناً تم اس کے وارث ہو۔"

پھر کسی نے کہا۔ "مسٹر میک گورن... یہ بات آپکو ابھی نہیں کہنی تھی... وہ پھر بے ہوش ہو گیا ہے۔"

"واقعی؟" میں نے ایک آنکھ کھول کر پوچھا اور ہنسنے لگا۔

چندا ماموں دور کے

امریکی خلائی تحقیقاتی ادارے کے کینیڈی اسپیس سینٹر کو روزانہ ہزاروں خطوط ایسے ملتے ہیں، جن میں تحقیقات کی مخالفت کی جاتی ہے اور انجیل مقدس کے اقتباسات کے ذریعہ اس کام کو غیر مذہبی قرار دیا جاتا ہے۔ کیپ کینیڈی کے حکام یہ خط پڑھ پڑھ کر عاجز آجاتے ہیں، مگر کر بھی کیا سکتے ہیں، سوائے اس کے کہ انہیں داخل دفتر کریں۔ تاہم ان ہزاروں خطوں میں ایک معقول تعداد بچوں کے خطوط کی ہوتی ہے، جو نہ صرف دلچسپ ہوتے ہیں بلکہ ان کے خشک کام میں وقتی طور پر تفریح کا ایک ذریعہ بھی بن جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر ٹمینیسی سے ایک بچی نے لکھا:

"گو میں ابھی صرف بارہ برس کی ہوں، لیکن میں سمجھتی ہوں کہ بعض راکٹوں کی پرواز میں تاخیر کیوں ہوتی تھی۔ دراصل اللہ میاں خلا میں ایسے حالات پیدا کر رہے تھے کہ انسان خلائی سفر کے قابل ہو سکے۔"

ایک ریاست اُٹاہ سے ایک بچے نے لکھا:

"میں آپ کا خلائی پروگرام بڑے شوق سے پڑھتا ہوں اور اس کی اہمیت سمجھتا ہوں، لیکن میرے والدین اسے وقت اور پیسے کا زیاں سمجھتے ہیں۔"

کیپ کینیڈی کے کارکنوں کے نام امریکہ کی مختلف ریاستوں سے بچوں کے جو خطوط آتے ہیں، اسپیس پورٹ نیوز نامی جریدے میں ایک کالم کی شکل میں جوں کے توں شائع کئے جاتے ہیں۔ چند یہ خطوط ملاحظہ کیجئے۔

"میں مریخ جانے والے پہلے سیارے کا مسافر بننا چاہتا ہوں۔ میرا وزن صرف ساٹھ پونڈ ہے اور ہر نئی چیز کو بڑی توجہ سے دیکھتا ہوں۔ مطمئن رہیے۔ راستے میں کسی مسافر لڑکی سے شادی کرنے کا قطعی ارادہ نہیں رکھتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ لڑکیاں مجھے اچھی ہی نہیں لگتیں۔ میرا خیال ہے کہ اب تک آپ ایسے آدمیوں پر انحصار کرتے رہے ہیں جو گنجے ہیں اور جن کی عمر کے ہیں۔ اگر آپ میرے جیسے لڑکوں کو جن کے سر پر بال ہیں اور جو سخت سرد موسم میں بھی ٹھٹھرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، آزمائیں تو ناکامیاں کم ہوں۔"

نیویارک سے ایک بچے نے لکھا:

"میری عمر گیارہ سال ہے۔ مجھے اگر آپ نے خلا میں بھیج دیا تو دنیا کے سب سے کم عمر خلاباز کو متعارف کرانے کا سہرا آپ کے سر ہوگا۔"

ایریزونا سے ایک لڑکے نے لکھا:

"میرا اور میرے دوست کا خیال ہے کہ اگر آپ بچوں کو خلا میں بھیجیں تو زیادہ بہتر ہے گا کیونکہ اس طرح آپ کے خلاباز خلا کے انجانے خطرات سے محفوظ رہیں گے اور ضائع نہیں ہوں گے۔ اس کے علاوہ ایک حقیقت یہ بھی ہے کہ مجھے ہمیشہ سے عظیم آدمی بننے کی خواہش رہی ہے۔"

الاباما کی ایک لڑکی نے لکھا:

"گو مجھے نہیں معلوم کہ میرے خون کا گروپ نمبر کیا ہے، لیکن مجھے یہ بتائیے کہ کیا میں بھی خلاباز بن سکتی ہوں؟ کبھی کبھی ایک آدھ سیکنڈ کے لئے تو مجھ پر بھی بے وزنی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔"

اوہیو کے ایک بچے نے لکھا:

"پیارے خلاباز۔ میں دوسری کلاس میں ہوں۔ کیا آپ اپنے ساتھ ایک دوسرے درجے کا مسافر لے جانا پسند کریں گے۔"

اوہیو ہی کی ایک لڑکی نے لکھا:

"آپ کے اگلے خلائی سفر کے لئے میں اپنی خدمات پیش کرتی ہوں لیکن ایک بات ابھی سے بتا دوں کہ بدھ کے دن میں کہیں نہیں جا سکتی کیونکہ اس دن امی میرے بال دھوتی ہیں۔"

پینسلوینیا سے ایک لڑکی نے لکھا:

"میں نو سال کی ہوں اور چاند پر جانا چاہتی ہوں۔ براہِ مہربانی مجھے اپنے رضاکاروں کی فہرست میں شامل کر لیجئے لیکن میرا نام فہرست کے آخر میں رکھیے کیونکہ فی الحال میں جانا نہیں چاہتی۔"

خلا کا سفر یوں تو سبھی بچے کرنا چاہتے ہیں لیکن بعض ایسے بھی ہیں جو راکٹ بنانے کی ترکیب معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ مشی گن کے ایک بچے نے لکھا:

"میں راکٹ سازی کے کام میں دلچسپی لیتا ہوں۔ براہِ مہربانی مجھے ایک راکٹ بطور نمونہ بھیج دیجئے۔"

فلوریڈا کے ایک بچے نے لکھا:

"مجھے ایک استعمال شدہ مصنوعی سیارہ بھیج دیجئے میں اس سے کھیلوں گا۔"

آسٹریلیا سے ایک بچے نے یہ خط بھیجا:

"میری عمر دس سال ہے اور ابھی سے میں نے ایک راکٹ بنانا شروع کر دیا ہے۔ ذرا سوچیے تو سہی کہ جب میں بڑا ہوں گا تو اس وقت تک اس میں کتنی تبدیلیاں کر چکا ہوں گا۔"

کیلی فورنیا کے ایک لڑکے نے لکھا:

"اب آپ عورتوں کو خلا میں بھیجا کریں تو زیادہ اچھا ہوگا۔ میرے ابو کہتے ہیں کہ عورتیں گاڑی چلاتے وقت دائیں بائیں مڑ نہیں سکتیں۔ اس لئے میرا خیال ہے کہ ایسے راکٹ جن کو عورتیں چلا رہی ہوں، سیدھے مریخ پہنچیں گے۔"

اوہیو سے ایک بچے نے لکھا:

"آخر آپ اتنے فضول خرچ کیوں ہو گئے ہیں؟ اگر آپ مریخ تک پہنچ جائیں تب بھی میری سمجھ میں نہیں آتا کہ فائدہ کیا ہوگا۔ میری ممی بھی کہتی ہیں کہ ابھی تم دس سال کے ہو اس لئے تمہیں نہیں معلوم کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔"

——— چاند گاڑی کے مسافر۔
(ایک امریکی کتاب سے اقتباس)